بسم اللہ الرحمن الرحیم

مجلسِ مشاورت

- ڈاکٹر فضل الرحمٰن شرر مصباحی (دہلی)
- سید محمد مہدی میاں چشتی (اجمیر شریف)
- پروفیسر عون محمد سعیدی (پاکستان)
- مولانا افتخار احمد قادری (مدینہ منورہ)
- مولانا محمد عبد المبین نعمانی (مبارک پور)
- مولانا محمد قمر الحسن قادری (امریکہ)
- سید حسن اشرف اشرفی کچھوچھوی (انگلینڈ)
- ڈاکٹر امجد رضا امجد قادری (پٹنہ)
- مولانا محمد افروز قادری فہمی چریا کوٹی

سوادِ اعظم اہلِ سنت و جماعت کے مشاہیر علمائے ہند

١. شیخ عبد الحق محدث دہلوی
٢. مجدد الف ثانی شیخ احمد سرہندی
٣. علامہ شاہ ولی اللہ محدث دہلوی
٤. علامہ عبد العلی فرنگی محلی لکھنوی
٥. شاہ عبد العزیز محدث دہلوی
٦. شاہ غلام علی نقشبندی دہلوی
٧. شاہ احمد سعید مجددی رام پوری
٨. علامہ فضلِ حق چشتی خیر آبادی
٩. علامہ عبد العلیم فرنگی محلی لکھنوی
١٠. علامہ فضلِ رسول عثمانی بدایونی
١١. سید شاہ آلِ رسول احمد مارہروی
١٢. مفتی ارشاد حسین مجددی رام پوری
١٣. مفتی غلام دستگیر قصوری لاہوری
١٤. علامہ عبد القادر برکاتی بدایونی
١٥. امام احمد رضا قادری برکاتی بریلوی
١٦. سید شاہ علی حسین اشرفی کچھوچھوی
١٧. شیخ الاسلام شاہ انوار اللہ فاروقی حیدر آبادی

کے مسلکِ حق و صداقت کا نقیب و ترجمان

مجلسِ مشاورت

- مولانا محمد حنیف خاں رضوی (بریلی شریف)
- ڈاکٹر سید علیم اشرف جائسی (حیدر آباد)
- مولانا قاضی فضل احمد مصباحی (بنارس)
- مولانا محمد شاکر علی نوری (ممبئی)
- مولانا مقبول احمد مصباحی (دہلی)
- الحاج محمد سعید نوری (ممبئی)
- انجینئر سید محمد فضل الرحمٰن چشتی (دہلی)
- مولانا محمد فروغ القادری (برطانیہ)
- مفتی مجاہد حسین حبیبی (کولکاتا)

بفیضِ حضور مفتی اعظم ہند حضرت علامہ شاہ مصطفیٰ رضا قادری برکاتی علیہ الرحمۃ والرضوان

ماہنامہ کنز الایمان دہلی

فروری ۲۰۲۲ء

جمادی الثانی / رجب المرجب ۱۴۴۳ھ

جلد ۲۵ — شمارہ ۲

مجلسِ ادارت

مدیر مسئول	محمد ظفر الدین برکاتی
منیجنگ ایڈیٹر	محمد احمد رضوی
سرکولیشن منیجر	مطیع الرحمٰن اعظمی
معاون منیجر	محمد اکبر علی رضوی
اشتہار منیجر	امام الدین قیصر
تزئین کار	محمد نظام الدین انصاری
آپریٹر	صغیر احمد مصباحی

مشیرِ اعلیٰ

علامہ یٰسین اختر مصباحی

تفصیلِ ممبرشپ

قیمت فی شمارہ	۲۵ روپے
سالانہ	۳۰۰ روپے
اعزازی	۵۰۰/
تاحیات	۱۰۰۰۰/
بیرونِ ممالک	۳۰ امریکی ڈالر
تاحیات	۲۰۰۰ امریکی ڈالر

Published, Printed & On Behalf Of
Mohammed Qamruddin Razvi
Printed At : **Javed Press** 2096 Rodgran,
Lal Kuan, Delhi-06
Published From
Kanzul Iman Monthly
423, Matia Mahal, Jama Masjid, Delhi-06

ماہ نامہ کنز الایمان دہلی
آن لائن پڑھنے کے لیے لاگ اِن کریں
www.razvikitabghar.com

نوٹ رسالے سے متعلق کوئی بھی مقدمہ صرف دہلی کی عدالت میں قابلِ سماعت ہوگا۔ مضمون نگار کی رائے سے ادارے کا متفق ہونا ضروری نہیں۔ (ادارہ)

Googlepay & Phonepay
7827420875
Contact-No.
9350505879

مراسلت و ترسیلِ زر کا پتہ
ماہنامہ کنز الایمان دہلی
۴۲۳، مٹیا محل جامع مسجد، دہلی ۶
KANZUL IMAN MONTHLY
423, Matia Mahal, Jama Masjid, Delhi-6 (India)
Ph:.23264524 Email.kanzuliman.delhi@gmail.com

آئینۂ کنز الایمان

ماہ نامہ کنز الایمان سے متعلق کوئی بھی رقم مندرجہ ذیل بینک اکاؤنٹ نمبر میں جمع کر سکتے ہیں

نوٹ: کنز الایمان کی سالانہ قیمت -/250 ہے۔ اسے آپ ڈاک خانہ سے منی آرڈر کریں۔ بوجہ مجبوری بینک اکاؤنٹ میں -/300 روپے جمع کریں۔

HDFC BANK A/c No.:50200057943581
IFSC Code: HDFC0001070 Branch: chawri bazar, delhi
NAME: RAZAVI KITAB GHAR

رضوی کتاب گھر سے متعلق کوئی بھی رقم مندرجہ ذیل بینک اکاؤنٹ نمبر میں جمع کر سکتے ہیں

منی آرڈر فارم کے اوپر آپ اپنا پورا پتہ پن کوڈ کے ساتھ لکھیں اور اس پتے پر بھیج دیں۔ دفتر ماہنامہ کنز الایمان 423 مٹیا محل جامع مسجد دہلی۔6

ICICI BANK A/c No.:769001000026
IFSC Code: ICIC0007690 Branch: Daryaganj
NAME: Mohd Ahmad

(نوٹ) رقم جمع کرنے کے بعد فون پر ضرور اطلاع کریں۔ 011-23264524

اداریہ

مذہب ومسلک اور مسئلہ ومقصد میں فرق کیا جانا چاہئے

مفادات پرست سیاست دانوں کی طرح ہم نے بھی انانی ذاتیات اور نفسانی جذبات کو دینی مذہبی مسئلہ بنانے کی تہذیب اپنالی ہے

محمد ظفر الدین برکاتی★

اسلام ایک الٰہی آفاقی دین ہے جس کا دائمی آفاقی دستور قرآن حکیم ہے اور نبی آخرالزماں رسول رحمت حضرت محمد رسول اللہ علیہ الصلوٰۃ والسلام کی سنت وقول وقرار جس پر قائم رہنے کے لئے قرآنی معیار ہے جسے بد دینوں اور بد مذہبوں سے ممتاز کرنے کے لئے ہم ''سواد اعظم اہل سنت و جماعت'' کہتے ہیں اور ہم مانتے ہیں کہ وہ نجات یافتہ جنتی بننے کے قابل جماعت جس پر پیغمبر اسلام علیہ السلام نے ما أنا علیہ و اصحابی ، علیکم بسنتی و سنة خلفائی الراشدین المھدیین اور إتبعوا السواد الاعظم کی مہر لگا کر نشان امتیاز ''سواد اعظم اہل سنت و جماعت'' جیسا آفاقی نام اور عنوان عطا فرمایا ہے، وہی صراط مستقیم ہے اور قرآن وسنت کی روشنی میں وہی حق دار ہے کہ اُسے خیر امت اور سواد اعظم پکارا جائے، اگر چہ اشعری اور ماتریدی جیسے دو سنی مسالک، حنفی شافعی مالکی حنبلی جیسے چار فقہی مذاہب، قادری چشتی نقشبندی سہروردی اویسی جیسے بہت سے مشربی روحانی راستے اور عربی عجمی، مشرقی مغربی، مکی مدنی، بغدادی بخاری اور بریلوی دہلوی جیسے وطنی مولدی اظہاریے ہم کو مختلف طریقوں اور جہتوں سے ہمیں ایک دوسرے سے مختلف ومنفرد دکھاتے ہیں لیکن دین اسلام اور سواد اعظم کے آفاقی الٰہی شامیانے میں ہماری کوئی دوسری شناخت نہیں بلکہ ہم سب ایک ہیں اور ایک آخری آسمانی کتاب اور ایک آخری نبی پر ایمان ویقین رکھنے والے مسلمان ہیں بقول قرآن سَمّٰکُمُ الْمُسْلِمِیْنَ

یعنی اِسے اقبال کی تاریخی شاعری کی زبان میں کہا جائے تو چار مصرعوں میں ہماری باتیں ''کوزے میں سمندر'' بن جاتیں ہیں کہ

منفعت ایک ہے اِس قوم کا نقصان بھی ایک
ایک ہی سب کا نبی دین بھی ایمان بھی ایک
حرم پاک بھی اللہ بھی قرآن بھی ایک
کچھ بڑی بات تھی ہوتے جو مسلمان بھی ایک

لیکن ہم اور آپ اکیسویں صدی کے شروع دن سے دیکھ رہے ہیں کہ سوادِ اعظم ہر دن بکھر رہا ہے اور ہر دن اک نئے نام اور عنوان کے ساتھ ایک نیا گروہ منظر نامے پر دِکھ رہا ہے، برصغیر میں یہی کیا کم تھا کہ سواد اعظم اہل سنت و جماعت کو بریلوی اور مسلک اعلیٰ حضرت کا نیا امتیازی نام دیا گیا کہ اب اکیسویں صدی میں نام سازوں نے اپنی مشربی نسبت اور شخصیاتی عقیدت ومحبت کو بھی اپنے پسندیدہ اور خود ساختہ امتیازی ناموں سے اپنی پہچان بنانا شروع کر دیا ہے پھر جزوی فروعی اختلاف و مخالفت کے نتیجے میں پیدل عقیدت مندوں نے بریلوی اور مسلک اعلیٰ حضرت کے شامیانے سے الگ اپنے اپنے جدید شامیانے میں کھڑا ہونا پسند کر لیا پھر جب غلط فہمی اور بدگمانی کی دانشورانہ اور مفکرانہ ہوائیں ایک دوسرے شامیانے سے ٹکرانے لگیں تو معاملہ شناسوں نے بریلوی اور مسلک اعلیٰ حضرت کو عین دین اسلام اور سواد اعظم بتانے اور ثابت کرنے کی ضرورت محسوس کی تاکہ شامیانے ایک ہو جائیں لیکن بدگمانی کے انسانی صورت شیطان نے کسی کی ایک نہیں چلنے دی اور غلط فہمی کے ابلیس نے ''انانیت و نفسانیت'' کی ایسی آندھی چلائی کہ سواد اعظم کا سب کچھ زیروزبر ہو گیا۔

اوپر بیان کی گئی برسوں کی اِس لمبی کہانی کا خلاصہ یہ ہے کہ اِس بکھراو کا بھیانک نتیجہ یہ نکلا ہے کہ ہم نے دین وسنیت اور قرآن و شریعت کی تعلیم اور تقاضوں کو بھی نظر انداز کر دیا، اس لئے اب قرآن پاک کی بے حرمتی، معصوم پیغمبر اسلام کی توہین و بے عزتی اور شخصیات اسلام کی تذلیل و بے وقعتی، یوں کہہ لیجئے کہ خدائی ومصطفائی شان میں گستاخی کا مسئلہ بھی ہمارے نزدیک دینی شرعی اتفاقی مسئلہ نہیں رہا بلکہ شخصی ملکی اور تنظیمی جماعتی مسئلہ بن گیا جس کی واضح دلیل یہ ہے کہ گزشتہ چند سالوں سے یہ شرعی دستوری اور جمہوری گناہ جان بوجھ کر بھارت میں اعلانیہ اور مسلسل کیے جا رہے ہیں اور آئندہ بھی کرنے کا عزم وحوصلہ دِکھایا جا رہا ہے بلکہ ایسا کرنے والے ایک ہو کر ہمارے دین وقرآن اور

پیغمبر اسلام پر بدزبانی کر رہے ہیں لیکن ہم نے اب تک اسے سواد اعظم اہل سنت و جماعت کا اجتماعی مسئلہ نہیں سمجھا ہے اور سمجھنے کو دینی ضرورت ماننے کو تیار نہیں۔

آج ہر گستاخ اپنے دھرم کے ماننے والوں کو گستاخی اور فرقہ پرستی پر ابھارنے کے لئے یہی نعرہ لگا رہا ہے کہ "تمہاری غیرت کہاں مرگئی، تم کب سے مردہ ہو گئے؟" یعنی ایک بے غیرت اپنی مردہ قوم کو غیرت مند ہونے کی دعوت دے رہا ہے اور سب کو بے غیرتی پر متحد کرنے میں مسلسل لگا ہوا ہے لیکن ہم ایک غیرت مند زندہ دل قوم و ملت ہوتے ہوئے بھی اپنی "مومنانہ غیرت" کو بیدار کرنے اور "پیغمبر اسلام کی عزت و ناموس رسالت" پر جان و دل مال و دولت قربان کرنے کا وعدہ نبھانے کو تیار نہیں تو پھر یاد رکھیں کہ جو عزت رسول پر مرنے کے لئے ایمان، اسلام اور سنیت و سواد اعظم کی بجائے اپنا خود ساختہ نام اور لیبل لگا کر اپنے شخصی جماعتی گروہی بینر تلے میدان عمل میں آنے کی برسوں سے تیاری کر رہا ہے وہ تیاری کرتا رہ جائے گا اور یہ بے غیرت ہماری غیرتوں کا جنازہ نکالتے رہیں گے اور پھر بروز محشر ہماری انانی اور نفسانی غیرت ہمارے منہ پر ماردی جائے گی۔ خدا کی پناہ!

اگر ہم چاہتے ہیں کہ روز محشر اپنے نبی کریم ومحترم کے سامنے سرخرو ہو کر جائیں تو آپ کے عطا کردہ اسلامی جماعتی عنوان "سواد اعظم اہل سنت و جماعت" کے نیچے جمع ہو جائیں اور پھر قومی عالمی، داخلی خارجی اور جمہوری سطح پر دستوری سلیقے اور طریقے سے گستاخان رسول اور دین اسلام کے دشمنوں کے خلاف متحدہ اور متفقہ طور پر اقدامی قانونی سماجی اور سیاسی کارروائی کریں۔ یاد رکھیں کہ جمہوریت کے منتخب ایوان اور عدلیہ کے دستوری مندر میں بھی آج یکساں صورت حال ہے کیونکہ اب پارلیمنٹ کی طرح سپریم کورٹ میں بھی (گویا) ہنر نہیں دیکھے جاتے بلکہ سر گنے جاتے ہیں ورنہ خود تسلیم شدہ بیان کردہ حقائق کے باوجود بابری مسجد کے خلاف فیصلہ دینے کا سوال ہی پیدا نہیں ہوتا، بھارت کے سپریم کورٹ کی یہ تازہ ترین نظیر ہماری آنکھیں کھول دینے کے لئے کافی ہے کہ اس نے مرتد وسیم رشدی کی گستاخانہ کتاب کے خلاف مقدمہ درج کرنے سے انکار کر دیا بلکہ اُسے ایک عام سماجی مسئلہ قرار دے کر ٹال دیا۔

ایسی صورت حال میں بھی عزت و ناموس رسالت پر ہزاروں عقیدت و محبت کے سو شخصی انفرادی مظاہروں کے باوجود ہم ناکام ہیں اور ناکام رہیں گے۔ کامیاب ہونا ہے تو اپنے نبی کریم ومحترم کی عزت و ناموس پر ایک ہو جائیں اور اپنے لئے اپنے رسول رحمت کے دیے گئے نام "سواد اعظم اہل سنت و جماعت" کے ساتھ آگے بڑھیں پھر آپ بھی دیکھیں گے اور دنیا بھی دیکھے گی کہ آپ یہاں بھی کامیاب ہوں گے اور وہاں بھی سرخرو ہوں گے اور دائمی سرخروئی کے حوالے سے ایک بہت بڑا فائدہ یہ ہوگا کہ ہم نے اِدھر اُدھر کی باتوں میں الجھ کر سواد اعظم کے جن تقاضوں کو نظر انداز کر دیا تھا، اب شاندار طریقے سے انھیں پورا کرنے میں اک نیا حوصلہ اک نئی امنگ اپنے اندر محسوس کریں گے۔ ان شاءاللہ

اور سواد اعظم کے تقاضے یہ ہیں کہ ہم نظریاتی طور پر مذہب و مسلک اور مسئلہ و مقصد میں واضح فرق و امتیاز کا بہر حال خیال رکھیں، انھیں ایک دوسرے میں گڈ مڈ نہ ہونے دیں۔ دوسرا بڑا تقاضا یہ ہے کہ ابن الوقت اور مفاد پرست سیاست دانوں کی طرح اپنے ذاتی اور شخصی بلکہ واضح فروعی فقہی اور علاقائی روایتی تہذیبی مسائل و اقدار کو دینی مذہبی مسئلہ بنانے کی غلطی نہ کریں جس کو ہم نے غیر شعوری طور پر بے شمار مرتبہ کیا ہے جس کی وجہ سے سواد اعظم کا نمائندہ ہونے کی حیثیت سے اپنے منصبی دینی فرائض کو بھی پس پشت ڈال دیا ہے۔ اِن بنیادی تقاضوں کے علاوہ مزید بہت سے اخلاقی اور جماعتی سماجی تقاضے ہیں جن کو چند سطروں میں ہم یوں بیان کر سکتے ہیں:

(۱) ہم نے پڑھا ہے کہ جب نماز جیسی اہم عبادت سے دانستہ غفلت برتی جانے لگے تو خدا کی طرف سے ایسا عتاب ہوتا ہے کہ سجدوں پر بھی پابندی لگادی جاتی ہے اور پابندی لگانے والے، نماز کو فرض ماننے والے بندوں کے دشمن ہوتے ہیں جیسے آج کئی مہینوں سے دہلی سے لگی ہریانہ کی آبادی گڑگاؤں میں غیر مسلموں کی طرف سے ہو رہا ہے کہ وہاں کی ایک ہندو تنظیم نے حکومت وانتظامیہ کی جانب سے طے شدہ جگہوں پر ہونے والی نماز جمعہ کی جماعتوں کے خلاف اتنا ہنگامہ کھڑا کیا کہ ہریانہ کی ریاستی حکومت اور گڑگاؤں کی پولیس انتظامیہ نے درجنوں مقامات پر ہونے والی نماز جمعہ کی جماعتوں پر پابندی لگادی اور صرف چھ مقامات پر نماز جمعہ ادا کرنے کی اجازت باقی رکھی ہے حالانکہ اس سے پہلے برسوں سے پولیس کی نگرانی میں ہی ۱۸ سے زائد مقامات پر نماز جمعہ ادا کی جاتی رہی ہے، مسلمانوں کے خلاف اِس یک طرفہ کارروائی کے بعد وہاں کے غیر مسلم شر پسندوں کا حوصلہ اتنا بڑھ گیا ہے کہ اب

انہوں نے یہاں تک دھمکی دے ڈالی ہے کہ اب گڑگاؤں میں کہیں بھی جمعہ کی نماز نہیں پڑھنے دیں گے اور یہاں جتنے بھی مزارات ہیں ان سب کو توڑ ڈالیں گے، اس کے بعد یہ دعویٰ بھی کر ڈالا ہے کہ گڑگاؤں میں جتنی بھی وقف بورڈ کی زمینیں ہیں وہ ہندوؤں کی ہیں، اس لئے ان کو مسجدوں اور مزاروں سے خالی کر کے سی اے اے کے تحت پاکستان، افغانستان اور بنگلہ دیش سے آنے والے ہندوؤں کو دیں گے۔

اِن کی یہ خواہش اِن شاء اللہ کبھی نہیں پوری ہونے والی لیکن ہماری طرف سے آپسی اتحاد واتفاق نہ ہونے کی وجہ سے دستوری چارہ جوئی اور اقدامی کارروائی کا نہ ہونا نہایت افسوس ناک ہے۔

اترا کھنڈ کے ہری دوار کے دھرم سنسد کے بعد چھتیس گڑھ کی راجدھانی رائے پور کے دھرم سنسد سے اعلانیہ دی جانے والی دھمکیوں کے بعد ہمارے لئے لازم ہوگیا ہے کہ ہم اپنے عرس اور جلسہ جلوس کو با معنی اور مفید بنانے کی منصوبہ بند کوشش کریں اور صرف تجاویز پاس نہ کریں بلکہ انہی کو سجادہ نشین مانیں اور انہی کو شہ نشین پر بیٹھنے دیں جو اپنے محلے اور خانقاہ کی مسجد میں جماعت سے نمازیں ادا کرتے ہیں، اِسی طرح اعراس و کانفرنس اور جلسے جلوس کی محفلوں میں انہی کو نعت خوانی وخطاب کرنے کا موقع دیں جو اپنے محلے کی مسجدوں میں نمازیں ادا کرتے ہیں، ورنہ یاد رکھیں کہ دین داری کے نام پر کی جانے والی دنیا داری کا نتیجہ یہ ہوگا کہ آنے والے دنوں میں بھارت کے بہت سے شہروں میں نہ صرف یہ کہ کھلی جگہوں میں نمازیں ادا کرنے سے روکا جائے گا بلکہ اپنی مسجدوں میں بھی نمازوں اور سجدوں کی توفیق چھین لی جائے گی، اگرچہ شر پسندوں کی دستور شکنی ایک بہانہ ہوگی لیکن اصل میں وہ قدرت کا عتاب ہوگا جس کے تصور سے بھی ہمارے رونگٹے کھڑے ہو جاتے ہیں۔

(۲) ہم نے دیکھا ہے اور آپ نے بھی بارہا مشاہدہ کیا ہے کہ ہم سنجیدہ ترین مسائل اور فرائض کو بھی روایتی جلسے اور مروجہ کانفرنسوں کا موضوع بنا کر بے معنی اور بے وزن کر دیتے ہیں اور بصیرت وفراست والے موضوعات کو بھی گنوار مقرروں کے حوالے کر دیتے ہیں جو اپنی طبعی عادت کے مطابق جذباتی نعروں کی ریت میں اُن موضوعات کو دفنا دیتے ہیں اور پھر ہمیشہ کے لئے ایک زندہ موضوع، تاریخ کا حصہ بن کر رہ جاتا ہے جیسے کہ آج ہم نے تحفظ ناموس رسالت جیسے حساس اور سنجیدہ موضوع کو بھی روایتی جلسے، کانفرنسوں اور عرس کی تقریروں کا عنوان بنا کر بے معنی کر دیا ہے جس کا بھیانک نتیجہ یہ سامنے آیا ہے کہ چند ماہ پہلے عزت رسول پر مر مٹنے والے بھارتی سنی حنفی مسلمان اب منظر نامے سے غائب ہیں اور تحریر وتقریر کی دنیا کے عاشقان رسول لفظی غیرت اور روایتی ایمانی حرارت کا قلمی زبانی مظاہرہ کرتے پھر رہے ہیں۔ ہم سمجھتے ہیں کہ یہ سب خود ہی اپنی ایمانی حرارت اور مومنانہ غیرت کا مذاق اڑانے کی شاندار مثال ہے تو پھر ایسی قوم اور جماعت کو کیسے اور کب کامیابی ملنے والی ہے جو خود ہی اپنی توہین وتذلیل میں مگن ہے۔ آزادی سے پہلے کے گستاخان رسول کی توہین آمیز کتابوں، عبارتوں اور افراد واشخاص کے نام پر اپنوں کے ایمان وعقیدے کی پیمائش اور خود ساختہ دین ومذہب سے خارج کرنے والے لوگ آزادی کے بعد بلکہ آج کے گستاخان رسول کے خلاف باہر نکلنے کو تیار نہیں۔ اِس دوہری پالیسی اور دانستہ بے توجہی کا حساب و کتاب بھی دینا ہوگا بروز محشر، داورِ محشر کے حضور جن کی عزت وعظمت کو دِکھانے کے لئے قیامت کانفرنس بلائی جائے گی۔

انوارِ قرآن

اِمام کی محبت مسجد سے، اِنتظامیہ کی محبت امام سے

حافظ محمد ہاشم قادری مصباحی٭

دنیا میں اچھے لوگوں کی کمی نہیں اور مطلب پرست یعنی اپنے لئے ہی جینے والوں کی بھی کمی نہیں۔ ہر شعبے میں دونوں طرح کے لوگ موجود ہیں۔ جہاں اس طرح کی خبریں سننے اور پڑھنے کو ملتی ہیں کہ فلاں شہر کی فلاں مسجد کے امام نے تنگدستی، فاقہ کشی سے پریشان ہوکر ذہنی تناؤ میں مبتلا ہوکر خودکشی کرلی۔ فلاں شہر میں مسجد کے امام صاحب اِس مہنگائی کے دور میں پانچ ہزار روپے میں امامت جیسے مقدس فرائض کو انجام دے رہے ہیں۔ ۹ سالوں سے تنخواہ نہیں بڑھی ہے اور جب اُنھوں نے تنخواہ بڑھانے کی گزارش پیش کی تو تنخواہ کیا بڑھائی جاتی، اُن کو امامت سے سُبک دوش کردیا گیا۔ (معاذ اللہ) دوسرے اِمام کو چار ہزار میں بحال کرلیا گیاہے۔ کمیٹی کے ذمہ دار سینہ چوڑا کرکے یہ بتارہے ہیں کہ وضو خانہ میں ٹائلیں لگ رہی ہیں، مسجد میں ایک ٹن اور ڈیڑھ ٹن کی چار، اے، سی لگی ہوئی ہیں، ۱۴ ہزار کا بل ہر ماہ آرہاہے اور تھری فیس کی لائن لگی ہوئی ہے۔ (وغیرہ)

اب اِس خبر پر ہم کس بات پر ماتم کریں کہ نئے امام صاحب کتنے نیک پارسا نکلے کہ صرف چار ہزار میں خدمت انجام دے رہے ہیں؟ یا کمیٹی کی بے حسی اور سابق امام کی تکلیف پر توجہ نہ دینے پر؟

یہ سوال بھی بہت اہم ہے کہ ہم اپنے گریبان پر بھی نظر ڈالیں تو بہت سی کمیاں نظر آئیں گی کہ ہم کس درجہ مطلب پرست ہوگئے ہیں کہ امامت جیسی متبرک ڈیوٹی پر مامور شخص پر بھی توجہ نہیں دیتے۔

نہ تھی حال کی جب ہمیں اپنی خبر رہے دیکھتے اوروں کے عیب وہنر
پڑی اپنی بُرائیوں پر جو نظر تو نگاہ میں کوئی بُرا نہ رہا
(بہادر شاہ ظفرؔ)

ہمارے عیب نے بے عیب کردیا ہم کو یہی ہنر ہے کہ کوئی ہنر نہیں آتا
(مرزا رضا برقؔ)

خوبصورت مسجد! داڑھی ٹوپی والا مولوی:

دراصل جب سے جاہل کمیٹی والے صرف داڑھی ٹوپی والے ہی کو مولوی ومولانا، حافظ وقاری سمجھنے لگے اور مسجد خدا کے گھر کی بجائے خوبصورتی کے نام سے جانے جانے لگی کہ فلاں مسجد بہت خوبصورت ہے اس میں اے سی لگی ہے، وضوخانہ میں ٹائلس لگے ہیں (وغیرہ) تبھی سے مسجدوں کی خوبصورتی بڑھانے، اے، سی لگانے کا کمپٹیشن بھی شروع ہوگیا، بجلی بل دس ہزار امام کی تنخواہ آٹھ ہزار تو پھر امام کس خانہ میں فٹ ہوگا؟ مساجد اللہ رب العزت کی عبادت کے لئے بنائے گئے گھر ہیں جنھیں ایمان والے اللہ تعالیٰ سے اجر وثواب کی نیت سے تعمیر کرتے ہیں:

إِنَّمَا يَعْمُرُ مَسَاجِدَ اللهِ مَنْ آمَنَ بِاللهِ وَالْيَوْمِ الْآخِرِ وَأَقَامَ الصَّلَاةَ وَآتَى الزَّكَاةَ وَلَمْ يَخْشَ إِلَّا اللهَ فَعَسَى أُولَئِكَ أَن يَكُونُوا مِنَ الْمُهْتَدِينَ۔

ترجمہ: اللہ کی مسجدیں صرف وہی آباد کرسکتا ہے جو اللہ پر اور یومِ آخرت پر ایمان لایا اور اس نے نماز قائم کی، زکوٰۃ ادا کی اور اللہ کے سوا (کسی سے) نہ ڈرا۔ سو امید ہے کہ یہی لوگ ہدایت پانے والوں میں ہو جائیں گے، مگر قُربِ قیامت میں ایسے لوگ آئیں گے جو مساجد کو نقش و نگار سے مزین کریں کرکے اِس پر فخر کریں گے۔ (غور کریں گے)

گمراہ بھی ہم کبھی رہے ہیں اس فخر میں کچھ عجب نشے ہیں

نمازیوں کے دل عبادت سے ہٹ کر سجاوٹ میں لگ جائیں گے۔ حضرت سیدنا انس بن مالک رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ نبی کریم ﷺ نے فرمایا ''قیامت اس وقت تک قائم نہ ہوگی جب تک کہ لوگ مساجد پر فخر نہ کرنے لگ جائیں۔'' (سنن ابوداؤد-حدیث: ۴۴۹)

بہت سے صحابۂ کرام رضی اللہ عنہم اجمعین نے مسجدوں کی سجاوٹ سے منع کیا کہ اُمت کہیں ذکر وعبادت اور اطاعت اِلٰہی سے توجہ ہٹا کر مساجد کی عمدہ سے عمدہ تعمیر وآرائش میں مصروف نہ ہوجائیں۔ آج کی کمیٹیاں یہی کررہی ہیں، لیکن بیچارے امام ومؤذن کی تنخواہ کی کوئی فکر نہیں کہ اس مہنگائی میں کیسے گزر بسر کررہے ہیں۔ صرف داڑھی ٹوپی والا کم صلاحیت کا امام رکھ لیا، عوام کی نمازیں خراب ہورہی ہیں انہیں اس

بات کی کوئی پرواہ نہیں۔سیدنا ابوالدرداء فرماتے ہیں:

''جب تم مساجد کی تزئین و آرائش میں مبالغہ کرنے لگو گے اور قرآن مجید کے نسخوں پر نقش و نگار بناؤ گے تو تمہاری بربادی کو کوئی نہیں روک سکے گا۔'' (المصاحف لابن ابی داؤد۔۲/۱۱۰)

امام بغوی رحمہ اللہ اور امام خطابی رحمہ اللہ فرماتے ہیں کہ یہود و نصاریٰ نے اپنے عبادت خانوں کی تزئین و آرائش اس وقت کی جب انہوں نے اپنی آسمانی کتب میں تحریف کی چنانچہ انہوں نے دین کو ضائع کر کے رکھ دیا اور تزئین و آرائش کو اپنا مقصد بنالیا۔''

(فتح الباری۔عمدۃ القاری)

آج ہم اپنے اردگرد نظر دوڑائیں تو قیامت کی یہ نشانی بھی پوری ہوتی دکھائی دیتی ہے۔جب مسجد کی سجاوٹ پر ہی سارا دھیان فوکس ہو تو پھر کمیٹی والوں کو یہ پہچاننے کی ضرورت ہی کیا ہے کہ اس چار، پانچ ہزار والے مولوی کے اندر امامت کی صلاحیت ہے کہ نہیں؟ امامت کے شرائط وضوابط کیا کیا ہیں، کلامِ الٰہی قرآن مجید کو صحیح پڑھتا ہے کہ نہیں، آداب تجوید کی رعایت رکھتا ہے یا نہیں، مسائل شرعیہ سے واقف ہے کہ نہیں (جو شرائط امامت میں اول درجہ رکھتے ہیں) کمیٹی کو تو ایک ڈاڑھی ٹوپی والا امام مل گیا۔اللہ اللہ، خیر صلاّ۔اللہ خیر فرمائے۔آمین

اماموں کی بے قدری کے بہت سے واقعات ہیں، چونکہ میں خود ۳۸ سالوں سے فی سبیل اللہ امامت کی خدمات انجام دے رہا ہوں۔اماموں کی اہمیت اور ان کی حمایت میں مضامین لکھتا ہوں نہ صرف لکھتا ہوں بلکہ تحریک بھی چلا رہا ہوں۔ایک ہو تو لکھوں۔زیادہ تر انتہائی افسوس ناک و شرمندگی والے واقعات ہیں، لیجئے جناب ایک سچا واقعہ ملاحظہ فرمائیں:

زمانہ قدیم سے جمعہ کی خطابت میں دین اسلام کی تبلیغ کے لئے بیان کرنے کا رواج چلا آرہا ہے۔اس بیان کی بڑی اہمیت ہوتی ہے۔ ۲۰ سے ۲۵ منٹ کا بیان بہت سوچ سمجھ کر دینا چاہئے۔سماجی زندگی، سیاسی حالات و اصلاح کی غرض سے عوام کو پیغام دینا چاہئے۔یہ تو ایک قابل عالم دین ہی دے سکتا ہے۔۴/۵ ہزار والے داڑھی ٹوپی والے امام سے توقع رکھنا، ناممکن نہیں تو مشکل ضرور ہے۔بقول علامہ اقبال

زندہ قوت تھی جہاں میں توحید کبھی
آج کیا ہے ، فقط اک مسئلۂ علم کلام
میں نے اے میر سپہ! تیری دیکھی ہے
قُلْ هُوَ اللّٰهُ کی شمشیر سے خالی ہیں نیام
آہ اِس راز سے واقف ہے نہ ملا ، نہ فقیہ
وحدت افکار کی بے وحدت کردار ہے خام
قوم کیا چیز ہے ، قوموں کی امامت کیا ہے
اس کو کیا سمجھیں یہ بیچارے دو رکعت کے امام

اسی جمشید پور شہر میں ایک امام صاحب نے جمعہ کے خطاب میں ''سُود'' جیسے قبیح گناہ کو موضوع بنایا اور قرآن و احادیث کی روشنی میں سُود کی بُرائیاں بیان کیں، بیچارے سیدھے سادھے عالم دین کو کیا پتہ کہ کمیٹی میں اُونچے عہدے پر براجمان شخص سُود کا کاروبار چلاتا ہے؟ بس پھر کیا تھا بیچارے حق اور سچ بولنے والے امام کو دوسرے جمعہ منبر رسول پر چڑھنے نہیں دیا گیا۔بیجا غلط الزامات کی بھرمار کر کے امامت جیسے متبرک پیشے سے سبک دوش کر دیا گیا: إِنَّا لِلّٰهِ وَإِنَّا إِلَيْهِ رٰجِعونَ۔

مسجد کمیٹیوں کے ذمہ داران مسجد کے مالک بنے بیٹھے ہیں امام اور مؤذنین کی پرواہ کرنے والا کوئی نہیں، اِنتہائی کم صلاحیت والے۔امام اور موذنین کی تقرری اسی لئے کی جاتی ہے کہ اُن پر حکومت کی جاسکے، ظاہری بات ہے کہ مجبوری میں ایسی کم صلاحیت والے امام و مؤذن کمیٹی والوں کی چاپلوسی، چاٹوگیری کرنے پر مجبور ہوتے ہیں۔کئی جگہ بے نمازیوں کو کمیٹی میں جگہ دی جاتی ہے جن کو طہارت، غسل اور وضو کے فرائض و واجبات وسنن تک معلوم نہیں ہوتے۔اس لئے مسجد کمیٹیوں میں نمازی حضرات تعلیم یافتہ، ایماندار، پرہیزگار لوگوں کو صدر و سکریٹری اور ممبران منتخب کریں۔بقول مظفر وارثی:

علی الاعلان کیا کرتا ہوں سچی باتیں
چور دروازوں سے آندھی نہیں آیا کرتی

اماموں کی چپقلش، عوام کیا کریں:

حالیہ دہلی کے سفر میں ۱۲ نومبر ۲۰۲۱ء کو چھتر پور کی ''پارے والی مسجد'' میں جمعہ کی نماز پڑھنے کا موقع ملا (اِس مسجد میں ایک ہی مسلک کے دو امام ہیں) نیچے کے حصہ میں مولانا غلام رسول خان نوری امامت کرتے ہیں، اوپر کی منزل پر دوسرے امام صاحب مولانا مفید رضا نماز پڑھاتے ہیں۔کچھ بعید نہیں کہ تیسری منزل تعمیر ہو جس پر الگ امام نماز پڑھانے لگیں۔وقف پراپرٹی والی مسجد میں ایک ہی مسلک کے دو امام امامت کررہے ہیں۔اللہ کی پناہ! اللہ خیر فرمائے۔آمین

فرقہ بندی ہے کہیں اور کہیں ذاتیں ہیں
کیا زمانے میں پنپنے کی یہی باتیں ہیں؟
(علامہ اقبالؔ)

دیگر مذاہب کی طرح مسلمانوں میں بھی فرقہ واریت، مسلکی، فقہی، اعتقادی اور تاریخی و ذاتی اختلافات اور تنازعات عروج پر ہیں

گلا تو گھونٹ دیا اہل مدرسہ نے تیرا
کہاں سے آئے صدا لا الہ الا اللہ
ایک ہی صف میں کھڑے ہو گئے محمود و ایاز
نہ کوئی بندہ رہا اور نہ کوئی بندہ نواز
بندہ و صاحب و محتاج و غنی ایک ہوئے
تیری سرکار میں پہنچے تو سبھی ایک ہوئے اقبال

کاش مسجد میں امام حضرات بھی ایک ہوتے۔ خدا کرے۔

امامت کا عہدہ اللہ کا انعام: امامت کی ذمہ داری اللہ کی نعمت ہے جسے چاہے عطا فرمائے ارشاد باری تعالیٰ ہے:

وَإِذِ ابْتَلَىٰ إِبْرَاهِيمَ رَبُّهُ بِكَلِمَاتٍ فَأَتَمَّهُنَّ۔

ترجمہ: یاد کرو جب ابراہیم کو اس کے رب نے چند باتوں کے ذریعے آزمایا تو اُس نے پورا کر دیا۔

قَالَ إِنِّي جَاعِلُكَ لِلنَّاسِ إِمَاماً۔ (اللہ نے) فرمایا: میں تمہیں لوگوں کا پیشوا بنانے والا ہوں۔ قَالَ وَمِن ذُرِّيَّتِي (ابراہیم) نے عرض کی اور میری اولاد میں سے بھی۔ قَالَ لَا يَنَالُ عَهْدِي الظَّالِمِينَ۔ فرمایا: میرا عہد ظالموں کو نہیں پہنچتا۔

یعنی تمہاری نسل میں سے جو صاحب ایمان ہوں، نیک ہوں گے سیدھے راستے پر چلیں گے، ان سے متعلق ہمارا یہ وعدہ ہے۔ جب رب تعالیٰ نے نیک کی شرط رکھ دی تو پھر چاپلوسی کرنے، سیاست بازی گری کرنے، خوشامد کرنے والوں کی جگہ کہاں بنتی ہے؟

دنیا اچھے لوگوں سے خالی نہیں:

لکھنؤ کی بیسمنٹ والی مسجد جو کہ تین منزلہ ہے، اسی سے متصل مدرسہ غریب نواز بھی چل رہا ہے۔ شمع وہار کالونی، باغ نمبر ۲ (متصل) اموسی ایئرپورٹ لکھنؤ کے صدر مدرس، خطیب و امام حافظ مبین صاحب جو کہ ۱۸ سالوں سے باغ والی مسجد میں امامت کر رہے تھے۔ مسجد کی تعمیر و ترقی اور مسجد کے اردگرد مسلمانوں کی بھلائی کی مہم چلائے ہوئے تھے۔ ۷ دسمبر ۲۰۲۱ء بروز ہفتہ صبح ۱۰ بجے چھت کی ڈھلائی کی تیاری میں سیٹرنگ دیکھنے اُوپر چڑھے جو تقریباً مکمل ہو چکی تھی کہ اچانک بلّی ہل گئی اور حافظ مبین صاحب نیچے گر گئے اور بے ہوش ہو گئے۔ علاج و معالجہ خوب ہوا، ہو رہا ہے آج تک کومہ میں ہیں۔ اب اُنہیں مسجد ہی کے حجرے میں رکھ کر علاج کرایا جا رہا ہے۔ صاف صفائی دیکھتے بنتی ہے میں چشم دید ہوں۔ اِس مسجد میں میرا خطاب ۵ نومبر ۲۰۲۱ء کو محسن کائنات اور حقوقِ حیوانات کی موضوع پر ہوا، لوگوں نے بہت سراہا۔ حیرت کی بات یہ ہے کہ وہاں کے لوگ اور کمیٹی کے لوگ آج تک ان کی فیملی کا پورا خرچ اُٹھا رہے ہیں اور اُن کا پوری طرح سے علاج بھی کرا رہے ہیں، میڈیکل کالج لکھنؤ کے ڈاکٹر اسد عباس صاحب مسلسل علاج کر رہے ہیں۔ ان کے بچوں، ان کی پڑھائی کا خرچ اور مہنگا علاج کا خرچ اب تک ۳۵ لاکھ روپے خرچ ہو چکے ہیں۔ متولی حاجی جمیل صاحب اور دوسرے صاحبان اور موجودہ امام حافظ نوشاد احمد یقیناً قابل مبارک باد ہیں۔ اللہ تمام لوگوں کو جزائے خیر عطا فرمائے۔ آمین

مسلمان کی مدد کرنے کا اجر:

مَنْ فَرَّجَ عَنْ مُسْلِمٍ كُرْبَةً فَرَّجَ اللهُ عَنْهُ بِهَا كُرْبَةً مِنْ كُرُبَاتِ يَوْمِ الْقِيَامَةِ۔ حضرت عبداللہ بن عمر رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ رسولِ کریم ﷺ نے فرمایا ”جو شخص کسی مسلمان کی دنیاوی مشکل حل کرتا ہے اللہ تعالیٰ اس کی قیامت کی مشکلات میں سے کوئی مشکل حل فرمائے گا۔“ (بخاری، ج ۲ ص، ۸۶۲، حدیث: ۲۳۱۰)

اللہ انہیں امام کی خدمت کرنے کی اور توفیق دے۔ آمین۔ آنے والے ۷ دسمبر کو مکمل دو سال ہو جائیں گے۔ اللہ کریم انہیں شفا و صحت عاجلہ کاملہ مستمرہ عطا فرمائے۔ آمین

ہاتھ خالی ہیں تیرے شہر سے جاتے جاتے
جان ہوتی تو میری جان لُٹاتے جاتے
(راحت اندوری)

خدمت خانۂ خدا پر جان نچھاور کرنے پر رب کی رحمتیں بھی ملتی ہیں خوب ملتی ہیں امام کی خدمت کا یہ واقعہ عبرت ناک ہے۔ اللہ سب کو امام کی عزت اور خدمت کرنے کی توفیق بخشے۔ آمین ثم آمین

☆☆☆

☆امام وخطیب مسجد ہاجرہ رضویہ، مانگو، جمشید پور (جھارکھنڈ)

انوارِ حدیث

حسن اخلاق سے شمع اسلام پوری دنیا میں روشن ہوئی

محمد مدثر حسین اشرفی★

سرکار دوعالم ﷺ کے اخلاق کریمہ سے متاثر ہوکر لوگ اسلام میں داخل ہونے لگے حالانکہ اسلام قبول کرنے والوں میں ایسے بھی حضرات کے ناموں کا تذکرہ ہے جو، اسلام کا نام سننا بھی گوارا نہیں کرتے تھے، لیکن جب انہوں نے رسول کائنات ﷺ کے اخلاق کریمہ کو دیکھا، تو سوچنے پر مجبور ہوئے کہ اس سے قبل ہم نے ایسا بہتر اخلاق کا پیکر کبھی دیکھا، نہ اس کے بعد اس جیسا حسن اخلاق والا دیکھا جا سکتا ہے، فوراً دل میں اسلام کی حقانیت نے اپنی جگہ بنالی اور زبان نے اقرار کیا اَشْهَدُ اَنْ لَّا اِلٰهَ اِلَّا اللّٰهُ وَاَشْهَدُ اَنَّ مُحَمَّدًا عَبْدُهٗ وَ رَسُوْلُهٗ اور مسلمان ہوگئے۔ پوری زندگی سرکار دوعالم ﷺ کی محبت اور غلامی میں گزار دی۔ آپ ﷺ کے اخلاقِ حسنہ کو رب تبارک و تعالیٰ عظیم فرمارہا ہے: **انك لعلیٰ خلق عظیم**۔ (سورہ القلم آیت ۴)

اے محبوب! ﷺ بیشک آپ عظیم الشان خلق کے مالک ہیں:

مذکورہ آیت کی تفسیر کرتے ہوئے، حضرت علامہ پیر کرم شاہ ازہری رقم طراز ہیں: **انك لعلیٰ خلق عظیم** فرما کر بتادیا کہ حضور کی ذات تمام کمالات کی جامع ہے، وہ کمالات جو نبیوں اور رسولوں میں متفرق طور پر پائے جاتے تھے، وہ مجموعی طور پر اپنی تمام جلوہ سامانیوں اور اپنی جملہ رعنائیوں کے ساتھ اس ذات اقدس واطہر میں موجود ہیں۔ شکر نوح، خلت ابراہیم، اخلاص موسیٰ، صدق اسمٰعیل، صبر یعقوب، تواضع سلیمان علیہم الصلوٰۃ والسلام سب یہاں جمع ہیں۔

حسنِ یوسف دمِ عیسیٰ ید بیضا داری
آنچہ خوباں ہمہ دارند تو تنہا داری

حضرت امام شرف الدین بوصیری نے اپنے مخصوص انداز میں کیا خوب فرمایا ہے کہ حضور ﷺ اپنی ظاہری شکل وصورت اور سیرت واخلاق کے اعتبار سے تمام انبیاء سے برتر ہیں۔ کوئی نبی آپ کے مقام علم اور شان کرم کے قریب بھی نہیں پہنچ سکتا، حضور کی ذات بزرگی کا آفتاب ہے، سبھی انبیاء آپ کے ستارے اور وہ ستارے عہد جاہلیت کے اندھیروں میں آپ کے انوار اور تابانیوں کو ظاہر کرتے رہے ہیں۔

حضرت ام المؤمنین عائشہ صدیقہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے جب کسی نے خلق مصطفوی کے بارے میں پوچھا تو آپ نے مختصر اور جامع جواب دیا: كَانَ خُلُقُهُ الْقُرْآنَ۔ حضور کا خلق قرآن تھا یعنی جن محاسن اوصاف اور مکارم اخلاق کو اپنانے کا قرآن نے حکم دیا ہے حضور اُن سے کمال درجہ متصف اور جن لغو باتوں اور فضول کاموں سے بچنے کی ترغیب دی ہے، حضور اُن سے پوری طرح منزہ ومبرّا تھے۔ ایک دوسرے شخص نے جب یہی سوال کیا تو ام المؤمنین نے فرمایا سورہ المؤمنون کی پہلی دس آیتیں پڑھ لو ان میں ہی حضور کے خُلق کی صحیح تصویر ہے۔

(ضیاء القرآن)

روایت ہے حضرت انس سے فرماتے ہیں کہ میں نے نبی کریم ﷺ کی دس سال خدمت کی، (حضور انور ﷺ کے مدینہ طیبہ میں تشریف لانے پر حضرت انس رضی اللہ تعالیٰ عنہ کی عمر آٹھ سال تھی، ان کے والدین اس وقت حضور انور کی خدمت میں انہیں لائے اور بولے کہ ہم نے انہیں آپ کی خدمت کے لئے وقف کردیا) کبھی مجھے تف نہ فرمایا، نہ یہ کہ تم نے یہ کیوں کیا اور یہ کہ کیوں نہ کیا۔ (یعنی میں کم عمر بھی تھا اور کم سمجھ بھی، مجھ سے قصور بھی ہوتے اور کبھی کچھ نقصان بھی ہوجاتا تھا جیسے کوئی چیز ٹوٹ جانا وغیرہ مگر اُس سراپا رحم وکرم نے مجھے کبھی جھڑکا نہیں اور ملامت کے طریقہ پر یہ نہیں فرمایا کہ تم نے یہ کیوں کردیا، یہ کیوں چھوڑ دیا۔

روایت ہے انہی سے، فرماتے ہیں کہ رسول اللہ ﷺ لوگوں میں سب سے اچھے اخلاق والے تھے، حضور نے مجھے ایک دن کسی کام کے لئے بھیجا، (مجھے وہاں جانے کا حکم دیا) میں نے کہا کہ اللہ تعالیٰ کی قسم میں نہ جاؤں گا، (یہ جواب نافرمانی نہیں بلکہ ناز بردار بے نیاز کریم پر نیاز مندانہ ناز ہے۔ شعر

کشادہ دست کرم جب وہ بے نیاز کرے
نیاز مند نہ کیوں عاجزی پہ ناز کرے

(علامہ اقبال)

جیسے بچے ماں باپ پر ضد کرتے ہیں اور کہتے ہیں کہ ہم تو نہیں کرتے اور یہ واللہ قسم کے لئے بھی نہیں کہ اس پر قسم کے احکام جاری ہوں بلکہ بلا قصد یہ لفظ بولا گیا ہے۔امام شافعی کے ہاں یہ قسم لغو ہے، امام اعظم کے نزدیک قسم ہی نہیں)اور میرے دل میں یہ تھا کہ اس کام کے لئے جاؤں جس کا مجھے رسول اللہ ﷺ نے حکم دیا، (یعنی میرا یہ انکار صرف زبانی تھا دل سے نہ تھا چونکہ یہ کام لڑکپن میں تھا، اس لئے حضور انور نے بار بار جانے کا حکم نہ دیا بلکہ نہایت ہی نرمی فرماتے ہوئے خاموش ہو گئے۔ﷺ) چنانچہ میں روانہ ہو گیا حتی کہ میں کچھ بچوں پر گزرا جو بازار میں کھیل رہے تھے، (جب میں ان کھیلنے والے بچوں پر گزرا تو میں بھی ان کا کھیل دیکھنے کے لئے کھڑا ہو گیا) اچانک رسول اللہ ﷺ نے میرے پیچھے سے میری گردن پکڑی، (گردن پکڑنا انتہائی پیار و محبت سے تھا) فرماتے ہیں کہ میں نے حضور کی طرف دیکھا آپ ہنس رہے تھے (مسکرا رہے تھے) فرمایا کہ اے انیس کیا تم وہاں جا رہے ہو (لفظ انس کو انیس فرمانا بھی محبت کرم سے تھا) جہاں جانے کا میں نے تم کو حکم دیا تھا؟ میں نے عرض کیا ہاں یا رسول اللہ میں جا رہا ہوں (یہ ہے اپنے ارادہ کا اظہار یعنی میں نے صرف زبان سے انکار کیا تھا جانے کا ارادہ اس وقت ہی تھا۔)

(مراۃ المناجیح از حکیم الامت، مفتی احمد یار خان نعیمی اشرفی علیہ الرحمہ)

حضرت زید بن حارثہ کا واقعہ: یہ واقعہ اعلان نبوت سے قبل کا ہے کہ اس وقت حضرت زید بن حارثہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ کی عمر تقریباً آٹھ سال تھی، آپ اپنی والدہ کے ہمراہ اپنے ننیہال جا رہے تھے کہ اُچکے آپ کو اپنی گرفت میں لے لیے (اس دور میں بچوں کو چوری کر کے فروخت کیا جاتا تھا) اور آپ کو فروخت کرنے کے لئے بازار میں لے گئے، حسن اتفاق کہ آپ کو ام المؤمنین حضرت خدیجہ رضی اللہ تعالیٰ عنہا کے بھتیجے نے خریدا پھر آپ ام المؤمنین کی بارگاہ میں پیش کیے گئے، انہوں نے آپ کو اپنی پھوپھی کی خدمت کے لئے مقرر کیا۔ جب رسول اللہ ﷺ کی شادی حضرت خدیجہ رضی اللہ تعالیٰ عنہا سے ہوئی تو ام المؤمنین نے حضرت زید بن حارثہ کو سرکار دو عالم ﷺ کی خدمت میں پیش کر دیا۔عرض کی حضور! یہ آپ کا غلام ہے، آپ اس سے جو چاہیں خدمت لے سکتے ہیں ۔جیسے ہی حضرت زید سرکار کی بارگاہ میں پیش کیے گئے، ان کی زندگی میں انقلاب آ گیا، رسول کائنات ﷺ نے ارشاد فرمایا: اے زید! میں تم کو آزاد کرتا ہوں، اگر تم اپنے گھر جانا چاہتے ہو، میں تم کو بخوشی اجازت دیتا ہوں اور اگر تمہاری مرضی یہیں رہنے کی ہے تو رہو۔

اُدھر اُن کے والدین اپنے بچے کی جُدائی میں بہت پریشان تھے، ان کی حالت عجیب ہو گئی تھی۔بچے کا اپنے والدین سے جُدا ہونا کس قدر گراں گزرتا ہے والدین اس کیفیت کو بخوبی سمجھتے ہیں۔تاریخ میں آتا ہے کہ ان کے والد ایک دیوانہ کی طرح اپنے بچے کو تلاش کرنے لگا، کبھی جنگلوں میں تلاش کرتا ہے، تو کبھی پہاڑوں کی کھوہ میں اپنے بچے کو ڈھونڈتا ہے، بچے کی محبت میں دیوانہ ہو گیا ہے پھر کسی کے ذریعہ حضرت زید کے والد کو معلوم ہوا کہ تمہارا بیٹا مکہ شریف میں رسول اللہ ﷺ کی بارگاہ میں ہے۔انہوں نے اپنے بھائی کو ساتھ لیا اور مکہ مکرمہ کے لئے روانہ ہوئے، پوچھتے پوچھتے سرکار دو عالم ﷺ کی بارگاہ تک پہنچے اور عرض کیا: میرا بیٹا جس کا نام زید ہے آپ کے پاس ہے؟ سرکار نے ارشاد فرمایا: ہاں ہے، انہوں نے عرض کیا ہم آپ کو فدیہ دیتے ہیں، میرے بیٹے کو میرے حوالے کر دیجئے، سرکار نے ارشاد فرمایا: مجھے فدیہ نہیں چاہئے تمہارا بیٹا اگر تمہارے ساتھ جانا چاہتا ہے تو میں بخوشی اجازت دیتا ہوں کہ اسے اپنے ساتھ گھر لے جائیں اور اگر وہ جانا نہیں چاہتے تو میں محمد (ﷺ) ہوں، اپنے سے کسی کو جُدا نہیں کرتا ہوں۔

حضرت زید بن حارثہ بارگاہ مصطفیٰ ﷺ میں طلب کیے گئے، سرکار نے ارشاد فرمایا: تمہارا باپ اور چچا تمہیں گھر لے جانے کے لئے آئے ہیں اب تمہاری مرضی ہے جانا چاہتے ہو تو جا سکتے ہو۔حضرت زید بن حارثہ کی نگاہ کبھی رسول اللہ ﷺ کو دیکھتی ہے، تو کبھی اپنے باپ اور چچا کو دیکھتی ہے۔ بالآخر انہوں نے فیصلہ کیا کہ سرکار کی بارگاہ سے بہتر کوئی بارگاہ نہیں۔حضرت زید بن حارثہ نے عرض کیا حضور:

آپ کو پا کر کس کو چنوں؟ کس کا انتخاب کروں؟ حضور میں آپ ہی کی غلامی میں رہنا چاہتا ہوں اور انہوں نے اپنے گھر جانے پر سرکار کی بارگاہ میں رہنے کو ترجیح دی۔

غور کریں کہ حضرت زید بن حارثہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ کو رسول اللہ ﷺ کی بارگاہ کرم سے کیسی محبت ملی، کیسا پیار ملا کہ انہوں نے اپنے گھر جانے سے صاف انکار کر دیا۔یہ اخلاق حسنہ ہی کی برکت ہے کہ پورے عالم میں نورِ اسلام پھیل گیا۔سرکار دو عالم ﷺ کی بارگاہ میں

آنے والا کیسا ہی سخت مزاج کیوں نہ ہو مگر آپ اس انداز سے پیش آتے کہ آنے والے آپ کے اخلاق حسنہ سے ضرور متاثر ہوتے۔ آج مسلمانوں میں اخلاق کا فقدان نظر آرہا ہے، آج اگر کسی کے پاس دو پیسے آجائیں، تو غریبوں کو نہ صرف کہ یہ حقارت کی نظر سے دیکھتے ہیں بلکہ ان سے ہم کلام ہونا اپنی توہین سمجھتے اور اگر ہم کلام ہو بھی جائیں تو بدخُلقی سے پیش آتے ہیں (اللہ تعالیٰ ایسوں کو ہدایت دے آمین) آج اس بات کی اشد ضرورت ہے کہ حسن اخلاق کو زندگی میں لایا جائے، خندہ پیشانی کا مظاہرہ کیا جائے اور عفو درگزر کا جذبہ پیدا کیا جائے۔ اعلیٰ حضرت فاضل بریلوی قدس سرہ کے اِس شعر پر مضمون ختم کرتا ہوں۔

تیرے خلق کو حق نے عظیم کہا تیری خلق کو حق نے جمیل کیا
کوئی تجھ سا ہوا ہے نہ ہوگا شہا تیرے خالق حسن وادا کی قسم

☆☆☆

☆ابن مولانا لعل محمد اشرفی (تلنگا) خطیب وامام رضائے مصطفےٰ
مسجد گیورائی، ضلع بیڑ، مہاراشٹر
9172869263, 6204063980

ارم با خاک پاکش ہم نشیں باد

پنواڑی ضلع مہوبہ بندیل کھنڈ میں قاضی ابراہیم ابن قاضی محمد کا عرس مبارک منایا گیا

فارسی زبان میں ''نسب الانساب'' نامی کتاب کے مصنف حضرت علامہ قاضی ابراہیم ابن قاضی محمد قادری کثیر التلامذہ عالم دین، خوش نویس مدرس، عربی دان معلم، اپنے وقت کے زوردار خوش بیان خطیب اور کتاب دوست قاضی تھے جو سرکار کالپی میں بڑے مقبول تھے، رمضان المبارک ۱۰۰۴ھ ۴۷ سال کی عمر میں آپ کا وصال ہوا، آپ کے وصال کی خبر ملنے پر ایک بزرگ نے فرمایا

''ارم با خاک پاکش ہم نشیں باد'' کہ جنت ان کے قدموں کی پاکیزہ خاک کی ہم نشین ہوگئی۔ سبحان اللہ! کتنی اچھی شان ہے قاضی صاحب کی۔

شیخ محمد اکبر، احمد علی بھائی اور شان محمد صاحبان کے زیر انتظام قاضی صاحب کے سالانہ عرس مبارک کی ''روحانی تقریب'' کو خطاب کرتے ہوئے مولانا محمد ظفر الدین برکاتی مدیر اعلیٰ ماہ نامہ کنزالایمان دہلی نے ''گلزار ابرار'' جیسی کتابوں کے حوالے سے یہ تعارفی کلمات کہے اور مزار سے متصل تاریخی مسجد کے امام اور مؤذن صوفی محمد شریف صاحب کے حوالے سے بتایا کہ قاضی صاحب کا وصال اگر چہ رمضان المبارک میں ہوا لیکن آپ کی سالانہ فاتحہ خوانی شب برات میں ہوتی ہے۔ مسجد کے محرابی حصے میں باہر کی جانب واقع چھوٹے سرکار صوفی محمد علی صاحب کا عرس بھی اسی موقع پر منایا جاتا ہے۔ مزار شریف غیر مسلم محلے میں مارکیٹ سے دور گاؤں میں واقع ہے۔

روحانی تقریب میں عثمان آباد مہاراشٹر میں واقع حضرت خواجہ سید شمس الدین غازی چشتی خلیفہ حضرت خواجہ نظام الدین اولیاء محبوب الٰہی کی بارگاہ کے سجادہ نشین حضرت صوفی سید مرتضیٰ علی حسینی عرف افسر پاشا چشتی قادری خانقاہ جنیدیہ، حضرت خواجہ بندہ نواز گیسو دراز گلبرگہ شریف کے نمائندہ صوفی سید شمشیر علی حسینی جنیدی عرف امتیاز پاشا چشتی، نیلنگہ شریف مہاراشٹر کے سجادہ نشین سید کریم اللہ نبیرہ قادری عرف ظہیر پاشا رزاقی، صوفی منظور ظہور شاہ چشتی سری نگر کشمیری اور شیخ بلال احمد شاہ پونے مہاراشٹر بطور خاص شریک محفل ہوئے اور مقامی علمائے کرام، امام صاحبان اور عوام وخواص مرد وخواتین نے شرکت کی۔ ایک زمانے کے بعد مزار شریف کے احاطے میں منعقد عرس میں بہت سے بیرونی علمائے کرام اور مشائخ عظام کی شرکت اور موجودگی سے مقامی علمائے کرام بہت خوش تھے۔

صلوٰۃ وسلام کے بعد محفل سماع بھی ہونے والی تھی لیکن قوال صاحبان کے ساتھ مزامیر کو دیکھ کر درگاہ اور مسجد کے نگراں صوفی محمد شریف صاحب نے منع کر دیا کہ اب کوئی نئی روایت نہ ڈالی جائے کیونکہ یہ مزار شریف اور مسجد برادران وطن کے محلے میں ہے اور کسی مسلمان کا یہاں مکان نہیں، اس لئے محفل میلاد پاک ہی کافی ہے جس پر سب نے اتفاق کیا پھر دوسرے دن قاضی صاحب کے خاندانی احمد علی بھائی کے مکان پر قوالی سنی گئی۔

رپورٹ: سید محمد عفان ومحمد شہباز خان تحفظ ناموس رسالت ایکشن ٹرسٹ، پنواڑی ضلع مہوبہ بندیل کھنڈ، اتر پردیش

علم فقہ اور ارباب فقہ

محمد ہارون مصباحی★

۷؍ دسمبر ۲۰۲۱ء کو ''انوارِ قرآن سیمینار'' کشی نگر (پروانچل) اتر پردیش میں شرکت کے لئے، سفر کے دوران سراج الفقہاء دام ظلہ نے یہ افادہ فرمایا، جسے راقم محمد ہارون مصباحی فتح پوری، خادم التدریس الجامعۃ الاشرفیہ، مبارک پور نے تحریری شکل میں لانے کی سعادت حاصل کی۔

علم فقہ کسبی سے زیادہ وہبی چیز ہے۔ اللہ عز وجل علم فقہ اپنے اُس بندے کو عطا فرماتا ہے جس کے اندر پانچ اہم خوبیاں پائی جائیں:

(۱) وسعت مطالعہ:

علم فقہ میں تبحر ومہارت کے لئے وسعت مطالعہ بنیادی چیز ہے۔ آدمی کا فقہی مطالعہ جتنا وسیع ہوگا علم فقہ میں تبحر ومہارت اسی قدر زیادہ ہوگی۔ بظاہر یہ لگتا ہے کہ مطالعہ ایک کسبی چیز ہے، لیکن اگر غور سے دیکھا جائے تو معلوم ہوگا کہ وسعت مطالعہ دراصل دو بنیادی ارکان کا نام ہے:

ایک ہے آدمی کا مطالعہ کرنا اور دوسرا ہے مطالعے کی توفیق ملنا۔ آدمی کا مطالعہ کرنا اُس کا اپنا عمل ہے جو کسبی ہے، لیکن مطالعے کی توفیق ملنا اللہ کی طرف سے ہے جو خالص وہبی ہے اور یہی وسعت مطالعہ کا سب سے اہم رکن ہے۔

معلوم ہوا کہ وسعت مطالعہ بظاہر کسبی ہے، لیکن باطن میں وہبی امر ہے۔

(۲) اخذ:

اخذ کا مطلب ہے کسی چیز سے اس میں چھپے ہوئے لطیف اور نفیس مادے کو اپنی حکمت اور تدبیر سے نچوڑ کر نکال لینا۔ محسوس مثالوں کے ذریعے اسے یوں سمجھا جا سکتا ہے کہ گنّے کی ظاہری منفعت ہے اس کا رس اور عام لوگوں کا ذہن گنّے کے اسی ظاہری فائدے تک ہی پہنچ پاتا ہے، لیکن جن کے اندر اخذ کا ملکہ ہوتا ہے وہ گنّے میں چھپے ہوئے باطنی منافع پر غور کرتے ہیں اور اپنی اخذ کی صلاحیت کو بروئے کار لا کر اس میں چھپے ہوئے نفیس اور لطیف مادے یعنی گڑ اور شکر جیسی منفعت بخش چیزیں اخذ کر لیتے ہیں۔ اسی طرح دودھ سے اس میں چھپا ہوا نفیس اور باریک مادہ گھی اخذ کر لیتے ہیں۔

ٹھیک اسی طرح اخذ کا اطلاق معانی کے لئے بھی ہوتا ہے، ایک فقیہ کے لئے ضروری ہے کہ وہ کتاب وسنت کے نصوص کی گہرائیوں میں اتر کر اپنی حکمت وتدبیر سے ان میں چھپے ہوئے نفیس اور قیمتی احکام و مسائل اور اسرار ورموز نکال لائے اور بیان کرے۔ یہ ہے معانی میں اخذ کی مثال اور اخذ کا یہ عمل محسوسات کی بنسبت معانی میں زیادہ مشکل اور محنت طلب ہوتا ہے۔ چوں کہ اخذ کا یہ ہنر اللہ عز وجل کی طرف سے ہی ملتا ہے۔ اس لحاظ سے اخذ ایک خالص وہبی چیز ہوئی۔

(۳) استحضار:

استحضار کا مطلب یہ ہے کہ آدمی نے جو کچھ پڑھا ہے اور پھر اخذ کیا ہے اُسے اپنے ذہن ودماغ میں محفوظ کر لے اور باقی رکھے۔

یہ بھی خالص وہبی چیز ہے۔

(۴) تبادر ذہنی:

تبادرِ ذہنی کا مطلب یہ ہے کہ آدمی نے جو کچھ پڑھا ہے اور پھر اخذ کر کے ذہن ودماغ میں اس کا استحضار کیا، اس کے اسرار ورموز، دقیق معانی ومفاہیم اور پوشیدہ مسائل واحکام تک اس کے ذہن ودماغ کی رسائی ہو جائے۔ یہ بھی خالص وہبی چیز ہے جو اللہ کے اُن بندوں کو حاصل ہوتی ہے جنھیں اللہ اس کام کے لئے منتخب فرما لیتا ہے۔

ایں سعادت بزورِ بازو نیست — تا نہ بخشد خدائے بخشندہ

(۵) اخلاص عمل:

اِن چار خوبیوں کے ساتھ آدمی کے لئے جو پانچویں چیز ضروری ہے وہ ہے اخلاص عمل۔ جب آدمی خلوص وللّٰہیت کے ساتھ اور صرف خدمت علم دین کی نیت سے علم فقہ کی طرف رجوع کرے تو اللہ عز وجل اس کے ساتھ خیر کا ارادہ فرماتا ہے اور اُسے فقاہت فی الدین کی سعادت سے بہرہ ور فرماتا ہے۔ ارشادِ رسالت مآب صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم ہے:

من یرد اللہ بہ خیرا یفقھہ فی الدین

اللہ اپنے جس بندے کے ساتھ خیر کا ارادہ فرماتا ہے اسے دین کی فقاہت عطا فرماتا ہے۔

افادات سراج الفقہاء حضرت مفتی محمد نظام الدین رضوی
صدر شعبۂ افتا وشیخ الحدیث الجامعۃ الاشرفیہ، مبارک پور

شرعی احکام

گستاخیِ رسالت و دیگر جرائم میں عوام کا سزائیں دینا کیسا؟

پروفیسر عون محمد سعیدی مصطفوی★

اِس میں کوئی شک نہیں کہ ایک غیرت مند مسلمان کے نزدیک گستاخی رسالت کا معاملہ انتہائی حساس ہے، کوئی بھی سچا مؤمن رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہٖ وسلم کی گستاخی کو کسی بھی صورت برداشت نہیں کر سکتا۔

اسلامی شریعت میں گستاخ رسول کی سزا قتل ہے لیکن یاد رہے کہ بالاتفاق شرعی و قانونی سزاؤں کا نفاذ عام مسلمانوں کا نہیں بلکہ حکومت کا کام ہے۔ ہم شرعاً اپنے باپ بھائی کے قاتل کو بھی ازخود شرعی سزا نہیں دے سکتے۔ اپنی اولاد پر بلکہ خود اپنے آپ پر بھی شرعی سزائیں نافذ نہیں کر سکتے۔ اس کے لئے ہمیں عدالت کی طرف رجوع کرنا ہوگا۔ عظیم عاشق رسول اعلیٰ حضرت امام احمد رضا قادری محدث بریلوی علیہ الرحمہ فرماتے ہیں:

سزا کے طور پر قتل کرنا عوام کا نہیں بلکہ حکام کا اختیار ہے:

اِس وقت اِس حوالے سے دوطرفہ آگ لگی ہوئی ہے۔ کچھ ملعونوں نے گستاخی رسالت کی عادت بنالی ہے (اللہ ان کو تباہ و برباد کرے) جبکہ کچھ لوگوں نے گستاخی رسالت کی سزا کو اپنے ہاتھوں میں لے کر اُس کا ناجائز استعمال شروع کر دیا ہے جس سے دین بدنام ہو رہا ہے۔

اس سلسلے میں چند ضروری ہدایات ملاحظہ ہوں:

یہ بات ایک مرتبہ پھر اچھی طرح ذہن نشین کر لیں کہ گستاخی رسالت سمیت دیگر جرائم چوری ڈاکہ قتل زنا شراب نوشی وغیرہ کی سزاؤں کا نفاذ حکومت کی ذمے داری ہے نہ کہ عام لوگوں کی۔ اگر کسی شخص نے نعوذ باللہ گستاخی کا ارتکاب کیا، لوگوں نے اشتعال میں آ کر اُسے مار ڈالا اور بعد از تحقیق ثابت ہوا کہ اس نے واقعی گستاخی کا ارتکاب کیا تھا تو قاتلوں کو بدلے میں قتل کی سزا تو نہیں دی جا سکتی لیکن قانون ہاتھ میں لینے کی کوئی بھی مناسب سزا دی جا سکتی ہے۔

گستاخ رسول کے قاتل کو ہیرو بنانے کا رواج اُس وقت شروع ہوا جبکہ حکومتوں نے اس سلسلے میں غفلت کا مرتکب ہونا شروع کیا، اگر حکومتیں گستاخان رسول کو عدل و انصاف کے تقاضوں کے عین مطابق بر وقت کیفر کردار تک پہنچا دیتیں تو کوئی بھی فرد قانون کو ہاتھ میں نہ لیتا اور نہ ہی لوگ اسے ہیرو بناتے. بلکہ ایسے میں حکومت عوام کی ہیرو ہوتی۔

اگر خدانخواستہ کوئی شخص گستاخی رسالت کا ارتکاب کرے تو لوگوں کی ذمے داری ہرگز یہ نہیں کہ اُسے قتل کر دیں بلکہ ان کی ذمے داری یہ ہے کہ وہ فی الفور اُسے پکڑ کر قانون کے حوالے کریں نیز اُسے سزا دلوانے کے لئے ہر ہر سطح پر بھرپور جدوجہد کریں۔ اگر حکومت نے گستاخ رسول کو سزا دینے میں غفلت کا ارتکاب کیا تو اس کا وبال اسی پر پڑے گا، عام لوگ اس سے بری الذمہ ہوں گے لہٰذا اس بنیاد پر عوام کے لئے سزائیں اپنے ہاتھ میں لے لینے کی کوئی گنجائش نہیں۔

اگر کچھ لوگ مل کر کسی شخص کو یہ کہتے ہوئے مار رہے ہوں کہ اس نے اللہ و رسول کی گستاخی کا ارتکاب کیا ہے تو عام لوگوں کا اس مار پیٹ میں شامل ہونا قطعاً جائز نہیں، کیونکہ انہوں نے اپنی آنکھوں سے اسے گستاخی کرتے نہیں دیکھا بلکہ ان کا فرض ہے کہ مار پیٹ کرنے والوں کو حکمت سے منع کریں اور ملزم کو قانون کے حوالے کرنے تلقین کی کریں۔

عام لوگوں کے لئے مجرموں کو سزائیں دینا اس لئے منع ہے کہ اس سے نہ صرف معاشرے میں انارکی پھیلتی ہے بلکہ انواع واقسام کی دوسری پیچیدگیاں بھی پیدا ہوتی ہیں۔ اگر ہر شخص خود ہی گواہ، خود ہی جج اور خود ہی جلاد بن کر سزائیں دینا شروع کر دے تو سب کچھ تلپٹ ہو کے رہ جائے۔

پھر گستاخی رسالت کا معاملہ تو بے حد حساس ہے، اس میں کثیر باریکیاں ہیں، کئی دفعہ بندہ سمجھنے میں غلطی کر بیٹھتا ہے، حقیقت میں گستاخی نہیں ہوتی لیکن وہ سمجھتا ہے کہ گستاخی ہو گئی لہٰذا جب تک عدالت خوب اچھی طرح تحقیق نہ کر لے تب تک کوئی بھی سزا نافذ نہیں کی جا سکتی۔

یاد رہے کہ صحابہ کرام، اہل بیت اطہار اور دیگر بزرگان دین کی گستاخی بھی اگرچہ بہت بڑا اور سنگین جرم ہے لیکن اس کی سزا قتل نہیں بلکہ اس پر تعزیر ہے، یعنی حکومت و عدالت اس پر بعد از تحقیق و تفتیش جو بھی سزا تجویز کریں وہی نافذ کی جائے گی۔ ان گستاخوں کو بھی سزا کے لئے حکومت ہی کے سپرد کیا جائے گا، عوام ازخود اُنہیں سزا نہیں دے سکتے۔

عوام کے لئے ضروری ہے کہ وہ اللہ رسول صحابہ اہل بیت اور بزرگان دین کے گستاخوں سے خود کو دور رکھیں، ان سے ہر طرح کے تعلقات منقطع کر دیں، کسی بھی قسم کا لین دین نہ کریں، رشتوں ناتوں سے اجتناب کریں۔ ان کے ہاں آنا جانا اٹھنا بیٹھنا کھانا پینا سب بند کر دیں، انہیں اپنے لئے مردہ تصور کریں۔ کچھ دین دشمن لوگ تاک میں ہوتے ہیں، جیسے ہی کوئی واقعہ ہوتا ہے مسلمانوں پر شدت پسندی وغیرہ کے الزامات لگانا شروع کر دیتے ہیں۔

ہم نے اسلامی احکام آپ کے سامنے واضح لفظوں میں پیش کر دیے ہیں، اب اُس کے بعد جو بھی غیر شرعی غیر اخلاقی یا غیر قانونی معاملہ ہو اُس کا الزام دین اسلام، علمائے اسلام یا مسلمان جیسے مقدس نام پر دھرنے کی بجائے لوگوں کی ذاتی جہالت، شرارت اور جذباتیت پر لگائیے کیونکہ نہ تو اس کی ذمے داری اسلام پر عائد ہوتی ہے نہ علمائے کرام پر اور نہ ہی مسلمان ہونے پر۔

اجتماعی مار دھاڑ اور قتل کے واقعات صرف ہمارے معاشرے میں نہیں بلکہ دنیا کے ہر ملک اور ہر قوم میں ہوتے ہیں۔ وہاں بھی ذمے داری جہالت شرارت اور جذباتیت پر عائد ہوتی ہے نہ کہ اس ملک یا قوم پر۔ ایک پہلو یہ بھی ہے کہ بعض اوقات اسلام، اہل اسلام اور قانون ناموس رسالت کو بدنام کرنے کے لئے باقاعدہ سازشیں بھی کی جاتی ہیں، واقعہ کچھ ہوتا ہے بنا کچھ دیا جاتا ہے لہٰذا عام مسلمانوں کو جلد بازی میں کوئی بھی ردعمل نہیں دینا چاہیے، یہاں ہر قدم پھونک پھونک کر رکھنے کی ضرورت ہے۔

☆ادیب وخطیب، حافظ قرآن، عالم دین☆

زبردستی مطالبہ اور نمائشی جہیز کی قبیح اور حرام رسم و رواج کے خلاف ایک رکن اسمبلی کا عملی جہاد

آج مجلس اتحاد المسلمین (بہار) کے ریاستی صدر، امور اسمبلی حلقہ (سیمانچل) سے بہار اسمبلی کے رکن جناب اختر الایمان کی صاحب زادی کی شادی ہوئی۔ نماز عصر سے قبل دولہا، اپنے ابو جان اور خاندان کے چند ذمہ داران کے ساتھ ایم ایل اے صاحب کے گھر پہنچے۔ بعد نماز عصر مسجد کے مقامی نمازیوں، قریبی رشتے داروں اور طرفین کے چند مخصوص افراد کی موجودگی میں، مسجد ہی میں نکاح پڑھایا گیا۔ دولہے کی طرف سے کھجور اور مٹھائیاں تقسیم کی گئیں۔ نہ باراتی کے نکھرے اور نا جہیز کا بوجھ۔ خاندان، رشتے داروں اور پڑوسیوں کی طرف سے نیک خواہشات کے ساتھ اختر الایمان صاحب کی بیٹی کی رخصتی ہوگئی۔ ماشاءاللہ۔ سادگی سے دو گھنٹے میں شادی کی تقریب مکمل ہوگئی۔

موجودہ زمانے میں جہیز کا رواج ایک بری رسم کی شکل اختیار کر گیا ہے، امیر و غریب ہر ایک کے لئے لازمی درجہ کی چیز ہوگئی ہے، جس کی ساتھ تعریف و تحسین کے لئے فخریہ نمائش کی جاتی ہے، اسی لئے معاشرے میں اُسے ضروری سمجھ کر نہ دینے والوں کو گری نظر سے دیکھا جاتا ہے، اس لئے کچھ لوگ نام آوری اور کچھ لوگ سماج میں اپنی عزت بچانے کے لئے اپنی حیثیت سے زائد دینے کی کوشش کرتے کرتے غریب ہو جاتے، مقروض ہو جاتے، سود بیاج پر قرض لیتے اور کبھی زکاۃ کی رقم حاصل کرنے کی کوشش کرتے ہیں۔ ایک غریب باپ، بیٹی کی شادی کے لئے نہ چاہتے ہوئے بھی گاؤں گاؤں، مسجد مسجد گھوم کر چندہ اکٹھا کرنے پر مجبور ہوتا ہے۔ مروجہ جہیز، ایک قبیح رسم بن گئی ہے، اس لئے مرّوجہ طریقے پر ہی اُسے دینے سے گریز کیا جائے۔

مرّوجہ جہیز کی خرابیوں میں سے ایک بڑی خرابی یہ بھی ہے کہ لڑکیوں کو جہیز دے کر بعض لوگ یہ سمجھتے ہیں کہ ہم نے وراثت سے حصہ دے دیا پھر ورثاء اُس کو وراثت سے محروم بھی کر دیتے ہیں، اِس نیت سے جہیز دینا قانون شریعت کی خلاف ورزی اور اس میں کھلی تحریف ہے۔ ہم اپنی آخرت بہتر چاہتے ہیں تو جہیز کی جگہ بیٹیوں کو اپنی پراپرٹی میں حصہ دینا شروع کریں، یقین جانیں اگر کسی باپ یا بھائی نے اپنی بیٹی/ بہن کی شادی میں پچاسوں لاکھ بھی خرچ کر ڈالا ہو اور بیٹی/ بہن کو وراثت (پراپرٹی) میں حصہ نہیں دیا ہو تو وہ کل میدان محشر میں حقوق العباد کی حق تلفی کے معاملے میں عذابِ دوزخ کے مستحق قرار دیے جائیں گے۔

میں دل کی گہرائیوں سے بہار کے رکن اسمبلی بڑے بھائی اختر الایمان صاحب کو مبارک باد پیش کرتا ہوں کہ انہوں نے سماج کی ایک جاہلانہ، غیر شرعی رسم کے خلاف قدم اٹھانے کی ہمت دِکھائی ہے اور عملی طور پر شادی کو ''سادی سی تقریب'' بنا کر نکاح کے نبوی اور اسلامی طریقہ کو سماج کے سامنے پیش کیا ہے۔ اگر اُن کو دیکھ کر ہمارے سماج کے لوگوں نے ان کی طرح سادگی سے نکاح شادی کا سلسلہ شروع کر دیا تو نیک عمل شروع کرنے کا ثواب اُنھیں برابر ملتا رہے گا۔ ان شاءاللہ

خوش گوار موڈ میں خوش مگن: منظر محسن نعیمی حسینی۔ سرسی، اسمبلی حلقہ امور۔ ۲۹ دسمبر ۲۰۲۱ء

فقہی مسائل

جمعہ کی پچھلی چار سنتیں کس طرح پڑھی جائیں؟

محمد عرفان الحق نقشبندی⋆

جمعہ کے بعد طرفین (امام ابوحنیفہ و امام محمد) کے نزدیک چار سنت ہیں اور چاروں ایک سلام کے ساتھ پڑھیں اور چاروں مؤکدہ ہیں جبکہ امام ابو یوسف کے نزدیک چھ ہیں اور سب موکدہ ہیں فتوی بھی اسی قول پر ہے، جمعہ کے بعد اکثر روایات میں ہے کہ چار سنت پڑھی جائیں:

عن ابی ھریرۃ رضی اللہ عنہ قال قال رسول اللہ ﷺ اذا صلی احدکم الجمعۃ فلیصل بعدھا اربعا ۔(رواہ الجماعۃ الا البخاری)

بعض روایات میں جمعہ کے بعد دو رکعت کا بھی ذکر ہے:

حضرت عبد اللہ بن عمر رضی اللہ عنہما کی ایک روایت میں ہے کہ رسول اللہ ﷺ نے جمعہ کے بعد دو رکعتیں پڑھی ہیں۔

عن عبد اللہ بن عمر رضی اللہ عنھما ان رسول اللہ ﷺ کان لا یصلی بعد الجمعۃ حتی ینصرف ، فیصلی رکعتین ۔ (متفق علیہ) وفی روایۃ للبخاری : انہ کان یصلی فی بیتہ رکعتین بعد الجمعۃ ۔ (بخاری)

اِس حدیث کے تحت کئی جوابات دِیے گئے ہیں:

رسول اللہ ﷺ نے چار رکعتیں ادا فرمائی اور بعد میں دو رکعتیں چار کے بعد پڑھی ہیں۔ نیز سیدنا ابو ہریرہ کی حدیث قولی ہے اور ابن عمر کی حدیث فعلی ہے اور قولی حدیث، فعلی حدیث پر مقدم ہوتی ہے اور یہ بھی ممکن ہے کہ یہ عذر پر محمول ہو جیسا کہ بعض روایات میں عذر کی صراحت ہے۔ اب اس وضاحت کے بعد اُن کے پڑھنے کا کیا طریقہ ہے اِس بارے میں فقیہ اعظم مفتی نور اللہ نعیمی علیہ الرحمہ کا موقف ہے کہ ظہر و جمعہ کی پہلی چار سنتوں کے علاوہ جتنے سنن و نوافل چار چار پڑھے جائیں تو اُن کے قعدہ اولی میں درود و دعا پڑھنا چاہئے اور تیسری رکعت کے اول میں ثناء پڑھنا چاہئے۔

جب اس مسئلہ پر اس عدیم العلم نے مزید غور و خوض کیا تو مجھے یہی موقف حق نظر آیا۔ مفتی نور اللہ نعیمی علیہ الرحمہ اپنی مشہور کتاب فتاوی نوریہ میں فرماتے ہیں:

''ظہر و جمعہ کی پہلی چار سنتوں کے علاوہ جتنے نفل اور سنتیں چار چار پڑھی جائیں ان کے دونوں التحیات پر درود شریف اور پہلی اور تیسری رکعت کے اول میں ثنا پڑھی جائے البتہ جمعہ کی پچھلی چار سنتوں کا بھی بعض نے استثناء فرما دیا جو محققین نے رد فرما دیا''

(فتاوی نوریہ، ص ۳۸۱۔ ۳۸۲ ج ۱ ملخصاً)

اس پر فقیر نے اس فتوی کی روشنی میں مندرجہ ذیل دلائل کا اضافہ کیا۔ فتاوی شامی میں ہے: واما الاربع بعد الجمعۃ فغیر مسلم۔

(رد المحتار، ص ۵۰۰ ج ۱)

یعنی جمعہ کی بعد والی سنتوں سے متعلق یہ کہنا کہ انہیں بھی بغیر درود دعا کے پڑھیں تو یہ ایک نا قابل تسلیم بات ہے۔

ومثلہ فی الحلیۃ وھذا مؤید لما بحثہ الشرنبلالی من جوازھا بتسلیمتین لعذر ۔ (شامی، ص ۵۰۰، ج ۱)

بحر الرائق میں ہے: واما الاربع بعد الجمعۃ فغیر مسلم بل ھی کغیرھا من السنن فانھم لم یثبتوا لھا تلک الاحکام المذکورۃ ۔ (بحر الرائق، ص ۱۷، ج ۱)

منحۃ الخالق میں بھی یہی عبارت ہے:

والاربع قبل الجمعۃ بمنزلتھا واما الاربع بعد الجمعۃ فغیر مسلم ۔ (منحۃ الخالق، ص ۸۷، ج ۲)

احادیث سے استناد:

عن انس قال قال رسول اللہ ﷺ اذا صلیتم بعد الجمعۃ فصلوا اربعا فان عجل شیئ فصل رکعتین فی المسجد و رکعتین اذا رجعت ۔ (رواہ الجماعۃ الا البخاری)

عن ابی سعید قال قال رسول اللہ ﷺ اذا صلیتم بعد الجمعۃ فصلوا اربعا قال سھیل فان عجل بک شیئ فصل رکعتین فی المسجد و رکعتین اذا رجعت۔

(مسلم، ص ۲۸۸، ج ۱)

عن ابی ھریرۃ قال قال رسول اللہ ﷺ من کان منکم مصلیا بعد الجمعۃ فلیصل اربعا فان کان لہ شغل فرکعتین فی المسجد و رکعتین فی البیت۔وفی روایۃفان عجل باحد کم حاجۃ فلیصل رکعتین۔
(کنز العمال،ص ۳۰۸،ج ۷)

طرز استدلال:
جن چار نفلی رکعتوں کو دو دو یا جن دو دو رکعتوں کو چار چار کی صورت میں پڑھنا جائز ہے ان کو درود و دعا سمیت پڑھیں جیسا کہ ان احادیث سے ثابت ہے اور اس کی واضح نظیر تراویح ہیں۔

وضاحت: بہت سی کتب فقہ میں ہے کہ جمعہ کے بعد والی چار سنتوں کو پہلی چار سنتوں کی طرح بغیر درود و دعا کے پڑھیں لیکن ان عبارات پر ایک قوی اعتراض وارد ہوتا ہے کہ ان عبارات کا اصل ماخذ قنیہ للزاہدی ہے اور علامہ زاہدی کٹر معتزلی اور نقل میں پرلے درجے کا خائن ہے جس نے اس مسئلہ کو فتاوی ظہیریہ سے نقل کیا ہے اس کے متعدد جواب ہیں:

اولا: زاہدی معتزلی ہے جس کی نقل معتمد نہیں۔اعلیٰ حضرت علیہ الرحمہ سمیت متعدد فقہاء نے کھلم کھلا یہ بات فرمائی۔
مثلا فتاویٰ رضویہ میں ہے:
''زاہدی اور زمخشری دونوں معتزلی ہیں دونوں میں فرق یہ ہے کہ زمخشری نقل میں معتبر ہے بخلاف زاہدی کے کہ اس کی نقل پر بھی اعتماد نہیں۔''(فتاوی رضویہ،ص ۲۵۴،ج ۱۳)
ایک اور مقام پر فرماتے ہیں:''زاہدی موثوق فی النقل نہیں۔''
(فتاوی رضویہ،ص ۱۱۳،ج ۱۳)

ثانیا: جو مسئلہ فقط فتاوی ظہیریہ میں ہو اُس پر اعتماد نہیں کیا جاسکتا چنانچہ فتاوی شامی میں علامہ ابن عابدین شامی علیہ الرحمہ فتاوی ظہیریہ سے ایک نقل شدہ مسئلہ کے متعلق فرماتے ہیں:

وھذا عزاہ فی البحر الی المضمرات وقال ان الثانی غریب وذکر الخیر الرملی عن خط المصنف ان صاحب المضمرات عزاہ الی صاحب الظھیریۃ (الی ان قال) قلت وجہ غرابتہ انہ انفرد بذکرہ صاحب الظھیریۃ ولذا عزاہ من بعدہ الیھا فقط۔(رد المحتار،ص ۵۶۷،ج ۱)

غور فرمائیں اصل مسئلہ بحر الرائق کا ہے اور انہوں نے مضمرات کا حوالہ دیا(تاتارخانیہ،قنیہ کا بھی حوالہ ہے) اور صاحب مضمرات نے فتاوی ظہیریہ سے نقل کیا لیکن محققین نے پھر بھی اس مسئلہ کو غریب قرار دے کر قبول کرنے سے انکار کردیا تو اگر ناقل زاہدی جیسا معتزلی اور غیر موثوق فی النقل ہو تو ظلمات بعضھا فوق بعض ہونے میں کیا شک ہے۔
بحر الرائق میں بھی صاحب ظہیریہ کے بعض مسائل کو غریب قرار دیا گیا ہے حالانکہ وہاں ناقل بھی ثقہ ہیں اور زاہدی جیسے بدمذہب نہیں:

ومن الغریب ما فی الظھیریۃ والکفاءۃ فی النساء للرجال غیر معتبرۃ عند ابی حنیفۃ خلافا لھما۔
(البحر الرائق،ص ۲۵۵،ج ۳) واللہ اعلم

☆☆☆

دودھ پینے کیلئے ایک صحابی کا۔نو۔سو بھینسوں کا تحفہ

بھینس کو عربی میں جاموس کہتے ہیں جو اصل میں فارسی لفظ ''گاؤمیش'' کا معرب ہے،علامہ ابن منظور افریقی لکھتے ہیں۔

البقر جنس والجاموس نوع من البقر۔
(لسان العرب،ص ۵۱ج ۶) گائے جنس ہے اور جاموس(بھینس) اسی کی ایک نوع(قسم) ہے۔بھینس دراصل گایوں کی ہی ایک مختلف جنس ہے۔

عوام الناس میں عموما یہی مشہور ہے کہ بھینس کا وجود قرون اولی میں نہیں تھا،اہل عرب اپنی صحرائی اور بدوی زندگی کی وجہ سے اس آبی و بری مکس جانور سے بالکل واقف نہیں ہوں گے اور پھر اسی بنیاد پر اس جانور کے حلال ہونے سے متعلق لامتناہی اور لایعنی ابحاث شروع ہو جاتے ہیں۔اس مضمون کے ذریعے ہم یہ بتانا چاہتے ہیں کہ بھینس سے نہ صرف اہل عرب واقف تھے بلکہ بھینس کی حلت و دیگر شرعی احکام بھی دیگر حلال جانوروں کی طرح نہ صرف قرآن و حدیث سے ثابت ہیں اور بھینس عرب کے صحراؤں میں گھریلو پالتو جانوروں کی صورت میں بکثرت پائے جاتے بلکہ حکماء نے اس کے دودھ کو مختلف امراض میں مختلف مریضوں کیلئے نفع مند قرار دیتے ہوئے تجویز کیا ہے۔
''ایک مریض کو دودھ پینے کیلئے ایک صحابی کا نو سو بھینسوں کا تحفہ''

روی ھشام عن ابن سیرین قال اشتکی رجل فوصف لہ لبن الجوامیس فبعث الی عبد الرحمن بن ابی

بکرۃ ان ابعث الینا بجاموسۃ فبعث الیہ بتسع مائۃ جاموسۃ فقال انما اردت واحدۃ فبعث الیہ ان اقبضھا کلھا ۔ (سیر اعلام النبلاء، ص ۴۱۲ ج ۴)

محمد بن سیرین فرماتے ہیں ہمارے ہاں ایک آدمی بیمار ہوگیا حکماء کی طرف سے اس کے لئے بھینس کا دودھ تجویز کیا گیا۔ اس آدمی نے صحابی رسول حضرت عبدالرحمن بن ابی بکرہ رضی اللہ عنہ کی طرف پیغام بھیجا کہ ایک بھینس میرے طرف بھیج دیں انہوں نے اس آدمی کی جانب نوسو بھینسیں روانہ کر دیے اِس آدمی نے آپ کی طرف پھر قاصد روانہ کیا کہ مجھے تو صرف ایک بھینس درکار ہے۔ عبدالرحمن نے کہلا بھیجا کہ یہ ساری آپ ہی کے لئے ہیں، ان سب کو اپنے پاس رکھ لو۔

بھینسوں کی زکوۃ کا مسئلہ:

حدثنا عبد الاعلی عن داود عن عکرمۃ بن خالد قال استعملت علی صدقات عک فلقیت اشیاخا ممن صدق علی عھد رسول اللہ ﷺ وسالتھم فاختلفوا علی فمنھم من قال اجعلھا مثل صدقۃ الابل ومنھم من قال فی ثلاثین تبیع ومنھم من قال فی اربعین بقرۃ مسنۃ والجوامیس تعد فی الصدقۃ کالاباقیر ۔

(المصنف لابن ابی شیبۃ، رقم ۱۰۵۶۸)

عکرمہ بن خالد کہتے ہیں مجھے عک نامی علاقے کے صدقات و زکوۃ وصول کرنے کے سلسلے میں عامل بنایا گیا وہاں میری ملاقات کچھ ایسے لوگوں سے ہوگئی جو عہد رسالت ﷺ میں صدقہ دیا کرتے تھے۔ میں نے ان سے گائیوں اور بھینسوں کی زکوۃ کے متعلق سوال کیا تو انہوں نے میرے سوال کا جواب مختلف انداز سے دے دیا بعض نے فرمایا کہ ان کی زکوۃ کا معاملہ اونٹوں جیسا ہے، بعض نے فرمایا تیس گائیوں میں ایک سال کا بچہ ادا کیا جائے گا اور بعض نے فرمایا چالیس گائیوں میں دو دانتا ادا کیا جائے گا اور زکوۃ کے سلسلے میں بھینسوں کا معاملہ گائیوں جیسا ہی ہے۔

بھینس کی قربانی: مسند الفردوس میں علامہ دیلمی حضرت علی رضی اللہ عنہ کا ایک اثر بایں الفاظ نقل فرماتے ہیں:

عن علی رضی اللہ عنہ انہ قال الجاموس تجزء عن سبعۃ فی الاضحیۃ ۔ (الفردوس بماثور الخطاب، ص ۱۲۴ ج ۲)

بھینس قربانی میں سات افراد کی طرف سے کافی ہے۔

مشہور تابعی امام حسن بصری رضی اللہ فرماتے ہیں:

عن الحسن انہ کان یقول الجوامیس بمنزلۃ البقر

(ابن ابی شیبہ، ص ۳۵۷ ج ۴)

حضرت حسن بصری رضی اللہ عنہ فرمایا کرتے کہ بھینس تمام احکام میں گائے ہی کی طرح ہے۔

اللہ تعالیٰ قرآن پاک میں جانوروں کے آٹھ جوڑے بیان کیے:

ثمانیۃ ازواج من الضان اثنین و من المعز اثنین ....و من الابل اثنین و من البقر اثنین ۔

(سورۃ الانعام، آیت ۱۴۳، ۱۴۴)

اللہ تعالیٰ نے آٹھ نر و مادہ جوڑے پیدا کیے ایک جوڑا بھیڑ سے اور ایک جوڑا بکری سے...اور ایک جوڑا اونٹ کا اور ایک جوڑا گائے کا۔

مشہور تابعی مفسر حضرت لیث بن ابو سلیم علیہ الرحمۃ اس آیت کی تفسیر میں فرماتے ہیں: الجاموس والبختی من الازواج الثمانیۃ ۔ (تفسیر در منثور، ص ۳۷۱، ج ۳ تحت آیت، ثمانیۃ ازواج)

بھینس اور بختی (اونٹ کی ایک قسم) ان آٹھ جوڑوں میں سے ہی ہیں جن کا اللہ پاک نے قرآن میں ذکر فرمایا۔

خلاصہ یہ ہے کہ بھینس قرون اولی میں بکثرت پائے جاتے اور اُن کے تمام شرعی احکام کا ذکر قرآن و حدیث موجود ہے۔ واللہ اعلم

☆☆☆

☆استاذ و مفتی دار العلوم حنفیہ رضویہ۔ مصطفوی اسکالر گروپ

عقیدہ ونظریہ

شیخ المشائخ حضرت تیغ علی شاہ قادری آبادانی فریدی

محمد ولی اللہ قادری★

شیخ المشائخ حضرت صوفی تیغ علی شاہ قادری علیہ الرحمۃ والرضوان (پیدائش ۱۳۰۰ھ/ ۱۸۸۳ء۔ وفات ۱۳۷۸ھ/ ۱۹۵۸ء) کی شخصیت کثیر الجہات تھی۔ آپ نے جہاں صوفیانہ مشرب کی ترویج و اشاعت فرمائی وہیں علمائے اہل سنت و جماعت کی کثیر جماعت بھی تیار کی۔ ملّی اور سماجی خدمات کے ساتھ ساتھ تعلیمی میدان میں جو نمایاں خدمات انجام دیں، وہ زرّیں حروف سے لکھنے کے قابل ہیں۔ مذہبی علوم کے فروغ کے لئے دارالعلوم کی بنیاد ڈالی اور درجنوں مکاتیب و مدارس کی سرپرستی فرمائی، وہیں عصری علوم کے لئے اپنے ارادت مندوں کی ذہن سازی بھی کی۔ عصری علوم سے متعلق دعوی کے لئے راقم کے وطنِ عزیز چکیا مشرقی چمپارن کا ہائی اسکول و انٹر کالج حضرت شیخ المشائخ کی ذہن سازی کی دلیل فراہم کررہا ہے۔ اس اسکول کے قیام میں آپ کے مرید خاص حاجی یتیم میاں مرحوم کی کاوش کو کون بھول سکتا ہے؟ شیخ المشائخ کی علمی خدمات بالخصوص عصری علوم کے نیک جذبات کا اظہار ایک تفصیلی مضمون کا مطالبہ کرتا ہے، اس لئے راقم الحروف اپنے موضوع کی طرف رجوع کرتا ہے۔

شیخ المشائخ کی علمی روحانی تربیت میں سلسلہ فریدیہ آبادانیہ نقشبندیہ کے مشائخ کا بیش از بیش حصّہ ہے۔ یہ دیگر بات ہے کہ خانقاہ مجیبیہ پھلواری شریف سے رشتہ قائم ہوا، اور حضرت محی الدین قادری سجادہ نشیں خانقاہ مجیبیہ پھلواری شریف نے آپ کی بزرگی کو دیکھتے ہوئے خلافت سے نوازا۔ حضرت شیخ المشائخ کی حیات مبارکہ کے مطالعہ سے یہ بات واضح ہوجاتی ہے کہ آپ کو پھلواری شریف کے بزرگوں سے روحانی رشتہ رہا اور وہاں کے بزرگوں کے عقائد و نظریات کو تسلیم کیا۔ البتہ شاہ محی الدین قادری پھلواری علیہ الرحمہ کے بعد کے اہالیان خانقاہ پھلواری شریف کے عقائد و نظریات شیخ المشائخ کے عقائد و نظریات سے بالکل مختلف ہیں۔ رہی بات معمولات کی تو اُن کے خلفاء اور ارادت مندوں کے حرکات و سکنات اور کتابیں اس بات کی غماز ہے کہ سرکار سرکانہی نے اعلیٰ حضرت امام احمد رضا قادری بریلوی علیہ الرحمہ کے فتاویٰ پر عمل کیا ہے اور پھلواری شریف اور دیگر مشائخ کے فتاویٰ سے اختلاف فرمایا۔ مثال کے طور پر 'جمعہ کی اذان ثانی' اور 'قیام عندحی علی الفلاح' پر سلسلہ تیغیہ کے خلفاء اور مریدین کا عمل اِس بات کی دلیل ہے کہ شیخ المشائخ نے اعلیٰ حضرت کے فتاویٰ کو ترجیح دی۔ اعلیٰ حضرت کے فتاویٰ کے اثرات کا نتیجہ کہا جائے کہ شیخ المشائخ نے محفل سماع سے اپنے مریدوں کو منع فرمادیا اور خود ترک کیا جیسا کہ شیخ المشائخ کی سوانح حیات ''انوار قادری'' کے مصنف حافظ محمد حنیف قادری تیغی رقم طراز ہیں:

''ہمارے سرکار قبلہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ کو بھی ابتدا میں سماع سے ذوق تھا اور اپنے آقایان نعمتِ بزرگانِ سلسلہ آبادانیہ کے مسلک پر انہی آداب و شرائط کے ساتھ محفل سماع میں شرکت فرماتے رہے لیکن انقلاب زمانہ نے جب لوگوں کے ہاتھوں سے احتیاط کی باگ ڈور چھین لی، متقدمین صوفیا کی نظروں میں سماع وغنا کے جو منافع تھے ان کے حاصل ہونے کی بجائے مضرات زیادہ پیدا ہونے لگے تو آپ نے جزم واحتیاط کی بنا پر مجلس سماع کی شرکت یک قلم ترک کردیا اور اپنے متوسلین و مسترشدین کو بھی محفل سماع کے انعقاد ترک کرا اور اپنے متوسلین اور مسترشدین کو بھی محفل سماع میں شرکت کی ممانعت فرمادی اور واضح طور پر فرمایا کہ خواجہ عالیشان حضرت خواجہ بہاء الدین نقشبندی رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہ کا مسلک اس بارے میں یہ تھا ''نہ ایں کار میکنم نہ انکار میکنم'' میرا بھی اس باب میں یہی مسلک ہے۔'' (ص ۶۲)

مزید لکھتے ہیں ''خلاصہ یہ کہ آپ کی ذات گرامی جامع صفات صوری و معنوی تھی۔ آپ کی محفل نعت بھی تمام آلات لہو، دف، مزامیر وغیرہ سے پاک اور خالی ہوتی تھی اور آج بھی آپ کی خانقاہ عالم پناہ میں موقع بموقع آداب وشرائط کے ساتھ نعت خوانی ہوا کرتی ہے۔'' (نیز۔ص ۶۴)

یہ بتانے کی قطعی ضرورت نہیں کہ آج بھی خانقاہ مجیبیہ پھلواری شریف میں محفل سماع منعقد ہوتی ہے جب کہ خانقاہ تیغیہ سرکانہی شریف میں نہیں ہوتی۔ شیخ المشائخ نے محض محفل سماع سے اختلاف نہیں کیا بلکہ عقائد کے

باب میں اعلیٰ حضرت امام احمد رضا کے نظریات کو ترجیح فرمادی۔

جیسا کہ حافظ ملت حضرت علامہ عبد العزیز اشرفی محدث مبارک پوری قدس سرہ رقم طراز ہیں:

''جامع شریعت وطریقت شیخ المشائخ محبوب الاولیاء الحاج حضرت شاہ محمد تیغ علی صاحب قبلہ قدس سرہ العزیز ایک خدا رسیدہ اور بلند پایہ بزرگ تھے۔ موصوف نہایت دین دار، دین پرور، متبع سنت اور اعلیٰ حضرت قبلہ فاضل بریلوی علیہ الرحمہ کے مسلک کے پابند تھے۔ اتباع سنت آپ کی عادتِ کریمہ کہ اپنے مریدین و معتقدین کو بھی اتباع سنت کی تعلیم دیتے تھے، رشد و ہدایت آپ کا منصب ہی تھا۔ اشاعت مذہب اور تبلیغ دین کے دلدادہ تھے۔'' (انوار قادری ص ۲۱۰ و ۲۱۱)

حافظ ملت علیہ الرحمہ کا مذکورہ قول صد فی صد درست ہے لیکن جامعہ اشرفیہ مبارک پور سے فارغ آفتاب رشک مصباحی مظفر پوری نے اپنے ایک مذموم میں شیخ المشائخ کا تعلق صلح کلی بدعقیدہ سے جوڑنے اور اُن کے ہم نوا بنانے کی مضمون کوشش کی ہے۔ اپنے طویل مضمون میں مضمون نگار نے اِس بات پر زور دینے کی کوشش کی ہے کہ شیخ المشائخ کے عقائد و نظریات خانقاہ مجیبیہ کے موجودہ افراد کے عقائد و نظریات کے مساوی ہیں۔ حالاں کہ انھوں نے دلائل کے طور پر جو کچھ لکھا ہے وہ خود اُن کے مراد کو باطل کرتا ہے۔ موصوف لکھتے ہیں:

''شیخ المشائخ حضور الشاہ محمد تیغ علی قادری رحمۃ اللہ علیہ بھی چونکہ اس (دیابنہ کے کفریہ) مسئلے میں اپنے پیر خلافت حضرت مولانا سید شاہ محی الدین قادری مجیبی قدس سرہ کے مسلک و موقف پر قائم تھے۔ اس لئے ان کے خلاف ماحول سازی کی گئی اور لوگوں کو اُن سے دور کرنے کی ساری کوششیں کی گئیں اور ان کے عقیدے و مسلک کے خلاف ان سے وضاحت طلب کی گئیں۔''

حضرت شیخ المشائخ کے وصایا شریف کو عقیدے کا عنوان دیا ہے اور نقل کرنے کے بعد لکھا ہے کہ:

''حضور الحاج الشاہ محمد تیغ علی قادری اپنے اس وضاحت نامے (جس میں علمائے دیوبند کی تکفیر شامل نہیں) پر علامہ ظفر الدین بہاری شاگرد خلیفہ اعلیٰ حضرت فاضل بریلوی اور مفتی آگرہ مفتی عبد الحفیظ حقانی کو گواہ بنا کر اُن سے دستخط بھی کروالیا تاکہ مخالفین کو کسی قدر خاموش رکھ کر کام جاری رکھا جاسکے۔''

''بیعت لینے میں آپ کمال احتیاط برتتے تھے جب کوئی مرید ہونے کی خواہش ظاہر کرتا تو پہلے اچھی طرح اس کی جانچ لیتے کہ کسی دوسرے پیر کا مرید تو نہیں ہے۔ اس کو عقائد حقہ اہل سنت و جماعت سے کوئی اختلاف تو نہیں ہے۔ اگر کسی دوسرے پیر کا مرید ہوتا تو ہرگز اس کی بیعت نہیں لیتے۔ طالب کے عقیدہ میں اگر کوئی فتور دیکھتے تو صاف کہہ دیتے کہ یہ سلسلۂ طریقت ہے۔ جناب محمد رسول اللہ ﷺ کا اور حضرت غوث پاک کا جس کا بار بزرگوں نے میرے سر اس لئے رکھا کہ خلق خدا کو خدا اور رسول جل جلالہ و ﷺ کی رضا حاصل کرنے کا طریقہ بتاؤں۔ پس جب تک تمہارے عقائد درست نہ ہو جائیں تم مرید ہو کر کیا کرو گے؟ جاؤ پہلے بزرگان دین و علمائے اہل سنت کے عقائد کے مطابق درست کرو پھر آؤ تو بیعت لی جائے گی تب تمہیں خدا رسی کا راستہ معلوم ہوگا اور بزرگان سلسلہ کے فیوض و برکات حاصل ہوں گے۔ بغیر اس کے مرید ہونے کا کچھ حاصل نہیں اور اُس کو علمائے اہل سنت کی تصانیف مثلاً بہار شریعت و انوار ساطعہ و **حسام الحرمین** شریف اپنے پاس سے مطالعہ کرنے کو دیتے۔ اگر اُن کتابوں کے مطالعہ سے وہ صحیح العقیدہ سنی ہو جاتا تو اس کی بیعت لیتے ورنہ نہیں۔'' (مخلصاً ص ۵۹ و ۶۰)

شیخ المشائخ کے تصلب فی الدین اور مسلک اعلیٰ حضرت کی ترجمانی اِس اقتباس سے نہیں ہوتی ہے؟ اس اقتباس سے یہ بات بھی واضح ہوگئی کہ بدعقیدہ وہابی دیوبندی کے سلسلے میں حضرت واضح اور صاف نظریہ رکھتے اور **حسام الحرمین** کی صرف تائید ہی نہیں فرمایا بلکہ **حسام الحرمین** اور انوارِ ساطعہ کو جان سے عزیز رکھتے۔ یہاں یہ بات بھی اہمیت سے خالی نہیں کہ شیخ المشائخ ردِ دیابنہ اور وہابیہ کو اپنی تحریر اور بیان کا موضوع بھی بناتے اور اُن کی تقریر کے اثرات کس حد تک مرتب ہوتے، اسے 'انوار قادری' کے مولف کے الفاظ میں ملاحظہ کریں:

''سب سے بڑی کرامت آپ کے بیان ہدایت نشان میں یہ تھی کہ بغیر مناظرہ و مباحثہ صرف آپ کے مواعظ حسنہ کو سن کر ہزاروں وہابیوں دیوبندیوں نے عقائد باطلہ سے توبہ کر کے آپ کے دست حق پرست پر بیعت کرلی جو اس وقت تک بحمدہٖ تعالیٰ سچے اور پکّے صحیح العقیدہ سنی مسلمان ہیں اور بعض ان میں سے صاحبِ سلسلہ بھی ہیں۔ مظفر پور اور چمپارن میں ایسی کتنی بستیاں تھیں کہ وہاں کے باشندے سو فیصدی یا تو غیر مقلد وہابی یا وہابی دیوبندی۔ یہ آپ کی ہدایت اور تبلیغ کا شہکار ہے کہ آج

ان بستیوں میں ڈھونڈھنے سے بھی کوئی ایک وہابی یا دیوبندی نہیں ملتا بلکہ سب کے سب صحیح العقیدہ سنی آپ کے یا آپ کے خلفاء کی ارادت میں داخل ہیں۔'' (ص۵۹)

آفتاب رشک مصباحی یہ بتانے یا کوئی فتویٰ دِکھانے کی کوشش کریں گے کہ شیخ المشائخ پر کس نے کفر کا فتویٰ لگایا؟ انھوں نے علمائے کرام سے جن طبقوں کے متعلق بدگمانی کی ہے، ان علما و مشائخ ہی سے شیخ المشائخ کا رشتہ استوار تھا اور سنی علمائے کرام نے شیخ المشائخ کی شخصیت کا اعتراف کیا اور ان کی بلندی و بزرگی کی گواہی دی جیسا کہ ''انوار قادری'' کے مولف حافظ حنیف قادری تیغی علیہ الرحمہ رقم طراز ہیں:

''ہر چہار دانگ عالم میں آپ کا شہرہ پھیل گیا اور خلق خدا کی رجوعات میں دن دونی اور رات چوگونی ترقی ہوتی گئی۔ یہاں تک کہ ہندستان کے مشاہیر وجید علمائے اہل سنت و جماعت کثر ہم اللہ تعالیٰ مثلاً حضرت بابرکت الشاہ سید محمد صاحب محدث اعظم ہند کچھوچھوی دامت برکاتہم العالیہ وحضرت صدر الافاضل مولانا الشاہ محمد نعیم الدین صاحب مرادآبادی رحمۃ اللہ علیہ مفسر اعظم ہند وحضرت صدر الشریعہ مولانا الشاہ محمد امجد علی صاحب اعظمی رحمۃ اللہ علیہ فقیہ اعظم ہند اور عالی جناب ملک العلماء فاضل بہار حضرت مولانا الشاہ محمد ظفر الدین صاحب قبلہ دامت برکاتہم العالیہ سابق پرنسپل مدرسہ شمس الہدی پٹنہ وجلالۃ العلم استاذ العلماء حافظ ملت حضرت مولانا الشاہ حافظ عبد العزیز صاحب قبلہ دامت برکاتہم العالیہ شیخ الحدیث جامعہ اشرفیہ مصباح العلوم مبارک پور وحامیِ سنت ماحیِ بدعت حضرت مولانا مولوی محمد ابراہیم رضا خاں صاحب قبلہ عرف جیلانی میاں خلف الخلف مجدد مائۃ حاضرہ موید ملت طاہرہ امام اہل سنت اعلیٰ حضرت عظیم البرکت حضرت مولانا الشاہ محمد احمد رضا خاں فاضل بریلوی قبلہ رضی اللہ عنہ۔ جیسی مبارک ہستیوں اور مقتدر شخصیتوں نے جب آپ کو دیکھا اور آپ کے چہرۂ انور سے پرتو انوار قادریہ آبادانیہ فریدیہ کی تابانی دیکھی تو سبھوں نے آپ کی ولایت تسلیم کر لی۔'' (انوار قادری ص ۱۶۴۔۱۶۰)

جن شخصیات کا نام اوپر ذکر ہے اور حافظ محمد حنیف قادری تیغی علیہ الرحم نے جن کا نام بڑے القاب سے لیا ہے وہ جملہ حضرات وہابیہ دیابنہ کے کفر کے قائل اور حسام الحرمین کی تائید کرنے والے ہیں۔ آخر انوار قادری کے مولف نے پھلواری شریف کے کسی بزرگ کا نام کیوں نہیں رقم کیا ہے جن کا رشتہ سرکار سرکانہی سے مستحکم ہو؟ اس لئے راقم الحروف کا ماننا ہے کہ حضرت محی الدین قادری علیہ الرحمہ تک ہی سرکار سرکانہی کا روحانی رشتہ قائم رہ سکا۔ ان کے وصال (۱۹۴۷ء) کے بعد ان کے خلفا اور وابستگان جب اپنے بزرگوں کے عقائد ونظریات سے منحرف ہو گئے تو سرکار سرکانہی اور اُن کے خلفا ومریدین سبھی نے خانقاہ مجیبیہ پھلواری شریف رشتہ ترک کر لیا۔

جہاں تک وصایا شریف پر علمائے اہل سنت کو گواہ بنانے کی بات ہے تو سرکار سرکانہی کی نظر میں اُس وقت پھلواری شریف میں کوئی ایسی شخصیت نہیں تھی جن پر سرکار سرکانہی کو بھروسہ ہو۔ آفتاب رشک مصباحی نے وصایا شریف سے جو نتیجہ اخذ کیا ہے کہ ''وصایا شریف میں علمائے دیوبند کی تکفیر شامل نہیں'' یہ سراسر ظلم اور صوفیانہ مسلک سے متصادم ہے۔ وصایا شریف میں جن عقائد اور عمل کا ذکر کیا گیا ہے ان میں پہلا عقیدہ امکان کذب باری کا عقیدہ ہے۔ یہ عقیدہ کیا یہ نہیں بتاتا کہ امکان کذب باری کا قائل مسلمان نہیں۔ اس کا عقیدہ رکھنے والوں پر محض **حسام الحرمین** کے حامی علما و مشائخ نے کفر کا فتویٰ نہیں لگایا بلکہ بہت سی خانقاہوں نے بھی مانا ہے۔ دور جانے کی ضرورت نہیں خانقاہ مجیبیہ میں جس خانقاہ سے تبرکات آئے وہ خانقاہ شمسیہ ارول ہے۔ اس کی شہادت ''سیرت پیر مجیب'' مولفہ شاہ ہلال احمد قادری سے ملتی ہے۔ وہی خانقاہ شمسیہ ارول شریف ہے جہاں سے تقویت الایمان اور اسماعیل دہلوی کے خلاف سب سے پہلے جہاد بلند کیا گیا اور اسماعیل دہلوی کے خلاف کفر وارتداد کا فتویٰ دیا گیا۔ تفصیل کے لئے خانقاہ منعمیہ قمریہ پٹنہ سیٹی کے سجادہ نشیں پروفیسر سید شاہ شمیم الدین احمد منعمی کا مقالہ ''بہار کی خانقاہ ہیں اور امام احمد رضا'' ملاحظہ کیا جائے جو ماہ نامہ ''ماہ نور'' دہلی سے شائع ہوا۔

آفتاب رشک مصباحی نے اپنے مضمون میں یہ بھی لکھا ہے کہ ''مختلف طریقوں سے آپ کی بڑھتی مقبولیت کو گھٹانے کی کوشش کی گئی بلکہ ایک وہ زمانہ بھی آیا کہ بعض کرم فرماؤں نے آپ کی تکفیر کر ڈالی تا کہ اس کی آڑ میں آپ کے پھیلے اثرات کو کم کیا جا سکے'' رشک مصباحی صاحب آپ نے بہت بڑا دعویٰ کر دیا لیکن دلیل نہیں دی کہ آخر کس نے سرکار سرکانہی پر کفر کا فتویٰ دیا اور کس نے آپ کے پھیلتے اثرات کو کم کرنے کی کوشش کی؟ کیا مضمون نگار کو **البینة علی المدعیٰ و الیمین علیٰ مَنۡ اَنۡکَرَ** یاد نہیں؟ راقم الحروف اپنے مطالعہ کی حد تک یہ کہہ سکتا ہے کہ خانقاہ مجیبیہ پھلواری شریف کے افراد نے شیخ المشائخ جیسے گوہر نایاب کی

قدر نہیں کی بلکہ آپ کی شان میں گستاخیاں بھی کی۔ آپ نے شاہ امان اللہ پھلواری کی موت پر علامہ جید القادری کے تعزیت نامہ کو پیش کیا لیکن حضرت شیخ المشائخ کے وصال پر پھلواری والوں کے تعزیت نامے کو کیوں نہیں لکھا ہے؟ شیخ المشائخ کے وصال پر شاہ امان اللہ پھلواری یا اُن کے وابستگان میں سے کسی نے کیا تعزیت نامہ لکھا؟ اس کے برعکس شیخ المشائخ کے وصال پر مبارک پور سے لے کر بریلی شریف کے علمائے اہل سنت و جماعت نے نثر و نظم کی شکل میں خراج عقیدت پیش کیا۔

شاہ امان اللہ پھلواری کی بات آگئی تو یہ بات بھی عرض کر دوں کہ ''حیات شاہ امان اللہ پھلواری'' کے مصنف شاہ ہلال احمد قادری نے تو حد کر دی۔ خانقاہ منعمیہ قمریہ پٹنہ سیٹی کے سجادہ نشیں حضرت منعمی نے آج سے پندرہ سال قبل بتایا کہ حکومت بہار نے بہار کے صوفیائے کرام کے پیغامات کو عام کرنے اور نئی نسل کو اُن کی شخصیت سے متعارف کرنے کی غرض سے بہار کے نمائندہ صوفیائے بہار پر مضامین کا مجموعہ ہندی میں شائع کرنے کا فیصلہ کیا۔ اس سلسلے میں جب میٹنگ ہوئی کہ کن کن بزرگان دین کو مجموعہ میں شامل کیا جائے۔ جب شیخ المشائخ کا نام پیش ہوا تو اُس نام پر سب سے پہلے اعتراض شاہ ہلال احمد پھلواری نے کیا اور اُن کی شخصیت سے متعلق ایسا منفی جملہ استعمال کیا جس سے شیخ المشائخ کی شخصیت مجروح ہوگئی۔ شاہ ہلال احمد پھلواری کے اعتراض کا تشفی بخش جواب شاہ شمیم الدین احمد منعمی نے دیا اور شرکائے میٹنگ کو مطمئن کیا اور شیخ المشائخ کی شخصیت کا اعتراف کرتے ہوئے جملہ شرکا نے شیخ المشائخ کے نام پر مہر لگا دی۔ اس واقعہ کے گواہ پروفیسر صفدر امام قادری صدر شعبہ اردو کالج آف کامرس پٹنہ بھی ہیں۔

رشک مصباحی جیسے لوگ ہر چند اپنے آپ کو صوفیانہ مسلک کے داعی اور مبلغ تصور کرتے ہیں لیکن ان کی فکر و عمل اس بات کی گواہی نہیں دیتے بلکہ ان کی تحریر و تقریر میں اَنَا خَیْرٌ مِّنْہُ کا جلوہ نمایاں ہوتا ہے۔ رَبَّنَا ظَلَمْنَا اَنْفُسَنَا کی صوفیانہ فکر اُن کے عقائد و اعمال اور حرکات و سکنات میں نظر نہیں آتی۔ ایسی فکر رشک مصباحی کے مذکورہ مضمون میں بھی دیکھنے کو مل رہی ہے۔ موصوف لکھتے ہیں:

''شیخ المشائخ الحاج الشاہ محمد تیغ علی قادری علیہ الرحمہ کا زمانہ ایسا نہ تھا کہ آپ کی اپنی بات رکارڈ کرا کر ہر طرف پھیلا دیتے نہ آپ کا کوئی رسالہ نکلتا تھا جس میں آپ کے عقائد و معمولات وقتاً فوقتاً شائع ہوتے رہے ہوں نہ آپ نے کوئی کتاب تصنیف کی تھی جس سے لوگوں کو اپنے عقائد و معمولات کی درست جانکاری ہوسکتی تھی۔''

مذکورہ بالا اقتباس کے ہر لفظ سے آفتاب رشک مصباحی نے سرکار سرکا نہی کے دور اور اُن کے علاقے کی علمی ترقی کو بھی فراموش کر دیا ہے۔ سرکار سرکا نہی نے اپنی بات (عقائد) کو عام کرنے کے لئے دار العلوم علیمیہ انوار العلوم سرکا نہی شریف کی بنیاد ڈالی اور وہاں کے اساتذہ کا انتخاب بہت سوچ سمجھ کر کیا۔ دار العلوم علیمیہ انوار العلوم دامور پور مظفر پور کی تاریخ کا مطالعہ کیا جائے تو عقائد اور معمولات کے سلسلے میں خوش کن نتیجہ سامنے آتا ہے۔ رشک مصباحی کے بقول سرکار سرکا نہی خانقاہ مجیبیہ کے مطابق عقائد رکھتے تھے تو سرکار سرکا نہی نے صحیح العقیدہ سنی اساتذہ ہی کو کیوں رکھا؟ کیا بتانے کی زحمت کریں گے کہ پھلواروی عقائد و نظریات رکھنے والے کتنے اساتذہ نے آج تک دار العلوم علیمیہ سرکا نہی شریف میں خدمات انجام دیں؟ اساتذہ کی بات تو چھوڑ دیں، دار العلوم علیمیہ دامور پور کے سالانہ اجلاس میں اب کتنے پھلواروی علما شریک ہوتے ہیں؟ دار العلوم علیمیہ کی تاریخ بتاتی ہے کہ وہاں کے اجلاس میں مبارک پور، بریلی شریف اور کچھوچھہ مقدسہ کے مشائخ اور علما شریک ہوتے رہے اور آج بھی سلسلہ جاری ہے۔

رہی بات کتاب لکھنے اور لکھوانے کی تو یہ بات بھی غلط ہے۔ 'ہدایت المریدین'، 'انتباہ الطالبین (رموزِ حقیقت)' اور 'اعزازی قادری' جیسی کتابیں جو سلسلۂ تیغیہ اور شیخ المشائخ کے معمولات و عقائد کی تفہیم میں بنیادی ماخذ ہیں، کی تاریخ تصنیف و اشاعت پر غور و فکر کیا جائے تو جناب کے الزامات کی قلعی کھل جائے گی۔ 'رموزِ حقیقت' کے پیشِ لفظ میں حافظ حنیف قادری تیغی رقم طراز ہیں:

''آپ (سرکارِ سرکا نہی) نے ارشاد فرمایا کہ کوئی کتاب تصوف کی تصنیف ہوتی کہ جس میں سلسلہ والوں کو اپنے سلسلہ آبادانیہ کے بزرگوں کے مسلک سے واقفیت حاصل کرائی جاتی تو بہت اچھا ہوتا۔ اگر چہ اس سلسلہ کی اعلیٰ اعلیٰ تصانیف 'آئینۂ مبارک، مفید الطالبین، آداب السالکین' وغیرہ وغیرہ موجود ہیں لیکن ان میں طریقت کے مسائل نہایت مختصر ہیں اور جو ہیں وہ عام فہم نہیں کہ جس کو عوام سمجھ سکیں اور فقیر کی طرف مخاطب ہو کر ارشاد فرمایا کہ تم مستند کتابوں سے اخذ کر کے اس طرح انجام دو کہ طالب کو ادراک کماینبغی ہو اور اپنے سلسلہ والوں کو اپنے بزرگانِ سلسلہ کے مسلک

سے واقفیت ہو جائے تو فقیر نے ہر چند عذر پیش کیے کہ مجھ میں نہ اتنی صلاحیت ہے، نہ اس قدر معلومات۔فقیر کو اس خدمت سے معاف رکھا جائے۔مکرر ارشاد ہوا کہ انسان خالصاً لوجہ اللہ، اللہ پر بھروسہ کر کے کسی کام کو شروع کرے اور وہ انجام کو نہ پہنچے کیا معنی، فقیر نے مکرر عذر پیش کرنے کو خلاف ادب وتہذیب سمجھا اور محض خوشنودی اللہ ورسول کے لئے سر تسلیم خم کیا۔واقعی کچھ فضلِ خداوندی اور بزرگانِ سلسلہ کی عنایت وتوجہ ہی کا باعث تھا کہ اس بارِ عظیم کو فقیر نے اپنے سر پر لیا اور حکمِ مرشد فرضِ عین سمجھ کر بہ اُمیدِ وسیلۂ نجات لکھنا شروع کیا اور نامِ رسالہ ہذا کا انتباہ الطالبین المعروف رموزِ حقیقت رکھا۔''(رموزِ حقیقت۔ص۹)

اسی طرح کتاب کے اختتام پر لکھتے ہیں''الحمدللہ بہ تاریخ ۱۴ر محرم الحرام ۱۳۵۰ھ مطابق ۲ر جون ۱۹۳۱ رسالہ ہذا بخیر وخوبی اختتام پذیر ہوا۔''(رموزِ حقیقت،ص ۱۵۷)

اب بتایا جائے کہ شیخ المشائخ کے دور میں کتاب لکھنے کا رواج تھا یا نہیں؟اگر اِس پر بھی تشفی نہ ہو تو ایک اور دلیل ملاحظہ کیا جائے۔

انوار صوفیہ کے مولف علامہ جیدالقادری رقم طراز ہیں:

''ایام طالب علمی میں ایک خوش گوار شام شیخ المشائخ الکرام ومرشد العلماء العظام امین امانت بوتراب حضرت الحاج شاہ محمد تیغ علی قادری آبادانی فریدی مجیبی رحمۃ اللہ علیہ کی مجلس میں حاضر تھا۔آپ نے دوران ارشاد یہ فرمایا کہ بابو میری دلی خواہش ہے کہ سلسلہ قادریہ آبادانیہ کے بزرگوں کے حالات مقدسہ پر ایک کتاب لکھی جائے اور اگر قاسم علوم شریعت وطریقت حضور مفخر موجودات محمد محمود الصفات علیہ التحیۃ والتسلیمات سے لے کر ان تمام حضرات کے حالات طیبات (جن کی وساطت سے خلق خدا کی ہدایت کی ذمہ داری خانقاہ آبادانیہ سرکانہی شریف تک آئی ہے)قلم بند کر دیے جائیں تو اور بھی اچھا ہو۔میں نے انکار مناسب نہ جانا(باوجودیکہ اپنی بے علمی اور کم بضاعتی اس کی اجازت نہیں دیتی تھی)کیونکہ میرے دل کی ایک ایک دھڑکن کو یقین کامل تھا کہ

گفتہ او گفتہ اللہ بود　گرچہ از حلقوم عبد اللہ بود

یہ وہ نفوس قدسیہ ہیں جن کی زبان حقیقت کا ترجمان ہوا کرتی ہے۔خدا والوں کا مقدس ارشاد اپنے صداقت کی آپ ہی دلیل ہوا کرتی ہے۔حدیث شریف صحیح مسلم بروایت ابی ہریرہ رضی اللہ عنہ:

قال قال رسول اللہ ﷺ رب اشعب مدفوع بالابواب لو اقسم علی اللہ لابرہ۔

گردش لیل ونہار اپنا کام کرتی رہی۔دن ہفتہ،ہفتہ مہینہ اور مہینہ سال میں تبدیل ہوتا رہا اور میں دارالعلوم مظہرالاسلام بریلی شریف سے دورۂ حدیث سے فراغت پا کر کلکتہ جاتے ہوئے مخدوم طریقت واقف رازِ حقیقت ومعرفت حضرت شاہ محمد ایوب صاحب(خلیفہ اجل حضرت شیخ المشائخ رحمۃ اللہ علیہ)کی خدمت میں بمقام سیتا رام پور ضلع بردوان حاضر ہوا۔سلسلہ گفتگو میں انھوں نے بھی یہی خواہش ظاہر کی اور میں نے یہ کام اپنے ذمہ لے لیا لیکن اس کے لئے معتد بہ وقت نہیں نکال سکا۔''

(انوارِ صوفیہ،ص۴)

علامہ جیدالقادری مزید لکھتے ہیں:''حضور شیخ المشائخ رحمۃ اللہ علیہ کے ذاتی کتب خانہ میں آپ کا ایک خصوصی بیاض(جس میں قرآن کریم کی آیات طیبات واحادیث کریمہ وغیرہ نقل کی گئی ہے)جنھیں وقتاً فوقتاً آپ نے خود اپنے دست مبارک سے اور اکثر خدام سے اپنی نگرانی میں درج کرا پائے۔جس بیاض کا نام(خود حضرت شیخ المشائخ نے ابواب القرآن تجویز فرمایا تھا)ہے۔''(انوار صوفیہ،صفحہ ۲۲۹)

علامہ علی احمد جیدالقادری نے جس بیاض تیغی کی بات لکھی ہے اس کے مطالعہ سے جہاں شیخ المشائخ کے عقائد ونظریات واضح ہو رہے ہیں وہیں قرآن وحدیث اور اقوال صحابہ وتابعین سے متعلق شیخ المشائخ کی صلاحیت کا اندازہ ہو جاتا ہے۔علامہ جیدالقادری نے بیاض تیغی کا چند نمونہ پیش کیا ہے جن میں بے شمار نکات اور صوفیانہ توضیحات شامل ہیں۔

بیاض تیغی کا ایک اقتباس ملاحظہ کریں:

''سچ تو یہ ہے کہ سارے عالم کا ظہور اُن(حضرت آدم علیہ السلام)کے خطا کی برکت ہے۔ان(انبیا وصالحین)کی خطائیں ہماری عبادتوں سے افضل ہیں کیوں کہ ان کی خطا رب کی عطا ہوتی ہے۔حضرت فاروق اعظم کی خطا سے قیامت تک کے مسلمانوں کو رمضان کی راتوں میں اپنی بیویوں سے جماع کرنے کی اجازت ملی۔حضرت ابوامینہ ضمری رضی اللہ عنہ کے منہ سے مجبوراً کلمہ کفر نکال دینے کی برکت سے ہمیشہ کے لئے مسلمانوں کو ایسی مجبوری میں اس کی اجازت ملی۔فرشتے محض عابد تھے اور انسان عبادت مع محبت کے لئے پیدا کیا گیا۔''

(انوار صوفیہ ۲۳۳و۲۳۴)

سرکار سرکانہی کے سلسلے میں بعض لوگوں کا خیال ہے کہ وہ محض صوفی

بے مغز تھے حالاں کہ سرکار سرکانہی کے ارشادات وفرمودات جو کتابوں میں موجود ہیں ان سے پتہ چلتا ہے کہ وہ عالم دین بھی تھے یہ دیگر بات ہے کہ دنیاوی سند نہیں رکھتے ہوں گے، اسی وجہ سے غالباً رشک مظفر پوری نے غلط فہمیاں پال رکھی ہیں۔ سرکار سرکانہی کی سوانح حیات سے یہ بات بھی اظہر من الشمس ہو جاتی ہے کہ شیخ المشائخ اپنے دور کی علمی شخصیات میں سب سے زیادہ متاثر اعلیٰ حضرت امام احمد رضا فاضل بریلوی علیہ الرحمہ سے تھے اس لئے ان کی لکھی نعت بھی بہت ہی عقیدت کے ساتھ سماعت فرماتے جیسا کہ انوار قادری میں لکھا ہے:

''برادر عزیز مولوی شاہ محمد علاؤ الدین سلمہ کا بیان ہے کہ ایک دفعہ حضرت سرکار قبلہ قدس سرہ العزیز شجاول پور برادر طریقت محمد عباس صاحب کے یہاں تشریف لے گئے۔ میں بھی آپ کے ہمراہ تھا۔ بروز جمعہ بعد نماز جمعہ مسجد میں لوگوں کو ٹھہرا لیا اور مجھے حکم فرمایا کہ اعلیٰ حضرت فاضل بریلوی قبلہ رضی اللہ عنہ کی (لکھی ہوئی) وہ نعت پڑھو:

ان کی مہک نے دل کے غنچے کھلا دِیے ہیں
جس راہ چل دِیے ہیں کوچے بسا دِیے ہیں

میں نے دست بستہ کھڑے ہو کر تعمیل حکم کی اور وہ نعت شریف پڑھی۔'' (انوار قادری ص ۵۰)

اِس اقتباس سے یہ بات واضح ہوگئی کہ سرکار سرکانہی بعد نماز جمعہ نعت کی محفل منعقد کرتے اور بعد محفل صلوٰۃ وسلام کا نذرانہ پیش کیا جاتا جیسا کہ اہل سنت و جماعت کی مساجد میں بعد نماز جمعہ صلوٰۃ وسلام کا نذرانہ پیش کیا جاتا ہے۔ حالاں کہ یہ معمول خانقاہ مجیبیہ میں نہیں ہے۔ تاریخ شاہد ہے کہ شیخ المشائخ نے اپنی حیات طیبہ میں اپنے جانشین حضرت شاہ ابراہیم رحمۃ اللہ علیہ کے خلف اکبر علامہ جید القادری کو بریلی شریف بھیجا تاکہ وہ اعلیٰ حضرت سے مکمل فیض یاب ہوکر اپنے قرب وجوار میں اعلیٰ حضرت کے پیغام کا پرچم بلند کریں۔ اگر شیخ المشائخ پھلواروی عقائد اور معمولات کے شیدا ہوتے تو علامہ جید القادری کو پھلواری شریف علم حاصل کرنے کے لئے بھیجتے، بریلی شریف نہیں۔

حاصل کلام یہ کہ آفتاب رشک مصباحی نے اپنے مضمون کے ذریعہ سرکار سرکانہی کو خراج عقیدت پیش کرنے کے بہانے اپنی فکر کو عام کرنے کی جو سعی کی ہے وہ ہر لحاظ سے قابل مذمت ہے۔ اسے معلوم ہونا چاہیے کہ سرکارِ سرکانہی نے مسلکِ اعلیٰ حضرت کے فروغ کے لئے حد درجہ کوشش کی۔ خود سرکارِ سرکانہی کے دادا پیر حضرت حافظ فرید الدین آروی نے مسلک اعلیٰ حضرت کی ترویج و اشاعت کے لئے جو کارنامے انجام دیے وہ تاریخ کا ایک روشن باب ہے۔ تاریخ شاہد ہے کہ شہر آرا میں اعلیٰ حضرت کے خلیفہ مفتی رحیم بخش آروی نے مسلک اہل سنت کی ترویج و اشاعت کی خاطر مدرسہ حنفیہ آرا سے استعفیٰ دے کر مدرسہ فیض الغرباء قائم کیا تو مدرسہ کے قیام میں حضرت شیخ طریقت حافظ فرید الدین قدس سرہ نے بھرپور تعاون فرمایا اور تاحیات خصوصی معاون رہے۔

آپ کے وصال کے بعد جب حسام الحرمین کے خلاف بدعقیدوں نے لوگوں کو گمراہ کرنے کی کوشش کی تو مدرسہ فیض الغرباء آرا کے مدرّسین نے بھی حسام الحرمین کی تصدیق فرمائی۔ علامہ مفتی محمد ابراہیم آروی مدرس مدرسہ فیض الغرباء، آرا تحریر فرماتے ہیں:

''بلا شبہ ایسے عقائد والے کافر و مرتد ہیں، اس لیے اُن میں توہین و تنقیص شان اللہ و رسول ہے، یہ لوگ اس آیتِ کریمہ کے سزاوار ہیں، یعنی کہہ دیجیے اے نبی اِن سے کیا اللہ اور اس کی آیتوں اور اُس کے رسول کے ساتھ ٹھٹھا کرتے تھے، بہانے نہ بناؤ، تم کافر ہو چکے، اپنے ایمان کے بعد۔ عالمگیری میں ہے ''جو شخص اللہ تعالیٰ کی ایسی شان بیان کرے جو اُس کے لائق نہیں یا اُسے جہل یا عجز یا کسی ناقص بات کی طرف نسبت کرے، وہ کافر ہے، اسی طرح جو اُسے اچھا سمجھے یا اُس پر راضی ہو وہ بھی کافر ہے'' اعلام میں ہمارے علمائے اعلام سے کفر متفق الیہ کی فصل میں منقول ہے، جو کفر کا لفظ بولے وہ کافر ہوا، اسی طرح جو اُس پر ہنسے یا اُسے اچھا سمجھے یا اُس پر راضی ہو کافر ہو جائے گا، میں نے حسام الحرمین کو شروع سے آخر تک دیکھا جو کچھ اس میں ہے صحیح ہے، مسلمانوں کو اس پر عمل کرنا واجب ہے، اس کا منکر گمراہ ہے۔'' فقط واللہ تعالیٰ اعلم۔

فقیر محمد ابراہیم عفی عنہ آروی قادری رضوی مدرّس مدرسہ فیض الغرباء، آرہ (تجلیاتِ خلفائے اعلیٰ حضرت، ص ۴۱۱)

آخر میں اللہ تبارک وتعالیٰ سے دعا ہے کہ اللہ پاک ہم سب کو حق بات سننے کی توفیق عطا فرمائے اور ہم لوگوں پر شیخ المشائخ کے روحانی فیض کو جاری رکھے کہ ان کے عقائد واعمال پر ہم لوگ قائم ودائم رہیں۔

آمین بجاہ سید المرسلین ﷺ

☆☆☆

☆ گورنمنٹ انٹر کالج (ضلع اسکول) چھپرا (بہار)

اصلاح معاشرہ

موجودہ حالات میں کرنے کے کچھ اصلاحی کام

محمد عبدالمبین نعمانی قادری*

مسلمانوں کی فلاح و بہبودی کے لئے کچھ اہم اصلاحی پیغامات پیش کیے جاتے ہیں۔ قوم مسلم سے گزارش ہے کہ غور کریں، ہمت باندھیں اور اُن پر عمل کرنے کے لیے آگے بڑھیں۔

(۱) مسلمان خود نمازوں کی پابندی کریں اور دوسروں کو نمازی بنانے کی طرف بھی توجہ دیں اور یہ کام پہلے اپنے گھر سے شروع کریں کیوں کہ ایمان وعقیدہ درست کرلینے کے بعد نماز سے غفلت بہت بڑا گناہ ہے۔ کارخانے دار حضرات اپنے مزدوروں کو بھی نماز کی تاکید کریں بلکہ نمازی مزدوروں کو ترجیح دیں اور انہیں سہولت فراہم کریں۔ نماز سے اپنا قومی وقار بھی بحال ہوتا ہے اور فریضۂ خداوندی کی ادائیگی بھی۔ نمازی مسلمان کے اخلاق بھی بلند ہوتے ہیں۔

(۲) بہت سے سیٹھ حضرات مزدوروں کی مزدوریاں طے نہیں کرتے اور کام کرانے کے بعد من مانی مزدوری انہیں دے دیتے ہیں جو شرعاً جائز نہیں، پہلے مزدوری طے کرلینا ضروری ہے اور اسی کے مطابق ادائیگی بھی لازم ہے اور حتی الامکان مزدوری وقت پر ادا کریں۔ بہت سے کارخانے دار، پیسے ہوتے ہوئے بھی مزدوری دینے میں ٹال مٹول سے کام لیتے ہیں جب کہ حدیث میں آیا ہے: اُعْطُوا الْاَجِیْرَ اجرہ قبل ان یجِفّ عِرقهٗ۔ (رواہ ابن ماجہ) پسینہ خشک ہونے سے پہلے مزدور کی مزدوری ادا کردی جائے۔ (مشکوۃ ص ۲۵۸ باب الاجارہ، مجلس برکات مبارکپور) یعنی مزدوری دینے میں جلدی کی جائے، اس کے خلاف کرنا مسلمان کا شیوہ ہرگز نہیں، ایسا کرنا ظلم بھی ہے اور ظلم کا انجام برا ہی ہوتا ہے۔

(۳) شراب اور جوے ناپاک ہیں اور گناہ کے کام۔ ان سے خود بچیں اپنی اولاد کو بچائیں اور اپنے دوسرے مسلمان بھائیوں کو بھی اُن سے دور رہنے کی تاکید کریں، نہ ماننے پر اُن کا بائیکاٹ کریں ان کی تقریبات میں بھی شرکت نہ کریں۔

(۴) ضرورت پڑنے پر ہی ہوٹلوں میں جائیں، ضرورت پوری ہوتے ہی جلد تر واپس آئیں اور پھر دین یا دنیا کے کسی کام میں لگ جائیں، ہوٹلوں یا تفریحی مقامات پر وقت ضائع کرنا زندگی کو برباد کرنا ہے۔ حافظ ملّت حضرت علامہ شاہ حافظ عبدالعزیز محدث مبارک پوری علیہ الرحمۃ فرمایا کرتے: تضیع اوقات سب سے بڑی محرومی ہے۔ غیر ضروری کاموں میں وقت ضائع کرنے والا کبھی سچا اور اچھا مسلمان نہیں ہوسکتا۔ حدیث شریف میں آیا ہے: مِنْ حُسْنِ اِسْلَامِ الْمَرْءِ تَرْكُهٗ مَالَا يَعْنِيْهِ۔ (ترمذی حدیث۔۲۳۱۷، ابن ماجہ حدیث ۳۹۷۶)

(۵) آج ہمارے گھروں کا ماحول خراب ہو چکا ہے۔ نہ مرد عورتوں کی کوئی نامناسب اور طبیعت کے خلاف بات برداشت کررہے ہیں اور نہ عورتیں مردوں کی خلافِ مزاج کوئی بات برداشت کرنے کو تیار ہیں۔ آج تو عورتیں بھی حاکم بن چکی ہیں، مرد تو حاکم ہے ہی۔ حاکم کو بھی چاہیے کہ رعایا کے حقوق کا خیال کرے۔ اس کے ساتھ نرمی کا برتاو کرے اور رعایا کو بھی چاہیے کہ حاکم کے وقار اور احترام کو پورے طور پر ملحوظ خاطر رکھے۔ رعایا کا حاکم بن جانا یا اپنے کو حاکم تصور کرلینا خود ہی صحیح نہیں۔ اس کی حدیث میں برائی بیان کی گئی ہے: لَنْ يُّفْلِحَ قَوْمٌ وَلَّوْا اَمْرَهُمْ اِمْرَاَةً وہ قوم ہرگز فلاح نہیں پاسکتی جس نے اپنی عورتوں کو حاکم بنالیا۔ (بخاری: ۴۴۲۵) یہ تو عورتوں کو حاکم بنانے کی ممانعت ہے اور اگر خود ہی عورتیں حاکم بن جائیں تو یہ اور زیادہ قبیح اور برا ہے۔ گھریلو جھگڑوں رگڑوں اور طلاق ومقدمے کی بڑی وجہ یہی ہے کہ زوجین (عورت مرد) نے اپنے اپنے مقام اور مرتبے کو نظرانداز کردیا ہے۔

غور کرنے کی بات یہ ہے کہ جب ہم اپنے چھوٹے سے گھر کی معمولی حکومت نہیں چلاسکتے، آئے دن اس میں رخنے پڑتے رہتے ہیں تو بھلا دوسروں سے ہم اپنے حقوق کا مطالبہ کیسے کرسکتے ہیں۔ ہم خود آپس میں انصاف اور رواداری کا سلوک نہیں کرتے تو دوسروں سے اس کی امید کیوں کرتے ہیں، ہم خود ٹھیک ہوجائیں تو پورا معاشرہ ٹھیک ہو جائے گا۔ ان شاءاللہ۔

(۶) حدیث گزر چکی: اَلدِّيْنُ النُّصْحُ لِكُلِّ مُسْلِمٍ (کنز

العمال) دین داری یہ ہے کہ ایک مسلمان دوسرے مسلمان بھائی کی خیر خواہی کی فکر اور کوشش کرے یعنی ہر مسلمان دوسرے کی اصلاح کا حق رکھتا ہے بلکہ اس کی دین داری اس وقت مکمل ہوگی جب وہ دوسرے کی فکر کرے۔ آج کل یہ غیر اسلامی مقولے بڑے عام ہو چکے ہیں ''اے شیخ اپنی دیکھ'' اور آپ کو میری فکر کیوں پڑی ہے آپ اپنا دیکھیے۔'' اور آپ کون ہوتے ہیں میری اصلاح کرنے والے، اور ''اپنا دامن دیکھیے میری آئے ہیں اصلاح کرنے'' وغیرہ۔ جملے بڑے طمطراق سے بولے جارہے ہیں اور اسے کمال سمجھا جاتا ہے۔

بھائی! کوئی کتنا ہی برا ہو، اگر وہ میری بھلائی چاہتا ہے تو یہ ہمارے حق میں بہتر ہی ہے۔ اگر کوئی ہماری کوتاہی کو دور کرنا چاہتا ہے تو اس کا احسان مانو، اس کی کوئی کمی کوتاہی مت ڈھونڈو، ہاں بولنا ہے تو یہ کہا جاسکتا ہے کہ آپ نے میری اصلاح کی فکر کی، میری آنکھیں کھول دیں اس کا شکریہ۔ اِن شاء اللہ میں اپنی اصلاح کی فکر اور کوشش کروں گا۔ میں چاہتا ہوں کہ آپ بھی اپنی فلاں فلاں غلطیاں درست کرلیں تاکہ آپ بھی گناہوں سے پاک ہو جائیں اور میں بھی۔ اصلاح حال کا یہ طریقہ صحیح اور خوب ہے اور خودغرضی کی باتیں اسلامی تعلیمات کے بالکل خلاف ہے۔

(۷) پڑوسیوں کے بڑے حقوق ہیں اسلام میں۔ آج کا مسلمان انہیں بھی پامال کرتا نظر آرہا ہے۔ پڑوسیوں کے حقوق کا یہ حال ہے کہ اگر غیر مسلم پڑوسی ہو تو اُس کے ساتھ بھی حسن سلوک کا حکم ہے۔ اسلام کے حدود میں رہ کر غیر مسلم پڑوسیوں سے بھی حسن اخلاق کا برتاو کیا جانا چاہیے۔ اس کے بڑے اچھے اثرات اور نتائج ہمیں دیکھنے کو ملتے ہیں۔ حسن سلوک کا معاملہ تو ایسا ہے کہ اس سے بڑے متعصب اور متشدد غیر مسلم بھی بسا اوقات متاثر ہو جاتے ہیں اور جو معتدل مزاج ہوتے ہیں ان پر تو اچھے اثرات ضرور مرتب ہوتے ہیں۔ میں سمجھتا ہوں کہ یہ پہلو بھی آج بڑی توجہ کا طالب ہے۔

(۸) مفلوک الحال بھائیوں کے لئے ایک ''غریب فنڈ'' قائم کریں جس کے ذریعے ضرورت مندوں اور محتاجوں کی مدد کی جائے۔ زکوۃ کی رقمیں بھی اس فنڈ میں شامل کی جاسکتی ہیں لیکن ان کا استعمال بہت سوچ سمجھ کر کیا جائے، علمائے کرام اور مفتیوں سے اس سلسلے میں ضرور رجوع کیا جائے جو طریقہ وہ بتائیں اس پر ہی عمل کیا جائے۔ اس فنڈ سے یہ کام کیے جاسکتے ہیں:

(۱) غریب بیماروں کا علاج کرایا جائے۔

(۲) بے سہارا قیدیوں کی رہائی کا انتظام کیا جائے۔

(۳) غریب طلبہ کی مدد کی جائے چاہے وہ دینی تعلیم حاصل کرتے ہوں یا عصری لیکن نیک پارسا اور نمازی ہونا ضروری ہے۔

(۴) ضرورت مند بیواؤں اور حاجت مند یتیم بچوں کی کفالت کی جائے۔ (۵) جن غریب علاقوں میں مسجد کی ضرورت ہے وہاں سادی سی مسجد بنوادی جائے یا تعمیر میں حصہ لے لیا جائے، مساجد کو فضول خرچیوں سے بچانا بھی ضروری ہے، زیب و زینت اور میناروں کی ریس (مقابلہ آرائی) کوئی دینی ضرورت نہیں، یہ محض شوق کی چیزیں ہیں، اگر یہ بآسانی ہو تو حرج نہیں لیکن اِن کاموں کے لئے جان کھپانا، در در پھرنا بالکل مناسب نہیں۔

(۹) غیر سودی بینک قائم کیے جائیں، اس سلسلے میں بھی مفتیانِ کرام سے رہنمائی حاصل کرنی ضروری ہے تاکہ حرام کے ارتکاب سے بچا جاسکے۔

(۱۰) حکومت کے قوانین کی حتی الامکان پاسداری کی جائے، بلاوجہ قانون شکنی کر کے اپنے کو مصیبت کے حوالے کرنا عقل مندی نہیں، اس کے لئے سیاسی سوجھ بوجھ کی بھی ضرورت ہے، لیکن پارٹی کی سیاست سے بچنا بھی ضروری ہے، یوں ہی ملکی قوانین کی جانکاری بھی ہمیں ہونی چاہیے۔

(۱۱) ہنگامی صورتِ حال میں ہمیشہ ''جوش پر ہوش کو غالب رکھنا'' ضروری ہے ورنہ اپنے ہی ہاتھوں اپنا نقصان اٹھانا پڑسکتا ہے۔ اس سلسلے میں بے جا بہادری کا مظاہرہ بھی کبھی بڑا بھیانک اور نقصان دہ ثابت ہوتا ہے۔

(۱۲) شادی بیاہ میں فضول اور غیر ضروری اخراجات سے بچنا بھی بڑی اہمیت کا حامل ہے۔ مسلمانوں کو چاہیے کہ سادگی کے ساتھ شادیوں کی تقریبات انجام دیں اور جنہیں اللہ نے دولت سے نوازا ہے وہ مسلمانوں کے قومی فلاحی معاملات کے لئے فنڈ مضبوط کریں اور مسلمانوں کو ترقی کی راہ پر گامزن کریں۔

(۱۳) غریب اور تنگ دست مسلمانوں کو کاروباری امداد دیں، انہیں تجارت اور امانت داری کا راستہ بتائیں اور غریب مسلمان بھی

محنت سے ہر کام انجام دیں۔

(۱۴) مسلمان تجارت اور کاروبار میں دیانت داری اور سچائی کا بھرپور لحاظ کریں، دھوکا دھڑی، خراب مال کو اچھا بتا کر فروخت کرنے جیسی بری خصلتوں سے پرہیز کریں، نفع کم لیں، مال زیادہ بیچیں کہ سُستی، فضول خرچی اور تضیعِ اوقات سے پرہیز کریں۔

(۱۵) جن غریبوں کے پاس رہنے کے مکانات نہیں ان کے تعاون کی بھی فکر کرنی چاہیے، بعض غریب افراد کثیر العیال ہوجاتے ہیں، بروقت کھانے، رہنے کا انتظام ہوتا ہے، لیکن مستقبل میں انہیں تنگی کا سامنا ہوتا ہے اور زمین و مکان کے اخراجات اتنے بڑے ہوتے ہیں کہ کسی غریب کے بس کی بات نہیں ہوتی۔ ایسے ضرورت مند بھائیوں کی طرف بھی توجہ دینی بہت ضروری ہے۔ وہ اس طرح کہ ان کی جزوی امداد کریں یا اہل ثروت حضرات انہیں مکانات تیار کر کے دیں۔

(۱۶) مسلمان صرف اچھا کھانے اور اچھا پہننے پر توجہ نہ دیں بلکہ اپنی صحت کا بھی خیال رکھیں، حافظ ملّت علیہ الرحمۃ والرضوان فرمایا کرتے تھے: ''دینی، دنیاوی ہر طرح کے کام کا مدار صحت پر ہے''

بیمار آدمی زندہ رہ کر بھی مردہ معلوم ہوتا ہے اس کے لئے بے تحاشا کھانے سے بچنا اور حفظانِ صحت کے اصولوں پر عمل کرنا بھی ضروری ہے۔

(۱۷) موبائیل اور ٹی وی میں بے جا اور بے کار مشغولیت سے اپنے قیمتی اوقات کو بچائیں، واضح رہے کہ اس کا غلط استعمال شرعاً بھی ناجائز اور گناہ ہے اور دنیا کے لئے بھی مصیبت اور نقصان دہ۔

چھوٹے بچوں کو ہرگز موبائیل نہ دیں کہ اس کے نقصانات شمار سے باہر ہیں، خاص طور سے تعلیم اور اخلاق کا نقصان تو بالکل واضح ہے۔ دنیا کی ترقی یافتہ قومیں اپنے بچوں کو موبائیل سے دور رکھتی ہیں۔ ہمیں اس سے نصیحت حاصل کرنا چاہیے۔

نوٹ: کہنے کے لئے تو باتیں بہت ہیں۔ اتنی ہی گزارشات پر عمل کرلیا جائے تب بھی یہ ہماری ترقی اور کامیابی کے لئے بہت ہے۔

☆☆☆

☆ بانی رکن المجمع الاسلامی، ملت نگر، مبارک پور، اعظم گڑھ، یوپی

موجودہ صدی میں ہمارا دینی حال

اگر ہم عالمی سطح پر قومِ مسلم کے دینی حالات کا جائزہ لیتے ہیں تو پہلے سے کافی گراوٹ نظر آتی ہے اور دینی اعتبار سے مسلمانوں میں بے راہ روی، منافرت وکشیدگی کافی بڑھی ہوئی ہے۔ پہلے حلال وحرام، جائز اور ناجائز کا مسلمانوں میں کسی حد تک خیال رکھا جاتا تھا لیکن اب اکیسویں صدی کے آغاز سے حلت وحرمت کی تمیز امت مسلمہ میں کمزور دکھائی دے رہی ہے، پہلے تجارتی لین دین کے کسی ناجائز طریقہ پر علما سود کا حکم دیتے اور شرعی احکام پیش کرتے تو لوگ اسے ترک کر دیتے، اب تو یہ عام بلا بنتی جارہی ہے اور بے شمار مسلمان اس میں گرفتار ہو رہے ہیں، اسی طرح لوگ امانتوں کو بے خوف وخطر ہڑپ کر جاتے ہیں اور خیانت کی سزا کی انہیں فکر نہیں ہوتی، اطاعتِ الٰہی اور اطاعتِ رسول کا جذبہ مفقود نظر آتا ہے، بلکہ نئی نسل کے نوجوانوں کو خلفائے اربعہ کے نام تک نہیں معلوم اور فلم انڈسٹری کے ہیرو ہیروئن کے بارے میں تاریخ پیدائش سے لے کر اُن کی پسند سے ناپسند تک سب کچھ جانتے ہیں۔ العیاذ باللہ۔

بظاہر مسجدوں میں نمازیوں کی تعداد زیادہ دکھائی دے لیکن اگر آپ اس کا اثر نمازیوں کی زندگی پر دیکھنا چاہیں تو ندارد۔ حاجیوں اور روزہ داروں کی تعداد میں قدرے اضافہ ضرور ہوا لیکن ان عبادات کے اثرات انسانی زندگی پر کہیں کہیں نظر آتے ہیں۔ تحریکات کا وجود لیکن اخلاص ناپید۔ الا ماشاءاللہ۔ رہے دینی معلومات اور دینی تعلیم کے حصول کا شوق تو یہ سب کچھ عیاں ہے۔ یاد رکھیں! دین ہی ہماری اصل پونجی ہے، اگر یہ ضائع ہوگئی تو دونوں جہاں برباد۔ اگر یہ سلامت تو دونوں جہاں میں ہم سلامت۔ آج دینی سرگرمیوں کی طرف نوجوان پیش قدمی نہیں کرتے، یہی وجہ ہے کہ دن بدن دین سے بغاوت اور نفرت نئی نسل میں عام ہوتی نظر آتی ہے۔ الا ماشاءاللہ

گزشتہ سال ہر اعتبار سے ہم سب کو دعوتِ فکر دیتا ہے کہ تم نے قوم کے خورد ونوش اور رہائش وغیرہ کا انتظام تو کیا ہوگا لیکن ان کے دلوں میں دینی شعور اور ملی تڑپ بیدار کرنے کے بارے میں کوئی فکر نہیں جو کہ دنیاوی زندگی میں کامیاب ہونے کے لئے ضروری ہے۔ اس لئے کہ دین ہی انسان کو انسان بناتا ہے اور زندگی کی آخری سانس تک دین ہی کے دامن سے وابستہ رہنے کا اللہ عزوجل نے حکم دیا ہے۔ دین ہی نے ہم کو عزت دی، شہرت دی، کامیابی دی، مقام دیا اور آج دین سے دوری کے نتائج بھی ہمارے سامنے ہیں۔ خبردار! اپنی زندگی کو دین سے دور نہ رکھیں۔ گزشتہ صدی میں عوام کا حال یہ تھا کہ علمائے کرام اگر کسی معاملہ میں کوئی حکم صادر فرما دیتے تو عوام بے چون و چرا اُسے قبول کرلیتی اور اس پر عمل کرنا اپنے لئے ضروری سمجھتی اور ان کے فیصلہ کو اپنے لئے حرفِ آخر اور کامیابی کی ضمانت تصور کرتی۔ علمائے کرام کی زیارت اور اُن کی صحبت سے استفادہ، ان کی مجلس کی حاضری کو رحمت خیال کر کے بچوں کے دلوں میں اللہ ورسول کی محبت اور ذکر ودرود کا سچا جذبہ بیدار کرتی، جھوٹ سے ان کا دور کا بھی واسطہ نہ تھا اور صدق ہی ان کی پہچان تھی۔

عطاء الرحمٰن نوری مالیگاوں

شیخ مشرق: شیخ عبدالقادر جیلانی حنبلی ——— شیخ مغرب: شیخ شعیب اندلس مغربی مالکی

شیخ اکبر ابن عربی کے مرشد شیخ ابومدین مغربی

محمد یامین قریشی قادری چشتی مخلصی٭

شیخ الشیوخ حضرت ابومدین شعیب مغربی تِلِمسانی مالکی رحمۃ اللہ علیہ ۵۲۰ھ میں قطنیانہ (نزد اشبیلیہ) اندلس (Spain) یورپ میں پیدا ہوئے اور ۲۸ محرم الحرام ۵۹۰ھ میں الجزائر (براعظم افریقہ) میں وصال فرمایا، مزار مبارک مدفن الاولیاء اَلعُبّاد (تلمسان) الجزائر میں مرجعِ خاص وعام ہے۔

آپ عالم دین، فیض یافتہ غوث الاعظم شیخ عبدالقادر جیلانی، صاحب کرامات، ولی کامل، مصنف کتب، شاعر اسلام، بانی سلسلہ قادریہ مغربیہ اور مؤثر شخصیت کے مالک تھے، بہت سے مشائخ نے آپ کی صحبت وخدمت میں تربیت پائی ہے، ان تربیت پانے والے مشائخ میں سے ایک بزرگ ہستی کا نام شیخ اکبر محی الدین ابن عربی ہے۔

شیخ اکبر اپنی تصنیفات میں شیخ ابومدین مغربی علیہ الرحمہ کا کثرت سے ذکر کرتے ہیں۔ آپ نے اپنے شیخ کی باتوں اور معرفت کا خوب ذکر کیا ہے۔ امام یافعی کہتے ہیں کہ یمن کے اکثر مشائخ تو شیخ عبدالقادر جیلانی رحمۃ اللہ علیہ سے نسبت رکھتے ہیں اور بعض شیخ ابومدین سے تعلق رکھتے ہیں۔ شیخ ابومدین شیخ مغرب ہیں اور شیخ عبدالقادر جیلانی شیخ مشرق ہیں۔

فتوحات میں مذکور ہے یعنی شیخ اکبر محی الدین ابن عربی فرماتے ہیں کہ میں نے ایک ولی اللہ سے سنا وہ کہتے تھے کہ ''میں نے شیطان کو خواب میں دیکھا اور اُس سے پوچھا'' تیرا حال شیخ ابومدین کے ساتھ جو کہ توحید وتوکل میں امام ہیں'' کیسا ہے؟ شیطان نے کہا! میرا حال ان کے ساتھ یہ ہے کہ جب میں کوئی شے ان کے دل میں ڈالتا ہوں تو اس کی ایسی مثال ہوتی ہے کہ کوئی شخص محیط سمندر (سمندر کے درمیان) میں پیشاب کرے۔ اس پیشاب کرنے والے سے لوگ پوچھیں کہ تم نے پیشاب کیوں کیا؟ تو وہ آگے سے یہ کہے کہ اِس لئے تا کہ سمندر ناپاک ہوجائے اور اس سمندر کے پانی سے وضو نہ ہوسکے۔ سو کیا ایسے شخص سے بڑھ کر بھی کوئی بے وقوف ہوگا؟ کیا سمندر کے اتنے وسیع پانی کو اس کے پیشاب کے چند قطرے ناپاک کرسکتے ہیں؟ ہرگز نہیں۔ اسی طرح میری (شیطان کی) نسبت شیخ ابومدین مغربی رحمۃ اللہ علیہ کے دل کے ساتھ ہے۔ یعنی کہ شیخ ابومدین مغربی رحمۃ اللہ علیہ کا دل اُس وسیع سمندر کی طرح پاک ہے کہ جس میں شیطان جیسا لعین بھی اپنی شیطانی کے زور سے ناپاکی داخل نہیں کرسکتا۔

ایک دن شیخ ابومدین نے مغرب کے ایک شہر میں اپنی گردن کو پست کیا اور کہا **اللّٰھم انی اشھدك واشھد ملائکتك انی سمعت واطعت**۔ اے باری تعالیٰ میں تجھے گواہ بناتا ہوں اور تیرے فرشتوں کو گواہ بناتا ہوں میں نے تیرا حکم سنا اور اطاعت کی۔ ان کے مریدوں نے پوچھا کہ حضرت اس دعا کا کیا سبب تھا؟ شیخ ابومدین مغربی رحمۃ اللہ علیہ نے فرمایا: شیخ عبدالقادر جیلانی رحمۃ اللہ علیہ نے آج بغداد شریف میں کہا ہے **قدمی ھذہ علی رقبۃ کل ولی اللہ**۔ بس میں نے ان کی سرداری کو تسلیم کرتے ہوئے اللہ تعالیٰ کو اور اس کے ملائکہ کو گواہ بنایا ہے۔ اس کے بعد شیخ عبدالقادر جیلانی رحمۃ اللہ علیہ کے بعض مرید بغداد شریف سے آئے اور خبر لائے کہ شیخ عبدالقادر جیلانی رحمۃ اللہ علیہ نے عین اسی وقت یہ کلمہ کہا تھا جب شیخ ابومدین مغربی رحمۃ اللہ علیہ نے سر جھکا کر یہ عمل کیا۔

جب کبھی شیخ ابومدین مغربی رحمۃ اللہ علیہ قرآن مجید کی یہ آیت مبارکہ سنا کرتے: **وَمَآ اُوْتِیْتُمْ مِنَ الْعِلْمِ اِلَّا قَلِیْلًا**۔ (بنی اسرائیل: ۸۵) یعنی تم کو تھوڑا علم دیا گیا ہے تو فرمایا کرتے کہ یہ تھوڑا سا علم جو خدا نے ہم کو دیا ہے، یہ بھی ہمارے ملکیت میں نہیں بلکہ ہمارے پاس عاریتاً ہے اور ہمیں بہت سا علم نہیں ملا، پس ہمیشہ ہم جاہل ہیں۔ شیخ ابومدین مغربی رحمۃ اللہ علیہ یہ بات اپنے رب کریم کے سامنے عاجزی کے طور پر عرض کیا کرتے۔

٭ ۱۴ جمادی الاولیٰ ۱۴۴۳ھ۔ ۱۹ دسمبر ۲۰۲۱ء بروز اتوار

مشرقی بہار کی روحانیت وعلمیت کا استعارہ

خواجہ ساجد عالم مصباحی لطیفی★

مشرقی بہار کی شہرہ آفاق ندی ''مہانندا'' کے کنارے، بہت سی علمی و ادبی اور تہذیبی وسماجی ہستیاں محوِ خواب ابدی ہیں۔ کافی زیادہ دنوں کی بات نہیں صرف پونے دو، ڈیڑھ سو سال کی مدت ہی میں یہاں بڑے قدآور صاحبانِ کمال وجمال حضرات کی ایک ایسی قابل ذکر ولائق فخر جماعت گزری ہے کہ آج جن کی علمی وقلمی کاوشات اور دیگر مذہبی سماجی خدمات وکارناموں کے اُجلے اُجلے نقوش وآثار بتا رہے ہیں کہ یہ کیسے کیسے لوگ تھے اور اُن کی قدر ومنزلت، وزن وقیمت کیا درجہ اعتبار رکھتی ہے۔ تاریخی ومرورِ ایام کی عجب ستم ظریفی ہے کہ ان حضرات کے واقف کاروں نے ان کی تحریرات وتصنیفات اور ملی وسماجی خدمات وکارگزاریوں کے نشانات وحالات کو کاغذ وقلم کی امانت میں نہیں دیا، نہ ہی غیروں کو اِس عمل کے لئے آمادہ کیا، یا کم از کم توجہ دِلا کر خلوص وخیر خواہی کے باب میں نام درج کرانے کی زحمت گوارہ فرمائی جس کا نتیجہ یہ ہے کہ علم وادب، فکر وفن اور محاسن وفضائل کی کائنات کے ان بلند میناروں سے خود اس دیار کے خواص وعوام انصاف کی حد آگاہ نہیں۔ آج اگر اُن شخصیات کی حیات وخدمات پر کوئی تحقیقی کام کرنا چاہے گا تو اِس راہ میں اُسے جوئے شیر لانے سے بھی زیادہ گراں سودا کرنا پڑے گا۔

قدوۃ العلماء، زبدۃ الفضلاء حضرت مولانا شاہ حفیظ الدین لطیفی ابو العلائی علیہ الرحمۃ والرضوان اسی مشرقی بہار کے مردم خیز خطہ رحمٰن پور، بارسوئی، ضلع کٹیہار (بہار) سے تعلق رکھتے ہیں۔ آپ کی بھی شخصیت لوگوں کی قدر ناشناسی وعدم توجہی اور مجرمانہ غفلت وفراموشی کا شکار ہوئی۔ یہی سبب ہے کہ ایک صدی قبل کی یہ مایہ ناز ہستی اور تہہ دار ذات آج دیارِ غیر تو چھوڑیئے خود اپنے وطن میں اجنبیت کی المناکی سے دوچار ہے حالاں کہ حضرت لطیفی کی ذات اپنے علمی قد اور بے پناہ ملی وجماعتی ومساعی کے تناظر میں حد درجہ جذب وکشش کا مادہ رکھتی ہے۔

قرائن بتاتے ہیں کہ آپ نے اندازے کے مطابق ۱۲۴۵ھ میں زندگی کی پہلی سانس لی۔ والد ماجد کا نام شیخ حسن علی تھا۔ شیخ موصوف ایک دیندار رئیس اور بہت اثر ورسوخ کے حامل معزز انسان تھے۔ حضرت لطیفی ابھی عہد طفولیت ہی میں تھے کہ والد بزرگوار خلد آشیاں ہو گئے۔ اب ایک اکیلی ماں تھی کہ جس کا آنچل آپ کا آخری سہارا وآسرا تھا۔ حضرت لطیفی جب سن شعور کو پہنچے تو زمینداران رسول پور کے مکتب میں ابتدائی تعلیم کا آغاز فرمایا پھر یہاں کے نصابی تعلیم سے جب فارغ ہوئے تو براہ راست پٹنہ کی راہ لی اور یہاں استاذ العلماء اکمل الفضلاء، حضرت علامہ حسرت علی عظیم آبادی (تلمیذ رشید سیف اللہ المسلول معین الحق مولانا شاہ فضل رسول بدایونی) کی ملکی شہرت یافتہ درسگاہ میں زانوئے ادب تہہ کیا۔ بعدہ لکھنؤ کے فرنگی محلی مدرسہ نظامیہ میں داخل ہوئے اور یہاں فخر ہندوسندھ، شہیر عرب وعجم حضرت علامہ عبد الحکیم نظامی فرنگی محلی ودیگر اساتذۂ وقت کے خوان علم سے لقمے چنے اور آسودہ حال ہوئے۔ آپ کے تعلیمی سفر کا آخری پڑاؤ ہے مدرسہ رحیمیہ دہلی، یہاں آپ نے اکابر زمانہ حضرت علامہ شاہ مخصوص اللہ دہلوی وحضرت علامہ موسیٰ دہلوی رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہم اجمعین سے تعلیم کا تکملہ فرمایا اور دستارِ علم وفضل اور سند سے تعلیم وتدریس بہرہ یاب ہوئے۔

ممتاز رفقائے درس: تاریخی آثار وعلامات کے مخزن شہر پٹنہ اور عہد رفتہ کے نشانات وباقیات کی بستی دہلی تک یہ ممتاز وجلیل القدر شخصیتیں آپ کے رفقائے درس رہیں: عاشق رسول عارف باللہ حضرت علامہ عبد العلیم آسی غازی پوری، حضرت مولانا سید شاہ شہود الحق پیر بیگھوی اور حضرت مولانا فاروق چریاکوٹی قدست اسرارہم۔

درس وتدریس: آپ کی ۸۷ سالہ عمر عزیز کا تقریباً ۶۹ سالہ دور درس وتدریس سے عبارت رہا۔ اس دوران آپ نے مدرسہ شاہجہاں پور (یوپی) مدرسہ مجگواں (بھاگلپور بہار) مدرسہ خانقاہ کبیریہ سہسرام (بہار) مدرسہ اسافت رحمت محمدیہ اسٹیٹ پورنیہ (بہار) مدرسہ وخانقاہ لطیفیہ رحمن پور تکیہ شریف، بارسوئی (کٹیہار، بہار) میں مسند درس وتدریس بچھائی اور ایک تشنہ لب جہاں کو سیراب وفیضیاب کیا۔ ان مدارس میں مدرسہ وخانقاہ کبیریہ سہسرام سنگ میل کا درجہ رکھتا ہے۔ یہی وہ مرکز علم وہنر ہے جہاں

آپ کی بسیار جہات وبوقلمونی وجود کا جوہر کھلا اور آپ نے اپنے علمی وفنی کمالات وامتیازات کے چشمہائے شیریں جاری فرمائے۔ یہاں آپ کی درس گاہ عالم پناہ سے ایک سے ایک مہرتاباں وخورشید درخشاں نکلے۔ مدرسہ وخانقاہ کبیریہ سہسرام کے دوران قیام جومدت قیام پیہم بارہ سال رہی ایک اندازہ کے مطابق تقریباً پانچ سو جید فارغین قوم وملت کو دستیاب ہوئے۔ زمانہ کے دست بردنے منضبط طور پر پورا ڈاٹا محفوظ تونہ رکھا، البتہ تاریخ کی توانا مٹھی میں چند نام رہ گئے ہیں۔ دونام بہت قابل ذکر ہیں:

ایک تاجدار معقولات حضرت علامہ عثمان شاہ آبادی کی محیر العقول ذات ہے، آپ مدرسہ صولتیہ مکہ مکرمہ کے ممتاز مدرس اور بلند پایہ ماہر معقولات تھے۔ منطق وفلسفہ میں بزبان عربی نو تصانیف لطیف آپ کے قلم خوش خرام سے آراستہ ہوئیں اور علمی حلقے میں دیرپا ومنفرد ثبت کرنے میں ایک ریکارڈ قائم کیا۔ آپ اپنی تصنیفات وتالیفات اور تدریسی مہارت کے سبب دیارِ عرب میں بہت مشہور ہوئے اور علمی وفکری دنیائے خوشگوار کو حیرت کا احساس دلایا۔ حضرت مولانا رحمت اللہ کیرانوی رحمۃ اللہ علیہ بانی مدرسہ صولتیہ مکہ مکرمہ کی دعوت واصرار پر آپ حجاز مقدس تشریف لے گئے اور پوری زندگی مدرسہ صولتیہ کے حدود اربعہ میں گزاردی۔

دوسرے ہیں فخر العلماء والمحدثین حضرت مولانا فرخند علی فرحتؔ سہسرامی (والد ماجد مولانا کامل سہسرامی) بانی دارالعلم خیریہ نظامیہ سہسرام جوفقہ وافتاء اور تفسیر وحدیث میں بے نظیر بصیرت ودسترس کے حامل تھے۔ شمال مشرقی ہند کے معاصر ارباب فقہ وافتاء آپ کو قدر ووقار کی نگاہ سے دیکھتے اور ہر بروقت ضرورت آپ سے استفادہ ومراجعت بھی کیا کرتے۔ مدرسہ خیریہ نظامیہ سہسرام کی درسگاہ سے آپ نے کثیر نابغۂ روزگار علماء وفضلاء پیدا کیے۔ حضرت لطیفی نے تصنیف وتالیف کا مشغلہ بھی یہاں خوب زور شور سے جاری رکھا۔ فارسی شعر وادب پر ایک ضخیم دیوان ''دیوان لطیفی'' تصوف کے اسرار ورموز پر مشتمل کتاب ''لطائف حفظ السالکین'' درس نظامیہ کی معروف نصابی کتاب ''میزان منطق'' کی نہایت عمدہ ومحققانہ اور مبسوط شرح ''فوائد نوریہ'' یہیں زیور تحریر سے آراستہ ہوئی۔

شادی اور اولاد امجاد: تحصیل علم سے فراغت کے بعد آپ پٹنہ سٹی سے متصل تکیہ عشق میں مقیم رہے۔ اسی دوران وہاں کے کسی قریبی شخص کے ذریعہ مگڑاواں بہار شریف میں جناب سید عبد الکریم صاحب مرحوم کی لڑکی سے آپ کی شادی خانہ آبادی طے پائی۔ سید صاحب ایک دین دار اور پاکیزہ اوصاف وخصائل کے مالک لیکن مالی لحاظ سے کمزور انسان تھے مگر چونکہ حضرت لطیفی کو انتخاب میں دین پرور، مذہب پسند خاندان مطلوب تھا۔ سو وہ مقدس سادات گھرانے کی صورت میں موجود تھا۔ اس لئے بصد رضا ورغبت اس رشتے کو قبول فرمایا پھر رشتۂ ازدواجی نبھانے میں تادم آخر بہر نوع کاوشیں فرمائیں۔ آپ کی چھ اولادیں ہوئیں۔ تین نرینہ اولادیں تھیں۔ نام حسب ترتیب یوں ہیں: حضرت امام مظفر صاحب، حضرت مولانا مخدوم شرف الھدیٰ صاحب، حضرت خواجہ وحید اصغر علیہم الرحمۃ والرضوان۔

بیعت وخلافت: دستیاب شدہ معلومات کے مطابق تدریسی دور میں ہی آپ بیعت وخلافت کی سعادت سے سرخرو ہوئے۔ پٹنہ سٹی میں دریائے گنگا کے ساحل پر پرسکون محلہ ''میتن گھاٹ'' آباد ہے۔ یہاں اڑھائی صدی پہلے ایک مرد درویش صاحب دل صوفی اور ممتاز ترین اہل دیوان شاعر حضرت مولانا شاہ رکن الدین عشق قدس سرہٗ (متوفی ۱۲۰۳ھ) نے ایک خانقاہ بنام'' خانقاہ عشق'' کی بنیاد رکھی تھی اور سجادۂ فقر وتصوف آراستہ کرکے ایک جہاں کے باطنی امراض وعلل کا مداوا شروع فرمایا تھا۔ ان کے بعد وصال ان ہی کی مبارک نسل اور حسب ونسب کے لائق فائق افراد ورجال اس زریں سلسلے کو آگے بڑھاتے رہے تاآنکہ تیرہویں صدی ہجری میں نبیرۂ عشق حضرت مولانا شاہ خواجہ لطیف علی قدس سرہٗ (متوفی ۱۲۹۹ھ) کا دورِ پر بہار آیا۔ حضرت لطیفی انھی کے دست گرفتہ تربیت یافتہ عاشق سوختہ تھے۔ بیعت وخلافت، امورِ طریقت واسرارِ حقیقت کی ساری دولت گراں مایہ انھی کی ایک جنبش ابرو کے طفیل میسر ہوئی تھی۔ آپ سرکار شاہ خواجہ لطیف علی کے آستانۂ فلک آشیانہ سے بارہ سال تک چمٹے رہے اور فرض غلامی کی ادائیگی میں کوئی دقیقہ فروگزاشت نہ فرمایا۔

وطن واپسی اور دینی وعلمی خدمات:

طلب علم اور پھر درس وتدریس میں آپ نے اپنی زندگی کی چھ دہائی بیرون وطن بسر فرمائی۔ ساتویں دہائی کے اوائل میں وطن مالوف تشریف لائے۔ یہاں آکر مدرسہ وخانقاہ لطیفیہ کی داغ بیل ڈالی اور ایک عالیشان مسجد کی بنیاد رکھی۔ اُن دنوں اِس خطے میں جسے آج سیمانچل اور مالدہ دیناج پور اضلاع بنگال سے موسوم کیا جاتا ہے، دینی تعلیم کا کوئی ادارہ نہ تھا۔ اس لئے فطری طور پر ''مدرسہ وخانقاہ لطیفیہ'' کے قیام کی خوب پذیرائی ہوئی اور اس کا والہانہ استقبال کیا گیا۔ کچھ ہی مدت میں علاقائی

سطح پر طالبانِ علوم نبویہ کی ایک قابل ذکر تعداد اس ادارے سے فیضیاب ہوئی اور پھر جنہوں نے اپنے اپنے علاقے میں مدرسہ و دینی مکاتب کی صفیں کھڑی کیں۔ جامعہ لطیفیہ بحر العلوم کٹیہار، جامعہ شرفیہ لطیفیہ کشن گنج جیسے فعال و باوقار تعلیمی ادارے اسی مدرسہ و خانقاہ لطیفیہ کی تعلیمی تحریک اور جد و جہد عمل کے آثار و علامات ہیں۔ صحیح معنوں میں یہ ایک چراغ کیا جلا کہ ان گنت چراغ جل اُٹھے۔

یہاں بھی آپ نے علمی و قلمی کام کیا۔ متعدد علوم و فنون پر درجن بھر کتابیں تحریر فرمائیں۔ مکتوبات لطیفی، رقعات لطیفی، جرس الغیب، خدبجد بما اغنی من الکلام، تسہیل التصریف اور عجالہ نافعہ وغیرہ کتب و رسائل جو عربی و فارسی اور اردو زبانوں میں ہیں، یہیں تحریر کی لڑی میں پروئے گئے۔ مذکورہ بالا تصنیفات میں مکتوباتِ لطیفی شاہکار کا درجہ رکھتی ہے۔ اس میں حضرت لطیفی نے فقہ و کلام اور تصوف و سلوک کے ڈھیروں مسائل و امور کو موضوع سخن بنایا ہے اور اپنے نادر تحقیقات و نفیس نکات کا ایک عجب سماں باندھ دیا ہے۔ مسئلہ امتناع کذب باری تعالیٰ کہ جسے حریفانِ اہل سنت والجماعت نے چھیڑ کر مسلم الثبوت اسلامی عقائد میں نزاع کھڑا کر دیا تھا، آپ نے اپنی علمی شوکت و خارا شگاف قلم سے اس مسئلے پر اُن لوگوں کی اچھی خبر لی ہے اور انہیں چوطرفہ طریقے سے گھیر کر خوب منھ توڑ دنداں شکن جواب دیا ہے۔ بعض مکاتیب خصوصیت کے ساتھ باطل فرقوں کی رد و ابطال ہی میں لکھے گئے ہیں جن میں احقاق حق و ابطال باطل پر پختہ دلائل و براہین کا انبار ہے۔ اکثر مکاتیب تصوف و سلوک کے موضوع کا احاطہ کیے ہوئے ہیں جو در حقیقت بنیادی موضوع سے حق و انصاف کا ناگزیر تقاضا بھی ہے، ان مکاتیب میں اس فن کے دقائق و اسرار بڑے دل نشین اسلوب میں واضح کیے گئے ہیں۔ مختصر یہ ہے کہ مکتوبات لطیفی پڑھنے سے تعلق رکھتی ہے۔

بعض مشہور معاصرین اور ان سے تعلقات:

''تحریک جدوہ در ردِ تحریک ندوہ'' کے حوالے سے اعلیٰ حضرت امام احمد رضا قادری بریلوی، تاج الفحول علامہ عبد القادر عثمانی بدایونی اور حافظ بخاری علامہ عبد الصمد چشتی سہسوانی رحمۃ اللہ علیہم اجمعین کے ساتھ آپ کی قربت و رفاقت اور ہم مجلسی کا ثبوت ملتا ہے۔ واقعہ یہ ہے کہ جب تحریک ندوہ کی شر انگیزی و فتنہ سامانی حد سے فزوں ہوئی تو اِن مذکورۃ الصدر حضرات نے اس کے بالمقابل ''تحریک جدوہ'' کی بنیاد رکھی اور اس کے پلیٹ فارم سے اصلاح امت و فروغ دین کا کام شروع فرمایا۔ اس تحریک کی بھرپور کامیابی کے لئے ہم مسلک و ہم فکر و خیال افراد و اصحاب کی ضرورت تھی۔ اس لئے ان بزرگوں نے ملک بھر کے طول عرض سے اکابر و اعاظم علماء و مشائخ اہل سنت کو اس تحریک سے جوڑنا چاہا۔ حضرت لطیفی اسی موقع پر اُن حضرات سے قریب ہوئے اور پھر رفتہ رفتہ ان بزرگوں کے درمیان باہمی وابستگی اُستوار ہوئی۔ ان جلیل القدر ہستیوں کے علاوہ یہ حضرات قدسیہ بھی آپ کے احباب و ہم مجلسوں میں تھے: حضرت مولانا شاہ امین احمد فردوسی، حضرت مولانا قاضی عبد الوحید فردوسی، حضرت مولانا قادر بخش سہسرامی اور حضرت مولانا شاہ ملیح الدین کبیری علیہم الرحمۃ والرضوان۔

وقت کی ایک اہم ضرورت:

قدوۃ العلماء زبدۃ الفضلاء حضرت مولانا شاہ حفیظ الدین لطیفی علیہ الرحمۃ والرضوان کی طویل دینی، علمی، قلمی، تحریکی، دعوتی، تبلیغی، سماجی اور ممتاز روحانی خدمات کے تناظر میں یہ وقت کی اہم ضرورت ہے کہ دور دیس کے نہ سہی تو کم از کم سیمانچل دیار و اضلاع مالدہ و دیناجپور کے ارباب علم و قلم و صاحبان لوح و قرطاس اُٹھیں اور چودھویں صدی ہجری کے اس نابغۂ روزگار و نادر دہر کی کتاب حیات کے بکھرے ہوئے اوراق کو سمیٹیں، ان کی خدمات و کاوشوں کے انمٹ نقوش کو آراستہ و پیراستہ کریں۔ ان کی درجن بھر اہم تصانیف و رشحات فکر جو ایک صدی قبل مطبوع ہوئی تھیں، اب نایاب ہیں، کو از سر نو اپڈیٹ کر کے علمی حلقے تک پہنچائیں۔ حضرت لطیفی کسی خاندان کے صرف مورث اعلیٰ و مربی اول ہی نہ تھے بلکہ تاریخی واقعہ تو یہ ہے کہ اہل سنت و جماعت کے بلا امتیاز و تفریق علمی مقتدی و پیشوا، روحانی امام و سالار بھی تھے۔

وصال پر ملال: ۳۰ جمادی الاولیٰ کو ۱۳۳۳ھ میں پیام اجل آیا اور آپ جاں جانِ آفریں کو سپرد کر گئے۔ انا للہ وانا الیہ راجعون۔ ہر سال مذکورہ تاریخ میں آپ کا عرس پاک منعقد ہوتا ہے جس میں بہار و بنگال اور بنگلہ دیش سے کثیر تعداد میں ارادت مندوں کی بھیڑ اکٹھا ہوتی ہے۔ گنبد و مینار کے ساتھ آپ کا پر شکوہ مقبرہ بنا ہوا ہے۔ مزارِ پاک سے متصل جامع مسجد لطیفی اور حجرہ شریف بھی ہے جب کہ آستانہ کے صحن میں آپ کی روحانی یادگار ''مدرسہ لطیفیہ'' ہے۔

خوشا مسجد و مدرسہ خانقاہے　　　که در وے بود قیل و قال محمد

☆☆☆

☆ خانقاہ لطیفیہ رحمٰن پور، بارسوئی، کٹیہار، بہار

نقوش رفتگاں

حجۃ الاسلام علامہ حامد رضا بریلوی کی ایک فکر انگیز اور چشم کشا تحریر

قرض حسن سے سودی لین دین کا حل اور علاج

محمد اسلم رضا قادری اشفاقی★

حجۃ الاسلام، شہزادۂ اعلیٰ حضرت، مفکر و مدبر مفتی محمد حامد رضا خان قادری بریلوی علیہ الرحمہ نے ایک صدی قبل (۱۳۴۳ھ ۱۹۲۵ء) مرادآباد (یوپی) کی سرزمین پر ''آل انڈیا سنی کانفرنس'' میں جو خطبۂ صدارت پیش کیا تھا، اس کی اہمیت و افادیت اور معنویت آج بھی جوں کی توں ہے۔ درحقیقت آپ نے اپنے اس عظیم الشان، بے مثال، انقلابی و انفرادی خطبۂ صدارت میں امت مسلمہ کے دینی و مذہبی، معاشی و تجارتی، سماجی و معاشرتی، ملی و قومی کرب و مسائل کا حل تلاش کرتے ہوئے مخلصانہ انداز و اسلوب میں ایک منشور و لائحۂ عمل پیش کیا تھا۔

مگر افسوس کہ ایک صدی بیت جانے کے بعد بھی امت مسلمہ آپ کے پیش کردہ اُن رہنما اصول و خطوط کو اپنانے میں ناکام نظر آ رہی ہے۔

اور یہ بات مبنی برحقیقت ہے کہ ہمارے یہاں بقول حضرت علامہ ارشد القادری علیہ الرحمہ ''لوگ پیروں کی زبان زیادہ سمجھتے ہیں''، مگر کسی مفکر و مدبر کی کامیابی اور سرخروئی سے سرفراز کرنے والی باتوں کو اتنی اہمیت نہیں دی جاتی۔'' امت مسلمہ آج بھی اگر اپنے قائدین مخلصین کی باتوں پر کان دھرنا شروع کر دے تو گذرے دنوں کا خسارہ برداشت کرتے ہوئے مستقبل میں اپنے تجارتی و معاشی حالات کو بہتر بنا سکتی ہے۔

سود، اسلام میں حرام قطعی ہے اور قرض دے کر نفع لینا بھی اسلام میں ناجائز ہے، یہ بات ہر مسلمان جانتا ہے مگر حجۃ الاسلام علیہ الرحمہ نے سود سے بچنے اور اپنے کاروبار کو بڑھانے کا ایک جائز طریقۂ کار بتاتے ہوئے ''انجمن قرض حسن'' کی شکل میں قوم مسلم سے دردمندانہ اپیل و گذارش کی ہے کہ وہ اپنے مسلمان بھائیوں کی مدد کریں اور ان کی زندگی کا سہارا بنیں تاکہ مسلمان معاشی اعتبار سے مضبوط و مستحکم ہوں اور دوسری قوموں کے درمیان ذلیل و رسوا نہ ہوں۔ حلال و جائز طریقے سے کاروبار کریں ہرگز سود لے کر غیر قوموں کا دست نگر نہ بنیں اس لئے امعان (گہری) نظر کے ساتھ پیش کردہ امور کو پڑھنے کی ضرورت ہے۔

سود سے کس طرح نجات حاصل کی جائے:

(۱) شریعت طاہرہ کے دامنوں میں پناہ لو، اس کے احکام کی تعمیل کرو، جس میں سود کھانا بے رحمی اور خون ناحق سے زیادہ سنگ دلی ہے۔ شریعت نے اسے حرام قرار دیا ہے اسی طرح سود دینا بھی اپنے نفس اور اپنے خاندان پر ظلم اور خودکشی کا مترادف ہے، اس کو بھی ایسا ہی حرام فرمایا ہے۔

مسلمان ہوش کے ناخن لیں: اب تک اگر مسلمان اس حکم کی تعمیل نہ کر کے برباد ہوئے تو اب تو ہوش میں آئیں اور پہلی بربادیوں کا علاج یہ ہے کہ سود دینے اور سودی قرض لینے سے بچیں اور سچی توبہ کریں کہ آئندہ خواہ کچھ بھی حال ہو مگر سودی قرض نہ لیں گے۔ ہر مصیبت برداشت کریں گے مگر سود کی مصیبت سے بچیں گے۔ تمام مسلمان چھوٹے بڑے، امیر غریب سب اس کا عہد کریں۔ اگر کوئی اس کے خلاف کرے اور سودی قرض لے اس سے لین دین، میل جول ترک کر دیں۔ اس پر عمل کیا جائے تو تباہی کا سلسلہ تو ابھی منقطع ہو جائے اور آئندہ کے لئے تو اس مصیبت سے اطمینان ہو۔ یہ کچھ دشوار نہیں کیونکہ سودی قرض اسی کو ملتا ہے جو اُس سے زیادہ کی جائیداد مکفول کرتا ہے یا زیور، برتن وغیرہ رہن رکھتا ہے، تو جو اتنا اثاثہ رکھتا ہو وہ سودی قرض نہ لے، کچھ چیز فروخت کر ڈالے، اگر ضرورت کے وقت ارزاں بھی فروخت کی تو وہ نقصان جب بھی نہ ہوگا جو سودی طوفان سے ہوتا ہے۔

اب یہ سوال باقی رہتا ہے کہ نام و نمود اور شان و شوکت، عیش و عشرت کے لئے جو قرض لیتے ہیں انہیں تو اس سے باز رہنا آسان ہے لیکن جو آسمانی بلاؤں اور ناگہانی افتادوں سے مجبور ہو کر لیتے ہیں گو وہ بہت کم ہی مگر وہ کیا کریں، جائیداد فوراً فروخت نہیں ہو سکتی اور مصیبت فرصت نہیں دیتی، بمجبوری قرض لینا پڑتا ہے۔ اس کا ایک جواب تو میں عرض کر چکا ہوں کہ زیور و جائیداد نکل جانے کے بعد جو کچھ وہ جب کرتے ہیں آج کریں۔

مسلمان قرض حسن دے کر ثواب کے مستحق بنیں:

(۲) دوسرا جواب یہ ہے کہ وہ مسلمانوں سے قرض حسن لیں اور اپنا

کام چلائیں۔ حاجت پوری ہونے کے بعد بتدریج یا جس طرح سہل ہو اس قرض کو ادا کر دیں ان کے احباب اور محلہ دار اُن کی مصیبت رفع کرنے میں کافی امداد دیں اور ایک دوسرے کی دستگیری اپنے ذاتی نفع کے لئے اپنا مقصود سمجھیں۔ خودغرضی سے بچیں یہ نہایت بری خصلت ہے۔

قرض حسن (یا) اسلامی بیت المال:

اب ہم اپنی اصلاح کے لئے مجبور ہیں کہ وقتی اور فوری ضرورت کے لئے کوئی ایسا ذخیرہ تیار رکھیں جو مصیبت کے وقت ہمارے کام آئے اور ہمیں قدر ضرورت قرض حسن دے سکے تا کہ ہمیں پھر کسی کافر کے سامنے ہاتھ پھیلانے کی ذلت اٹھانی نہ پڑے۔

ذلت سے بچنے کی تدابیر: اس کی چند تدبیریں ہیں۔ ایک یہ کہ ہم ذخیرۂ قرض حسن جمع کریں اور اس کا طریقہ یہ ہے:

(۱) ہر باکار اور خوش حال شخص جو کسی طرح اپنی بسر اوقات کر لیتا ہے اگر وہ صاحب اولاد ہے تو اپنی اولاد سے ایک لڑکا زیادہ فرض کر لے اور اگر صاحب اولاد نہیں تو فرض کرے کہ اس کے ایک فرزند ہے اور روزانہ وہ اپنے اس فرضی فرزند کے نام سے حسب حیثیت دو آنے، چار آنے، پیسہ دو پیسہ جیسی گنجائش ہو ایک مقفل صندوقچہ میں ڈال دیا کرے۔ چاہے مقدار کم ہو مگر ترک نہ ہو، ناغہ نہ ہو۔ یہ عمل روزمرہ جاری رہے مگر صاحب اولاد جس قدر اپنی اولاد کا دیتا ہے اس سے کم اس صندوقچہ میں نہ ڈالے۔

اِس طرح ایک قصبہ میں بیس ہزار مسلمان ہیں اور اُن میں بوڑھے بچے، بیکار نادار، چھوڑ کر کم سے کم چھ ہزار مان لے جائیں اور فرض کیا جائے کہ ادنی درجہ ایک پیسہ یومیہ اس ذخیرہ کے لئے جمع کرتے ہیں تو قریب چورانوے روپے یومیہ جمع ہونے لگیں اور ایک ماہ میں دو ہزار آٹھ سو بیس اور چھ مہینے میں سولہ ہزار نو سو بیس روپے ایک معمولی قصبہ میں جمع ہو جائیں اور نہ کچھ دشواری ہو نہ بار۔

یہ تو اس صورت میں ہے جبکہ صرف ایک پیسہ یومیہ فرض کیا جائے اور حسب حیثیت جمع کیا گیا تو انشاء اللہ تعالی بہت زیادہ ہوگا اور یہ مقدار بھی اس قابل ہے کہ فوری اور وقتی مجبوریوں کے لئے مسلمان سودی قرض سے بچ سکیں۔ اگر اِس تدبیر پر عمل کیجئے تو آپ چھ مہینے میں اس قابل ہو سکتے ہیں کہ آپ کا کوئی بھی بھائی مہاجن کے سامنے ہاتھ پھیلانے کے لئے مجبور نہ ہو۔

(۲) شادی بیاہ، تقریبات، مہمانوں کے ورود، عیدیں، شب برات، محرم، اعراس وغیرہ کے موقعوں پر جہاں آپ کو اپنی اولاد یا اعزہ اور مہمانوں کے لئے وسیع خرچ کرنے پڑتے ہیں۔ حسب حیثیت اس ذخیرہ) کو بھی ایک لڑکے یا مہمان کے برابر حصہ دیجئے اور اسی صندوق میں جمع رکھیے۔

(۳) سوداگر اپنی تجارتوں میں، مزدور اپنی مزدوریوں میں، اجیر اپنے کرایہ میں، ایک پیسہ روپیہ کے اوسط سے قومی ذخیرہ کے لئے وصول کرے اور امانت داری سے اس کو ذخیرہ میں جمع کر دے اور لیتے وقت ہی اس کو اپنے مال کی قیمت، یا مزدوری اور کرایہ کے داموں سے علیحدہ رکھیں اور اس کو اپنے تصرف میں لانا سخت خیانت سمجھیں، اس طریقہ سے بھی بہت کافی رقم جمع ہو گی۔ جن لوگوں کو یہ روپیہ، قرض دیا جائے پہلے تحقیق کر لیا جائے کہ انھیں مجبور کرنے والی ضرورت درپیش ہے اور اس کی اور کوئی سبیل ان کے پاس نہیں، پھر یہ روپیہ ایسی قانونی تحریر لکھا کر دے دیا جائے جس کی رجسٹری بھی ضروری نہ ہو اور وہ بے سود جائز بھی ٹھہرے۔

اس روپے کی ادا کے لئے وہ طریقہ تجویز کیا جائے جس سے مستقرض بآسانی وہ رقم ادا کر سکے خواہ زیادہ مدت میں وعدہ کے مطابق رقم کی وصولی کی کوشش کی جائے لیکن اگر یہ ثابت ہو جائے کہ یہ شخص فی الحال اس رقم کی ادا کے قابل نہیں، یا ادا سے سخت دشواری میں پڑ جائے گا تو اس کو مزید مہلت دی جائے کیونکہ درحقیقت یہ رقم اپنے بھائیوں کی اعانت ہی کے لئے ہے۔ ہر گاؤں اور ہر محلہ میں وہاں کے باشندوں کی ایک مجلس بنائی جائے جس کا نام ''انجمن قرض حسن'' ہو۔ اس مجلس کے اراکین ایک معتمد شخص کو انتخاب کر کے امین قرار دیں وہ اس روپے کو اپنے پاس جمع رکھے اور اس کا مکمل حساب اس کے پاس ہو اور ہر ہفتہ آمد وخرچ سنایا کرے۔ اس کے لئے جمعہ کا دن مقرر کیا جائے تو بہت بہتر جب رقم دو سو روپے تک پہنچ جائے تو اس کو کسی اطمینان کی جائے (جگہ) جمع کر دیا جائے، اور اگر اہل محلہ کی یہی رائے ہو تو ابتدا ہی سے رقم کسی اطمینان کی جگہ خواہ بینک میں امانت رکھ دی جائے مگر اس طریق پر کہ اس کا وصول کرنا ہر وقت ممکن ہو۔

انجمن قرض حسن:

انجمن قرض حسن کے ممبران کا فرض ہے کہ وہ اس رقم کے جمع

کرنے کی کوشش کریں اور ہر شخص سے روزانہ لے لیا کریں۔ خواہ وصول کا کام مسجد کے مؤذن یا امام صاحب کے سپرد کیا جائے۔

یہ قرض کا سیلاب روکنے کی تدبیریں تھیں کہ جو شخص قرض سے توبہ کریں اور مصارف کم اور ضروریات محدود کرکے بھی کسی وجہ سے قرض لینے کے لئے مضطر ہوں ان کا کام نکال دیا جائے، تاکہ آئندہ کے لئے سودی قرض کا سلسلہ بند ہو لیکن جو لوگ مقروض ہیں اور رات دن سود کا بار اُن پر بڑھتا چلا جاتا ہے وہ کیا کریں۔

ادا قرض کی تدابیر:

(۱) قرض معمولاً دیا ہی جب جاتا ہے جب اس سے کئی گنی زیادہ قیمت کی جائیداد مکفول کر لی جاتی ہے یا زیور گروی کیا جاتا ہے یا اور کسی چیز سے اطمینان کر لیا جاتا ہے۔ اب ہمارا فرض ہونا چاہیے کہ ہم فوراً اس چیز کو فروخت کر کے باہمی تعلقات کے دباؤ سے اپنے بھائیوں پر اثر ڈالیں اور انہیں فوراً قرض ادا کر دینے پر مجبور کریں۔ اگر وہ ایسا نہ کریں تو ہم انہیں چھوڑ دیں اور اُن کے کسی حال میں ان کے ساتھ شرکت نہ کریں، یہاں تک کہ وہ سودی قرض سے سبکدوشی حاصل کرنے پر مجبور ہو جائیں۔ اس طرح بہت سے قرضوں سے نجات ہو جائے گی۔

(۲) گورنمنٹ سے استدعا کرنا چاہیے اور جو ہمارے نمائندے گورنمنٹ کے ایوان میں رہیں وہ سوال اٹھائیں کہ کیا سبب ہے جو سود کے لئے کوئی حد مقرر نہیں کی گئی جس کے بعد وہ کبھی نہ بڑھے اور دائرہ کو اس حد سے آگے ڈگری نہ دی جائے۔

ایک رقم کا سود اس سے کئی ہزار گنا ہو سکتا ہے، اور اس کو قانون نہیں روکتا۔ اسی وجہ سے ہزار ہا رئیس اپنی ریاستیں کھو کر ناداری کی ذلت میں گرفتار ہو رہے ہیں اور ان کی دردناک حالتیں دیکھی نہیں جاتیں۔ شریف اور معزز انسانوں کی یہ تباہی قابل رحم ہے، اس لئے گورنمنٹ کو یہ طے کر دینا چاہیے کہ کسی حال میں سود کی ڈگری پچیس فیصدی سے زیادہ نہ دی جائے گی اور جس جائیداد پر قرض کی مقدار اس حد تک پہنچ جائے گی، اس کے بعد وہ جائیداد اس قرض میں نیلام کر دی جائے گی، یا صاحب جائیداد کہیں سے روپیہ ادا کرے، خواہ اس کو یہ یا دوسری کوئی اور چیز فروخت کرنا پڑے، مگر اس کو پھر دوبارہ سال کے اندر اس جائیداد کو دوبارہ مکفول کرنے کی اجازت نہ ہوگی۔

کیا غضب ہے بڑی بڑی شرح سے سود لیا جا رہا ہے اور دلالی، رشوتیں اور مقدمات و رجسٹری کے مصارف اس کے علاوہ۔ یہ تو ابتدائی منزل ہوتی ہے اور جب چھ ماہ کے بعد سود اصل میں شامل کر کے اس پر از سر نو سود چلایا جاتا ہے، اس کی رفتار کا کیا ٹھکانہ ہے۔ سو روپے، تین روپیہ سیکڑہ کی شرح سے دس سال میں ہزار ہا ہو جاتے ہیں، اگر ایک شخص ہزاروں روپے کی جائیداد رکھتا ہو اور کسی ضرورت سے فقط سو روپے تین روپے کی شرح سے لے کر دس سال خاموش ہو جائے تو یہ سو روپے اس کی کل جائیداد کو ختم کر دیں گے۔ کیا ستم ہے کیوں اس کے لئے قانون بنانے کی استدعا نہ کی جائے۔

(۳) ایک بیت المال بنایا جائے جس سے مقروض مسلمانوں کا قرض ادا کر کے ان کی جائیداد مکفول کر لی جائے اور اس جائیداد سے ایک ایسی قسط مقرر کر کے وہ قرض وصول کر لیا جائے جس کی ادا نا قابل برداشت نہ ہو۔ جو مقروض بیت المال سے روپیہ لیں بیت المال کی جماعت ان کے مصارف معین کر دے اور جو تخفیف خرچ میں بآسانی نکل سکتی ہو نکالی جائے۔

(خطبۂ صدارت، آل انڈیا سنی کانفرنس، مراد آباد ۱۹۲۵، ادارہ تحقیقات امام احمد رضا، کراچی، ص: ۵۷ تا ۶۲)

☆☆☆

☆رکن سنی تبلیغی جماعت باسنی ناگور شریف (راجستھان)

اِن کا رسالہ بند کر دیا گیا ھے

بے شمار ایسے بھی سخی لوگ ہیں کہ صرف ایک سال کی سالانہ رقم جمع کرنے کے بعد دوبارہ اپنے اوپر واجب رقم بھیجنے کی زحمت گوارا نہیں فرمائی، ایسے مہربانوں کو پوسٹ کارڈ لکھے گئے اور فون بھی کیا گیا لیکن جب یقین ہو گیا کہ تبادلے کی رقم نہیں بھیجنے والے تو ہم نے انھیں ماہ نامہ کنز الایمان کو بھیجنا بند کر دیا۔ اب جو حضرات چاہتے ہیں کہ انھیں ماہ نامہ ملتا رہے، وہ اپنی باقی رقم ڈاک کے ذریعے بھیج دیں یا بینک اکاؤنٹ میں جمع کرا دیں ورنہ ادارہ تو اپنا حق معاف کر ہی دے گا۔

بے شمار اکابر علمائے کرام، مشائخ طریقت اور تنظیم و تحریک، انجمن و اکیڈمی اور بہت سی لائبریریوں کو بھی اعزازی رسالے بھیجنا بھی بند کر دیا گیا ہے، لائبریری کے ارکان و احباب کچھ اعزازی رقم کے ساتھ اپنے لیٹر پیڈ پر دو فون نمبر اور پن کوڈ کے ساتھ دوبارہ پتہ بھیج دیں تو پھر جاری کر دیا جائے گا۔ (ادارہ ماہ نامہ کنز الایمان دہلی)

عرس حافظ ملت ایک مثالی اور قابل تقلید عرس

دور حاضر میں جب لفظ ''عرس'' ہماری سماعتوں کے حوالے ہوتا ہے تو ہمارے ذہن وفکر میں عموماً ایک مذہبی روحانی اجتماع گاہ کے ساتھ ایک میلہ نما بھیڑ بھاڑ کی صورت بھی ابھر آتی ہے اور اُسی اعتبار سے ہمارے دل و دماغ میں افکار وخیالات اور تاثرات مرتب ہوتے ہیں لیکن ایسے ماحول میں بھی ایک ایسے عرس کا انعقاد ہوتا ہے، جو غیر اسلامی رسم و رواج اور مروجہ روایتوں سے ہٹ کر ایک منفرد اور مثالی عرس ہوتا ہے، جسے ہم ''عرس عزیزی'' یا ''عرس حافظ ملت'' کے نام سے جانتے ہیں۔ آیئے اس کی کچھ نمایاں اور قابل تقلید خصوصیات کی جھلکیاں ملاحظہ فرمائیں:

- جامعہ کے کیمپس کے اندر خواتین اور لڑکیوں کے داخلہ پر سخت پابندی رہتی ہے، چہ جائیکہ مزار شریف میں داخل ہوں۔ روضہ حافظ ملت کو چومنے اور ہاتھ لگانے سے روکا جاتا ہے۔ اب تو مزار شریف کے چاروں طرف دو ہاتھ کے فاصلے پر اسٹیل کی چہار دیواری کر دی گئی ہے۔
- عرس کے دنوں سے ایک دن قبل سبھی دکان داروں کا ایک سیشن بلایا جاتا ہے جس میں اُن سب کی شرکت لازمی ہوتی ہے، اس میں اُنہیں عرس کے اصول وضوابط اور تقاضوں سے آگاہ کیا جاتا ہے، اذان ہوتے ہی دکان بند کرنے اور خرید وفروخت کی سرگرمیاں موقوف کرنے کی سخت تاکید کی جاتی ہے۔ (اس کے لئے پہلے ہی تمام دکانوں کے سامنے پردہ لٹکا یا دیا جاتا ہے۔ اس سے اس دوران دکانوں کو تحفظ بھی فراہم ہوتا ہے اور بچوں کو انہیں بند کرنے میں آسانی بھی ہوتی ہے) خود نماز باجماعت ادا کرنے اور دوسروں کو بھی ساتھ لے جانے کی ہدایت دی جاتی ہے۔ مصباحی برادران کو بھی اُن کے اپنے مہمانان کو نماز کی پابندی کرانے پر زور دیا جاتا ہے۔
- اذان ہوتے ہی تمام دکانوں پر پردے پڑ جاتے ہیں، گل پاشی و چادر پوشی کا سلسلہ تھم جاتا ہے اور مزار کے دروازے مسدود ہو جاتے ہیں۔ دیکھتے ہی دیکھتے ''مجلس خیر خواہ'' کے کارکنان زائرین کو نماز کی دعوت دینے چاروں طرف پھیل جاتے ہیں۔ ایک ایک فرد کو ادب واحترام کے دائرے میں رہ کر محبت و پیار بھرے لہجے میں مسجد کی طرف بلاتے ہیں۔ ہر بلڈنگ کے ہر کمرے تک پہنچتے ہیں اور ہاسٹلوں میں مائک لے کر گھومتے ہیں۔ اذان خانے سے بھی اعلان ہوتا ہے اور ''عرس حافظ ملت کا پیغام نمازِ باجماعت کا اہتمام'' کے نعرے سے پوری فضا گونج رہی ہوتی ہے اور سبھی ''عزیز المساجد'' کی طرف رواں دواں ہوتے ہیں۔ کتنا پرکشش اور حسین منظر ہوتا ہے۔
- جا بجا اسلامی تعلیمات پر مشتمل پوسٹر لٹکائے جاتے ہیں اور عوام الناس کو دینی ضروری احکام ومسائل سے آگاہ کرنے کے لئے نماز، روزہ، حج، زکوۃ، اخلاقیات (وغیرہ) سے متعلق معلومات سے لبریز اردو، ہندی اور انگریزی زبان میں ہزاروں پمفلٹ مفت تقسیم کیے جاتے ہیں۔
- تقریباً ہر نماز کے بعد عزیز المساجد میں تربیتی مجالس اور محافل ہوتی ہیں جن میں مفتیان اشرفیہ کے ساتھ شرعی سوال و جواب ہوتا ہے اور مبلغین دعوت اسلامی کے اصلاحی بیانات ہوتے ہیں۔ دعوت اسلامی کے مبلغین ''عزیزی کتاب میلہ'' میں اپنے بک اسٹال پر بھی زائرین کے لئے تربیتی محفل منعقد کرتے ہیں۔ بہت سے مبلغین انفرادی طور بھی مختلف مقامات پر دعوتی سرگرمیوں میں مگن دیکھے جاسکتے ہیں۔

الغرض عرس عزیزی مبارک پور کو بہت سی خرافات اور غیر شرعی امور سے دور رکھنے، عرس کو با مقصد بنانے، اس کی روحانیت ومعنویت اور پاکیزگی کو برقرار رکھنے اور امت مسلمہ کو مسلک ومذہب کی صحیح تعلیمات سے روشناس کرانے کی حتی الامکان سعی جمیل ہوتی ہے اور کامیابی بھی ملتی ہے۔
یقیناً جس طرح حافظ ملت کی ذات عملی اور تعلیمی اعتبار سے نمونہ عمل کی حیثیت رکھتی ہے، اسی طرح ان کا عرس بھی عرس سجانے ومنانے والوں کو دعوت فکر وعمل دیتا ہے۔ عرس عزیزی کے شہ نشین پر صدر العلماء حضرت علامہ محمد احمد مصباحی صاحب قبلہ اور محقق مسائل جدیدہ مفتی محمد نظام الدین رضوی مصباحی کے مبارک ہاتھوں سے مصباحی علمائے دین کی سیکڑوں کتابوں کی رونمائی اور ''عزیزی کتاب میلے'' کا منظر بڑا خوش گوار ہوتا ہے اور قابل تحسین وتقلید بھی۔

محمد لعل بابو، اتر دیناج پوری۔ محمد ساجد الرحمٰن (مکتبہ برہان ملت، مبارک پور) حافظ غلام معین الدین امجدی (دہلی شریف)

پہلی قسط

یادِ رفتگاں

فردِ وقت حضرت میاں راج شاہ قادری سوندھوی میواتی

منشی محمد حسن خان(۱)★

ادارتی نوٹ: ہیڈ ماسٹر نگینہ، گوڑ گانوہ (یہ مضمون آزادی سے پہلے ''مشاہیر میوات'' کے عنوان سے لکھے گئے ایک طویل مضمون کا حصہ ہے جو ۱۹۲۱ء میں شائع ہونے والے رسالے میں چھپا ہے، یہ حضرت منشی نصیب خاں راج شاہی کی سرپرستی میں نکلتا تھا۔ اُس کا نام معلوم نہیں ہوسکا۔ یہ مضمون پیرزادہ سمیع احمد راج شاہی سرانوالی تحصیل ڈسکہ ضلع سیالکوٹ پاکستان سے حاصل ہوا۔)

عنوان مندرجہ بالا کے تحت جن بزرگان قوم کی زندگی کے مختصر حالات رسالہ ہذا میں ناظرین کے سامنے پیش کرنے کا ارادہ ہے۔ اُن میں سے سب سے پہلے تَیَمُّنًا وَتَبَرُّکًا عامل شریعت وکامل طریقت ،حقیقت دستگاہ، معرفت آگاہ عارف صادق، فردِ وقت حضرت میاں راج شاہ قدس سرہٗ کی پاک ومقدس زندگی کے مختصر حالات ہدیۂ ناظرین ہیں۔ حضرت میاں راج شاہ سوندھوی علیہ الرحمہ تیرھویں صدی ہجری کے مایۂ ناز وباعث افتخار بزرگان عالی مقام واولیائے عظام کے زمرے میں سے تھے جن کی سراپا برکت زندگی کے روحانی واخلاقی فیضان کی ضیاء بخش شعاؤں نے نہ صرف تیرہ وتار علاقہ میوات ونواح دہلی کو ہی روشن کردیا بلکہ دور دور تک پورب اور پچھم کے لوگوں کو بھی منور ومستفیض فرمایا۔(۲)

حضرت اقدس کی ذات ستودہ صفات سے جو فیض عمیم عرصہ دراز تک مریدین ومعتقدین اور طالبان حقیقت ومعرفت کو پہنچتا رہا ہے۔ وہ محتاج بیان نہیں۔ میوات سے باہر اور نواح دہلی ومیرٹھ میں اب تک بکثرت ایسے لوگ موجود ہیں جنہوں نے حضرت کے خرق عادات و کشف وکرامات کے متعدد عجیب کمالات وغریب واقعات بچشم خود دیکھے اور سنے ہیں۔

ولادت: حضرت میاں صاحب علیہ الرحمہ موضع سوندھ (۳) جو قصبہ سہنہ ضلع گڑگاؤں سے چار میل کے فاصلے پر پہاڑ کے دوسری طرف مغرب میں واقع ہے، تیرہویں صدی ہجری کے شروع میں تولد ہوئے۔(۴) حضرت کے والد بزرگوار کا اسم گرامی مولوی سمیع اللہ (۵) تھا جو، اپنے گاؤں کے ایک معزز، ممتاز بسوہ دار تھے۔ چونکہ موضع سوندھ بھی اُس وقت مثل دیگر مواضع میوات کے بالکل جہالت وتاریکی کی حالت میں تھا۔ سب لوگ احکام شریعت وصوم وصلوٰۃ سے محض ناواقف تھے، صرف آپ کے والد صاحب صوم وصلوٰۃ واحکام شرعیہ کے پابند تھے اور سب کے برخلاف داڑھی بھی رکھتے تھے، اس لئے گاؤں کے لوگ ان کی عزت کرتے اور ''مولوی صاحب'' کہتے تھے۔

چونکہ اُس وقت تعلیم وتعلم کا رواج مطلق نہ تھا اور کوئی مکتب وغیرہ بھی قریب نہ تھا، اس لئے حضرت میاں راج شاہ صاحب علوم ظاہری سے بہرہ اندوز نہ ہوسکے لیکن قدرت نے اول ہی سے طبیعت میں سادگی، نیک مزاجی، اعمال صالحہ کی طرف میلان اور فقراء وصلحاء کی جستجو اور علما ومشائخ کی محبت بہت زیادہ ودیعت کی تھی اور علوم باطنی وروحانی میں آپ کا پورا پورا حصہ رکھا تھا۔(۶) آپ کو علماء ومشائخ سے عقیدت و اردات بے حد تھی اور اُن کی خدمت کرنے کا شوق بہت زیادہ تھا۔ موضع دھیرنکی، متصل قصبہ ہتھین تحصیل نوح ضلع گورگانوہ میں جو ایک چھوٹا سا گاؤں ہے، آپ کی ننھیال تھی، اکثر آپ وہیں رہا کرتے اور کبھی کبھی اپنے نانا یا ماموں کے ہمراہ ہتھین بھی جایا کرتے۔ اُسی زمانہ میں قصبہ مذکور کے پاس ایک ولایتی فقیر مجذوب رہا کرتے جن کو لوگ ''گلاب شاہ'' (۷) کہتے تھے، وہ ہر وقت وارفتگی وبے ہوشی کے عالم میں رہتے اور بالکل برہنہ تھے۔ لوگوں کو اپنے پاس نہ آنے دیتے بلکہ دور سے ہی پتھر وغیرہ پھینکتے رہتے تھے۔ حضرت صاحب جب کبھی ہتھین جاتے تو مجذوب صاحب کی خدمت میں بھی حاضر ہوتے، اسی طرح آنے جانے سے مجذوب صاحب کو آپ سے محبت ہوگئی اور پاس بٹھانے لگے۔

فیض روحانی کا حصول: ایک روز میاں صاحب

موصوف موضع دھیرنکی سے ہتھین گئے تو راستے میں ایک پنجابی پٹھان بھی ساتھ ہولیا جو مجذوب صاحب سے ملنے جارہا تھا۔ جب ہتھین پہنچے تو معلوم ہوا کہ مجذوب صاحب ''کھیڑلی کی رکھیا'' میں جو ہتھین سے قریب ہی ہے، تشریف رکھتے ہیں۔ آپ کچھ بورا، ایک برتن لے کر جب مجذوب صاحب کے قریب پہنچے تو پٹھان کو برتن دے کر پانی لانے کے لئے کنوئیں پر بھیج دیا اور خود مجذوب صاحب کی خدمت میں حاضر ہوئے۔ جب پٹھان پانی لایا تو مجذوب صاحب نے میاں صاحب کی طرف اشارہ کرکے فرمایا کہ اس پانی کو گرادو (دوسرا) اور پانی لاؤ۔ آپ نے حسب الارشاد اُس پانی کو گرادیا (کیوں کہ اُس میں سے پٹھان نے کچھ پانی پی لیا تھا) میاں صاحب نے تازہ پانی لاکر شربت کرکے مجذوب صاحب کو دیا۔ انھوں نے پہلے خود پیا اور بچا ہوا میاں صاحب کو دے کر کہا کہ ''لے پی جا ہمارے پاس تو بس یہی تھا۔''

اس کے بعد حضرت میاں صاحب معہ پٹھان کے شام تک وہیں مجذوب صاحب کی خدمت میں رہے اور مجذوب صاحب پٹھان سے بگڑتے رہے۔ جب مغرب کی نماز کا وقت ہوا تو پٹھان صاحب امام بنے اور میاں صاحب مقتدی۔ جب امام اللہ اکبر کہہ کر سجدہ میں گیا، مجذوب صاحب نے جو قریب ہی بیٹھے تھے مٹی کا ایک بڑا ڈھیلا اُٹھا کر پٹھان کی کمر میں مارا اور کچھ کہا (جس میں پٹھان کے خیال کی طرف اشارہ تھا) بعد نماز میاں صاحب نے پٹھان سے سبب دریافت کیا تو معلوم ہوا کہ اس کے دل میں یہ خیال آگیا تھا کہ یا غوث الاعظم پیر دستگیر، یہ فقیر مجھ پر مہربان ہوجائے تو بہتر ہے۔

سیاحی اور فقراء کی جستجو: اس طرح فیضیاب ہونے کے بعد حضرت کو فقراء سے ملنے جلنے کا خیال زیادہ رہنے لگا۔ اکثر فقراء سے مل کر فیض روحانی حاصل کرتے رہے۔ اسی اثناء میں آپ نے کوٹ پوتلی کا سفر کیا۔ اس سفر میں آپ سے عجیب وغریب واقعات ظہور میں آئے۔ اُس وقت کوٹ پوتلی میں ایک درویش تھے جن کا اصلی نام تو کچھ اور تھا مگر عرف عام میں ''کلن شاصاحب'' کے نام سے مشہور تھے۔ (۸) یہ بھی ایک مجذوب بزرگ تھے اور حضرت مرزا جان جاناں مظہرؔ دہلوی کے خلیفہ تھے۔ آپ جب ان کی خدمت میں پہنچے تو شاہ صاحب بڑی مہربانی سے پیش آئے اور شربت کرکے پلایا اور فرمایا کہ لو'' یہ تمہارا حصہ ہے۔'' شربت کے پینے سے عجیب وغریب انوارِ الٰہی واسرارِ یزدانی نے دل میں جلوہ کیا، اس طرح فیضیاب ہوکر آپ نے گھر کی طرف مراجعت کی۔

علماء وصلحاء کی صحبت: دہلی اگرچہ سوندھ سے چالیس میل کے قریب ہے لیکن آپ ہر جمعہ کو دہلی جاکر جامع مسجد میں نماز جمعہ ادا کرتے اور ہمیشہ پیدل آتے جاتے اور اکثر مولوی شاہ عبدالعزیز محدث دہلوی (۹) کے وعظوں میں شریک ہوا کرتے تھے۔ شاہ صاحب کی عمر کا آخر تھا اور میاں صاحب کی عمر کا شباب تھا، شاہ صاحب موصوف میواتی فقیر یعنی میاں صاحب علیہ الرحمہ کی بہت زیادہ عزت وتوقیر کرتے تھے۔ مولانا شاہ صاحب کے وصال کے بعد آپ مولوی محمد اسحاق صاحب اور مولوی محبوب علی صاحب (۱۰) اور دیگر علما وفقراء دہلی سے مل کر فیض صحبت اُٹھاتے رہے۔ آپ کبھی کبھی مرزا جان جاناں صاحب مظہرؔ (۱۱) کے حلقۂ مشائخ میں بھی شریک ہوا کرتے تھے۔

خرقہ خلافت کا حاصل ہونا، رشد وہدایت کا اجراء: اسی سیاحی کے زمانہ میں آپ مہم شریف تشریف لے گئے۔ وہاں مولانا مولوی محمد اسماعیل صاحب (۱۲) سلسلہ قادریہ میں ولی کامل بااوقات صاحب کشف وکرامات اور اپنے وقت کے مشائخ میں ممتاز مشہور ومعروف بزرگ تھے۔ آپ نے اُن کے ہاتھ پر بیعت کی اور آپ چونکہ تکمیل علم معرفت ومدارج فقر پہلے ہی طے فرما چکے تھے، اس لئے پیر روشن ضمیر نے شجرہ ودستارِ خلافت سے مزین وممتاز فرما کر اجازت بیعت وتلقین کی بخشی اور اب اس داعیِ حق وصداقت، آفتاب تبلیغ وہدایت نے اپنے حقیقی شان کے ساتھ اپنے وطن سوندھ شریف میں مقیم ہوکر ہر سمت وہر گوشہ کو تجلی معرفت وحقیقت سے منور کردیا اور اس چشمۂ فیض رحمانی ومنبع الطاف سبحانی سے ہر ایک تشنہ لب سیراب ہونے لگا اور طالبان حق دور دراز مقامات سے جوق جوق آکر مستفیض وبامراد ہونے لگے۔

(حاشیہ) مشاہیر موات

(۱) منشی محمد حسن خاں صاحب راج شاہی نگینہ اسکول کے ہیڈ ماسٹر تھے۔ قصبہ نگینہ پہلے تحصیل فیروز پور میں لگتا تھا مگر اب وہ خود تحصیل ہے اور ضلع، نوح ہے۔ پہلے ضلع گڑگاؤں تھا۔ منشی صاحب مجد دِ وقت حضرت مولانا عبد اللہ شاہ قادری راج شاہی سوندھوی علیہ الرحمہ کے مرید تھے۔

(۲) میوات سے متعلق تذکرۃ العابدین میں درج ہے ''تمام

ملک میوات آپ کا مطیع ومنقاد تھا۔'' (ص ۱۹۲)

(۳) موضع سوندھ شریف تحصیل تاؤڑو، ضلع نوح ہریانہ انڈیا میں واقع ہے۔اس سے قبل ضلع گڑگاؤں تھا اور غیر منقسم پنجاب کا حصہ تھا۔

(۴) ملت راج شاہی میں ۱۲۱۶ھ درج ہے مگر اِس مضمون کی عبارت وتذکرۃ العابدین کی عبارت کو ملائیں تو ایسا لگتا ہے کہ آپ کی ولادت ۱۲۱۰ھ یا اُس سے قبل ہوئی۔ واللہ اعلم بالصواب۔ آپ کا وصال ۸ رمضان المبارک ۱۳۰۶ھ بروز جمعرات قبل صبح صادق ہوا۔ مزار شریف موضع سوندھ شریف، تحصیل تاؤڑو، ضلع میوات نوح ہریانہ میں مرجع خلائق ہے۔

(۵) ملت راج شاہی وملت یامین شاہی میں والد ماجد کا اسم شریف مولوی عبدالسمیع خاں عرف سمیع خاں درج ہے۔نسب نامہ یہ ہے:

حضرت راج خان صاحب بن مولوی عبدالسمیع عرف سمیع خاں بن عظمت اللہ عرف عظمت خاں بن روپ چند بن شمس الدین عرف شمسو بن ترتا بن پہاڑ'' آپ کا تعلق میو قوم میں دہنگل گوت سے ہے۔ (تذکرۂ نوری، ص ۱۰) قطب عالم کے والد ماجد والدۂ ماجدہ کے مزارات سوندھ شریف میں حضرت حافظ سید احمد علی اکیڑوی کے مزار شریف کے جانب مشرق واقع ہیں۔

(۶) آپ نے مدرسہ میں تعلیم حاصل نہیں کی مگر رب العزت نے علم لدنی عطا فرمایا تھا۔جیسا کہ تذکرۃ العابدین کے مصنف نے لکھا ہے ''آپ کی ادنیٰ کرامت یہ تھی کہ باوجود امی ہونے کے کسی قسم کے مسائل میں کہیں رکاؤ اور عجز نہ تھا۔ دلائل عقلی ونقلی مع آیات واحادیث کے بیان فرمایا کرتے۔ بات بات پر حدیث وقرآن کا ثبوت دیتے کہ عالم بھی سن کر دنگ ہو جاتے۔ (ص ۱۹۲) سرزمین میوات پر دینی وعصری تعلیم کی بنیاد راج شاہی خاندان کے علماء نے ڈالی تھی۔

(۷) حضرت دانا گلاب شاہ مجذوب بزرگ تھے۔فردِ وقت کو آپ سے بے حد عقیدت تھی کہ ہر شب قصبہ ہتھین کے متصل موضع کھیڑلی کے جنگل میں حاضر ہوتے۔ایک دن حضرت گلاب شاہ علیہ الرحمہ نے فرمایا کہ تم اتنی تکلیف کیوں اٹھایا کرتے ہو؟ حضرت میاں راج شاہ علیہ الرحمہ نے عرض کیا کہ کیا کروں دل کو قرار نہیں پڑتا۔فرمایا کہ ''اب تم چلتے وقت اپنی آنکھیں بند کرلیا کرو'' چنانچہ جب حضرت گھر سے چلتے تو پھر آنکھ بند فرمالیتے اور پھر کھولتے تو اپنے کو حضرت گلاب شاہ کی بارگاہ میں موجود پاتے اور یہی حال مراجعت کا ہوتا تھا۔ بارہ سال تک یہی معاملہ رہا۔ اول فیض حضرت دانا گلاب سے حاصل ہوا۔مزار شریف آپ کا قصبہ ہتھین ضلع پلول ہریانہ انڈیا میں مرجع خلائق ہے،فیض کے سوتے آج بھی جاری ہیں۔حضرت گلاب شاہ کے برہنہ رہنے کی کوئی روایت ''ملت راج شاہی'' میں موجود نہیں۔

(۸) حضرت کلن شاہ مجذوب علیہ الرحمہ وطن خاص آپ کا سہنہ ہے۔ایک جگہ سید محسن شاہ صاحب نواب سردھنہ میرٹھ نے آپ کو ملت راج شاہی ص ۲۶۰ پر ''مجذوب داتا کلن شاہ صاحب سہنوی رحمۃ اللہ علیہ'' سے یاد فرمایا ہے۔آپ بعد میں کوٹ پوتلی (جے پور) تشریف لے گئے۔حضرت میاں راج شاہ علیہ الرحمہ آپ سے ملنے کوٹ پوتلی جایا کرتے اور فیوض وبرکات سے مالا مال ہوتے۔قطب دوراں مولانا غوث علی شاہ قلندری پانی پتی علیہ الرحمہ نے بھی حضرت دانا کلن شاہ صاحب مجذوب سے اکتساب فیض فرمایا تھا۔

(۹) حضرت شاہ عبدالعزیز محدث دہلوی (متوفی ۷ شوال ۱۲۳۹ھ، مزار شریف: قبرستان مہندیان دہلی) وشاہ محمد اسحٰق دہلوی (متوفی ۲۷ رجب ۱۲۶۲ھ،مزار شریف: جنت المعلیٰ) کی علمی محفلوں سے آپ نے ضرور استفادہ فرمایا مگر جب کوئی باریک تصوف کا مسئلہ درپیش آتا تو دونوں حضرات علیہما الرحمہ و آپ کے شاگردان آپ کی طرف رجوع فرماتے۔اس طرح کے کئی ایک واقعات ملت راج شاہی میں درج ہیں۔

حج بیت اللہ کے موقع پر ایک روز خانۂ کعبہ میں ایک بزرگ عالم بزرگان دین کے اوصاف بیان فرمارہے تھے تو اس وقت حضرت شاہ محمد اسحٰق محدث دہلوی نے فرمایا تھا ''میں نے اِن جمیع اوصاف سے متصف حضرت میاں راج شاہ سوندھوی کو پایا۔ (تذکرہ نوری، ص ۱۷)

(۱۰) حضرت مولانا میر سید محبوب علی میواتی ثم دہلوی (یکم محرم ۱۲۰۰ھ/ ۱۰ ذی الحجہ ۱۲۷۱ھ۔مزار شریف ۶۴ کھمبا روڈ، بیرون ترکمان گیٹ، دروازہ بوچڑ خانہ سے آگے، سڑک کے بائیں جانب واقع ہے) آپ شاہ عبدالعزیز محدث دہلوی کے ارشد تلامذہ وخلفا میں سے ہیں۔آپ کا تعلق سادات بیواں میوات ہریانہ سے ہے۔آپ نے دہلی ومیوات کے گاؤں گاؤں جا کر دعوت وتبلیغ دین کے فرائض انجام دِیے۔

(۱۱) حضرت مرزا جان جاناں مظہرؔ (متوفی ۱۰ محرم ۱۱۹۵ھ) سلسلہ نقشبندیہ مجددیہ کے زبردست بزرگ ہوئے ہیں۔آپ کا مزار

شریف خانقاہ شاہ ابوالخیر نزد چتلی قبر جامع مسجد دہلی میں مرجع خلائق ہے۔

(۱۲) شیخ المشائخ حضرت مولانا محمد اسماعیل صدیقی مہمی علیہ الرحمہ هادئ ہریانہ حضرت شاہ رمضان صدیقی قادری مہمی شہید علیہ الرحمہ (۱۱۸۳ھ مہم/ ۲۸ جمادی الاولیٰ ۱۲۴۰ھ۔ مندسور، مرقد پاک قصبہ مہم ضلع رُہتک) کے برادر اصغر اور حضرت شاہ عبد العظیم مجذوب بن شاہ عبد الحکیم مہمی کے فرزند ارجمند تھے۔ ولادت آپ کی ۱۲۰۰ھ مطابق ۱۷۸۶ء بمقام موضع کاہنور ضلع رہتک میں ہوئی اور ۲۸ جمادی الاخرہ ۱۲۷۴ء مطابق ۱۲ فروری ۱۸۵۸ء بروز جمعہ صبح جیل خانہ حصار میں شہادت کا جام نوش فرمایا۔ مہتاب خاں ساکن کڑکڑی علاقہ کشن گنج راجپوتانہ نے درج ذیل تاریخ رحلت کہی:

جناب شاہ اسماعیل مہمی — وہ تھے مقبول اور اللہ کے پیارے
اذیت اور سختی بہت دیکھی — سوا اسلام کے کچھ نہ پکارے
کہی ماہتاب نے تاریخ رحلت — شہید ہو جنت اعلیٰ میں سدھارے

حضرت اسماعیل مہمی رحمۃ اللہ علیہ کے مزار شریف کے بارے میں اختلاف ہے۔ تذکرۃ العابدین میں مہم درج ہے، آثار الاجداد میں لکھا ہے کہ حصار ریلوے اسٹیشن بناتے وقت مزار شریف کو برابر کر کے اس پر گودام گھر بنا دیا گیا، جب کہ ''ملت راج شاہی'' میں ''تکیہ شاہ بڑ نگ ہانسی'' درج ہے۔ اللہ ہی بہتر جانتا ہے۔ آپ کا سلسلہ طریقت بواسطہ شیخ المشائخ حضرت شیخ محمد افضل الٰہ آبادی قطب اکمل میر سید محمد ترمذی کالپوی تک پہنچتا ہے، اس سے آگے کا شجرہ طریقت معروف ہے۔ حضرت مولانا شاہ اسماعیل مہمی کا سلسلہ طریقت قطب عالم حضرت میاں راج شاہی قادری سوندھوی کے ذریعہ اکناف عالم میں جاری ہوا۔ (جاری)

حاشیہ نگار: محمد عارف رضا نیّر الاشفاقی، جنرل سکریٹری تحریک فروغ اسلام، ٹائیں، نوح، میوات (ہریانہ)

☆☆☆

arif.rajshahi12@gmail.com-9812386917

حضرت ابوالفتح شاہ چوکھا چشتی علیہ الرحمہ کا ۴۴۳واں عرس منایا گیا

۱۱ دسمبر ۲۰۲۱ء بروز ہفتہ درگاہ حضرت شاہ چوکھا کے وسیع صحن میں ۴۴۳واں عرس شان وشوکت سے منایا گیا جس کی سرپرستی پیرزادہ رفیق شاہ سجادہ نشیں نے اور صدارت حضرت مولانا سید منصور عالم رضوی نے کی۔ بعد نماز فجر چادر وگل پوشی کی گئی وبعد ازاں قرآن خوانی ہوئی۔

۱۰ بجے محفل عرس کا آغاز مولانا اختر قادری نے تلاوت کلام اللہ سے کیا۔ اس کے بعد مرکز فروغ اسلام برکات اشفاق ٹائیں و مدرسہ چشمہ غوثیہ کے طلبہ نے حمد، نعت ومنقبت پیش کی۔ مولانا محمد رمضان اشفاقی، مولانا عرفان اشفاقی، مولانا شاکر ثقافی، مولانا وزیر رضوی نے بہترین انداز میں خطاب کیا۔ مولانا جمیل نقشبندی نے خصوصی خطاب کے دوران حضرت شاہ چوکھا کی کرامات بیان فرمائیں۔ مولوی عبد القیوم رضوی و مولوی انصرون شاہ نے شاہ چوکھا کی شان میں منقبت پیش کی۔

ناظم اجلاس مولانا عارف رضا اشفاقی نے کہا کہ حضرت شاہ چوکھا علیہ الرحمہ ان چشتی بزرگوں میں سے ہیں جن کا سلسلہ طریقت خواجہ غریب نواز تک آپ کے دونوں خلفاء حضرت سید قطب الدین بختیار کاکی وحضرت صوفی حمید الدین فاروقی ناگوری کے ذریعہ پہنچتا ہے۔ حضرت شاہ چوکھا حضرت نظام بندگی نارنولی کے مرید وخلیفہ ہیں۔ بادشاہ اکبر آپ کا معتقد تھا، اکبر نے ہی آپ کا شاندار مزار تعمیر کرایا تھا، آپ کے تیرہ معروف خلفاء ہوئے جنہوں نے محنت ولگن کے ساتھ میوات واطراف میں تبلیغ اسلام کا فریضہ انجام دیا۔ شاہ چوکھا کا وصال ۵ جمادی الاول ۱۰۰۰ھ میں ہوا، فیض کے سوتے آج بھی جاری ہیں۔

صدر محفل مولانا سید منصور عالم رضوی کی دعا پر محفل اختتام پذیر ہوئی۔ ملک میں امن وسلامتی کی دعا کی گئی۔ میوات وبیرون میوات سے کافی تعداد میں علمائے کرام وعوام نے شرکت کی۔ پیرزادہ رفیق شاہ، ماسٹر سہراب، طاہر ایڈوکیٹ، ہابیل شاہ، میاں جی جسو وغیرہ نے انتظام وانصرام میں اہم رول ادا کیا۔ مرکز فروغ اسلام ٹائیں کے ناظم مولانا عارف رضا اشفاقی کی توجہ بھی شامل حال رہی۔

اطلاع: ناظم نشر واشاعت مرکز فروغ اسلام، ٹائیں میوات، ضلع نوح، ہریانہ (بھارت)

شیر میوات اور میوات میں آپ کی ملی خدمات

نازش مدنی مرادآبادی★

ہندوستان کی راجدھانی دہلی سے متصل یوپی، راجستھان، ہریانہ کے کچھ شہروں پر مشتمل علاقہ میوات واقع ہے جو ایک مردم خیز اور ہرا بھرا خطہ ہے۔ عقائد کے لحاظ سے یہاں اہل سنت و جماعت کی تعداد فرقہائے باطلہ کے مقابلہ میں آٹے میں نمک کے برابر تھی، پورے میوات میں نہ کوئی سنی مدرسہ تھا، نہ کوئی سنی عالم۔ ہر طرف نجدیت و وہابیت اپنے جال پھیلائے ہوئے تھی۔ ایسے ناگفتہ بہ حالات میں اللہ جل وعلا نے امت مسلمہ کی رہبری و رہنمائی کے واسطہ اشفاق العلماء مفتی اعظم راجستھان علیہ الرحمہ کے گلشن کے مہکتے پھول شیر میوات (حضرت مفتی محمد اسحاق اشفاقی دام ظلہ) کو رہبر و رہنما بنا کر بھیجا، اور آپ دام ظلہ نے خوب تندہی وجانفشانی کے ساتھ دین وملت اور سنیت کی پاسبانی کے فرائض بطریق احسن سرانجام دیے۔ یوں تو ہر محاذ پر آپ کی خدمات دینیہ لائق صد تحسین ہیں مگر فن خطابت اور مناظرہ سے آپ کو خاصا شغف ہے۔

فن خطابت اور شیر میوات: بیداری امت کے لئے وعظ ونصیحت کرنا ایسا عظیم دینی فریضہ ہے جس کے لئے اہم افراد کی ضرورت ہے جو حالاتِ حاضرہ کے لحاظ سے لوگوں میں اسلامی پیغام پہنچاسکیں اور اُن کو عمل کی طرف بلاسکیں، مگر آج المیہ یہ ہو چکا ہے کہ ہر دوسرا شخص مقرر بنا بیٹھا ہے اور قوم وملت کا بیڑا غرق کرنے پر لگا ہوا ہے، موضوع ومن گھڑت روایات قصہ کہانی مضحکہ خیز مواد بیان کرکے، لوگوں سے داد وزر وصول کرکے اپنے آپ کو خطیب اعظم، خطیب یورپ وایشیا گردانے ہوئے ہے جب کہ وعظ وتقریر ایسا اہم دینی امر ہے جس کے لئے بندہ کو پہلے خود کو شریعت وسنت کا عامل بنانا از حد ضروری ہے۔ اس لیے کہ از دل خیزد بر دل ریزد یعنی دل سے جو بات نکلتی ہے اثر رکھتی ہے اور یہ اسی وقت ممکن ہو سکے گا جب خود واعظ، شریعت وسنت کا عامل اور عاشق رسول ہوگا۔

اِس تناظر میں جب ہم شیر میوات علامہ اسحاق اشفاقی دام ظلہ کو دیکھتے ہیں تو آپ شریعت وسنت کے سانچے میں ڈھلے ایک بلند پایہ خطیب نظر آتے ہیں۔ دین وسنیت کی ترویج واشاعت کے سلسلہ میں آپ نا صرف میوات بلکہ راجستھان، ایم پی، یوپی، دہلی اور ہندوستان کے دیگر صوبوں کا تبلیغی دورہ کرتے اور عوام میں پھیلی ہوئی بدعملی، بد اعتقادی کے سد باب کے لئے مدبرانہ لائحہ عمل طے کرکے لوگوں کو راہ حق پر گامزن کرنے کی کوشش کرتے ہیں۔ آپ خطابت پیشہ وری کے لئے نہیں بلکہ خالصا لوجہ اللہ کرتے ہیں۔ آپ بارہا اپنے خطابات میں فرما چکے ہیں کہ کوئی بھی یہ ثابت نہیں کرسکتا کہ آپ نے کسی سے خطابت کے عوض نذرانہ تو کجا آمدورفت کا کرایہ بھی وصول کیا ہو یا اُس کا مطالبہ کیا ہو۔ کوئی ثابت کربھی کیسے سکتا ہے اس لئے کہ آپ اس عظیم مرشد کے تربیت یافتہ ہیں جس نے پوری زندگی دین کے نام پر وقف کردی، میری مراد بابائے قوم وملت، محسن ومفتی اعظم راجستھان مفتی محمد اشفاق حسین نعیمی اجملی علیہ الرحمہ کی ذات بالا صفات ہے۔ آپ کی تربیت کا ہی ثمرہ ہے کہ شیر میوات اخلاص واستقامت سے دین وسنیت کی آبیاری میں لگے ہوئے ہیں۔ شیر میوات اپنے مرشد گرامی علیہ الرحمہ کے اس فرمان ''تقریر و وعظ کمائی کا پیشہ نہ بناؤ بلکہ رضائے الٰہی کے لئے کرو'' کی عملی تصویر ہیں۔

مولانا تعلیم اشفاقی (مدرس مرکز فروغ اسلام برکاتِ اشفاق ٹائیں نوح، میوات) بیان کرتے ہیں: بعض دفعہ ایسا بھی ہوا کہ حضرت کے پاس کسی نے جلسہ کی تاریخ لینے کے لئے فون کیا، دوران گفتگو نذرانہ طے کرنے کی بات کی تو آپ اس پر سخت ناراض ہوئے اور فرمایا ''راتیں تو کنجریں اور نچنیں طے کرتی ہیں ہم تو دین حنیف کے خادم ہیں اور پیسے طے کرنے کو حرام سمجھتے ہیں'' کبھی تو ایسا بھی ہوا کہ جلال میں اس تاریخ کو کینسل بھی کردیتے۔ یہ ہے آپ کا خلوص وللّٰہیت اور بے لوث خدمات، آپ کی تقریر ہمیشہ بامقصد اور پر مغز ہوتی ہے اس میں عوام کیلئے ایک پیغام ہوتا ہے۔ آج کے بعض مقررین کی طرح ہنسی مزاق بالکل بھی تقریر کا حصہ نہیں ہوتی۔

میدان مناظرہ اور شیر میوات: جہاں آپ ایک بہترین سحر بیاں خطیب ہیں وہیں اللہ رب العزت نے آپ کو مناظرانہ

صلاحیتوں سے بہرہ ورفرمایا ہے۔فن مناظرہ میں آپ کو درک حاصل ہے اور مناظرہ کے اسرار ورموز سے بخوبی واقف ہیں۔کئی مرتبہ فرقہائے باطلہ سے آپ کے مناظرے ہوئے اور بفضلہٖ تعالیٰ ہر بار آپ فتحیاب ہوئے۔

پہلا مناظرہ: شیر میوات کا پہلا مناظرہ ۱۹۸۴ میں موضع دوسرس متھرا یوپی میں ہوا بفضلہٖ تعالیٰ اس مناظرے میں کامیابی نے آپ ہی کے قدم چومے اور آپ شادکام ہوئے۔خوش خبری یہ ہے کہ موضع دوسرس کے تمام وہابی دیوبندی عقائد باطلہ سے تائب ہوکر مسلک اہل سنت وجماعت سے وابستہ ہوگئے۔**دوسرا مناظرہ:** سیکری بھرت پور میں ہوا۔یہ دراصل مناظرہ نما جلسہ تھا جس میں حضرت شیر میوات نے وہابیہ دیابنہ کی خوب جم کر تردید کی اور اکابر دیوبند کی کفریہ عبارات کی توضیح وتشریح کر کے عوام کے سامنے ان کے کفروارتداد ظاہر کیے، ان کا ناطقہ بند کیا،اور عقائد حقہ اہل سنت پر روشنی ڈالی۔ اِس مناظرہ میں بھی اللہ جل مجدہ نے شیر میوات کو فتح عطا فرمائی۔

تیسرا مناظرہ: ابھی ۲۰۱۸ء میں سردارگڑھ میں شیر میوات کا ایک فیصلہ کن مناظرہ ہوا جس میں اہل سنت وجماعت کی فتح ہوئی اور اہلیان سردارگڑھ نے آپ کو کاندھوں پر بٹھا کر جشن فتح منایا۔

یہ تو چند نظیریں تھیں ان کے علاوہ بھی آپ کے کثیر مناظرے ہوئے اور آج بھی آپ فرقہائے باطلہ کی تردید کے لئے مستعد رہتے ہیں۔علاقہ میں جہاں بھی بدعقیدگی کی بھنک محسوس کرتے ہیں وہاں بلا جھجھک تشریف لے جاتے ہیں اور بلا کسی خوف وتردد کے کھل کر باطل کا سامنا کرتے ہیں۔میوات میں کئی مقامات پر دیوبندیوں نے اہل سنت کی مساجد پر قبضہ کرنے کی ناپاک کوشش کی مگر جیسے شیر میوات کو اس کی خبر ملی فوراً اُس جگہ جاکر اُن کے عقائد کا رد کر کے وہاں کی عوام کو اپنے عقائد سمجھا کر مسجد کو اُن نانجاروں کے ہاتھوں میں جانے سے بچایا۔

حضرت کا ایک معمول یہ بھی ہے کہ اپنے مشن کو جاری رکھنے کے لئے مرکز کے طلبہ کو ہر جمعہ اور جمعرات کو قرب وجوار کے گاؤں ودیہات میں تبلیغ کے لئے بھیجتے ہیں تاکہ ہر طرف سنیت مضبوط ہو۔

شیر میوات اور مدارس کا قیام: وعظ وخطابت اور مناظرہ کے علاوہ آپ نے میوات اور راجستھان کے مختلف شہروں میں دین وملت کے فروغ واستحکام کے لئے متعدد مدارس ومکاتب قائم فرمائے ہیں جن کے فضلاء شب وروز دین متین کی خدمات میں مصروف ہیں۔

ذیل میں آپ کے قائم کردہ اداروں کی فہرست ملاحظہ فرمائیں:

(۱)مرکز اہل سنت فروغ اسلام برکات اشفاق ٹائیں ضلع نوح میوات (۲)مدرسہ غوثیہ رضویہ بلب گڑھ فریدآباد (۳)مدرسہ اسلامیہ محمدیہ چھٹی میل الور، راجستھان (۴)مدرسہ اسلامیہ محمدیہ کوسی کلاں متھرا یوپی (۵)مدرسہ غوثیہ منڈورا متھرا (۶)مدرسہ بدر العلوم شکار پور گڑھ گاؤں (میوات) علاوہ ازیں دیہاتوں میں مکاتب بھی جاری ہیں۔

ان مدارس کے عروج وارتقاء کی خاطر شیر میوات ہمیشہ کوشاں رہتے ہیں اور اپنی چین وسکون سب ان پر قربان کیے ہوئے ہیں۔

گزشتہ دوسال قبل ۲۴ جنوری ۲۰۱۸ء کو احقر حضرت کے شہزادہ مولانا عارف رضا اشفاقی زید مجدہ کی دعوت پر پہلی مرتبہ آپ کے مرکز اہل سنت فروغ اسلام برکات اشفاق (ٹائیں ضلع نوح، میوات) حاضر ہوا۔یہ دیکھ کر انتہائی خوشی حاصل ہوئی کہ اتنے قلیل عرصہ میں شیر میوات نے جنگل میں منگل کر دیا ہے۔ٹائیں جو کہ ایک دورافتادہ چھوٹا سا قریہ جس کا لوگوں کو نام ونشان تک نہیں معلوم تھا مگر شیر میوات دام ظلہ نے اس میں دین کا ایسا قلعہ تیار کیا ہے کہ آج نا صرف میوات بلکہ کیرلا تک کے طلبہ علوم دینیہ کی تحصیل کے واسطہ یہاں حاضر ہوتے ہیں اور علم کے فیضان سے مستفیض ومستفید ہوتے ہیں۔الحمد للہ پرشکوہ دومنزلہ عمارت، اشفاقی دارالافتاء، اشفاقی لائبریری، دارالاقامت بالجملہ ادارے کا ہر شعبہ نہایت عمدہ اور نفیس ہے اور یہ بات کہتے فقیر بڑی خوشی محسوس کر رہا ہے کہ طلبہ کی تعلیم کے ساتھ ساتھ تربیت پر خصوصی توجہ دی جارہی ہے جو کہ تعلیم سے زیادہ اہم ہے اور آج کل مدارس اسلامیہ میں تعلیم پر تو کافی توجہ ہے مگر تربیت پر کسی کی کوئی توجہ نہیں جب کہ تعلیم کے ساتھ تربیت کا ہونا یہ وقت کا اہم تقاضا ہے۔

آخر میں شیر میوات کے ایک وصف کو ذکر کرنا بہت ضروری سمجھتا ہوں کہ حضرت شیر میوات مفتی اسحاق اشفاقی دام ظلہ عاجزی وانکساری کے پیکر ہیں۔بندہ ناچیز نے خود دیکھا کہ مرکز میں عصر کے وقت وضوخانہ کا پانی اچانک ختم ہوگیا تو آپ نے خود جاکر موٹر چالو کیا۔اسی طرح اگلے دن دیکھا کہ حضرت خود کے مرکز کے آفس کو جھاڑو لگا رہے ہیں۔یہ تمام باتیں وہ ہیں جو کسی سے سنی سنائی نہیں بلکہ فقیر کا خود کا مشاہدہ ہے۔دعا گو ہوں کہ اللہ جل مجدہ شیر میوات کو عمر خضری عطا فرمائے اور حضرت کے مشن کو خوب عروج وترقی سے ہمکنار فرمائے۔☆8320346510☆

پس منظر

مسلمانوں سے نفرت کے سدباب کے لئے ایک اہم قدم

امریکی ارکان کانگریس نے نائن الیون کے بعد مسلم منافرت میں غیر معمولی اضافے کا اعتراف کیا

ڈاکٹر غلام زرقانی قادری★

پچھلے ہفتے اسلام اور مسلمانوں سے نفرت کے سدباب کے لئے امریکہ کے دارالخلافہ میں ایک مؤثر گونج سنائی دی، جو جنگل کی آگ کی طرح ذرائع ابلاغ کے دوش پر دنیا کے کونے کونے تک پہنچ گئی۔ تقاضائے غیر جانبداری تو یہی ہے کہ اسلام اور مسلمانوں پر ہونے والی زیادتی کے خلاف صدائے احتجاج بلند کرنے کی روایت اگر سلامت ہے، تو کسی اچھے اقدام پر ستائشی کلمات بھی ناگزیر ہونے چاہئیں۔

آگے بڑھنے سے پہلے ذرا پس منظر سے بھی تعارف ہو جائے، تاکہ متذکرہ موضوع پر سیر حاصل گفتگو ہو سکے۔ میں نے ہندوستان میں شائع ہونے والے اخبارات میں اس حوالے سے خبر پڑھی ہے، جس میں کہا گیا ہے کہ منیسوٹا سے رکن کانگریس الہان عمر کی تحریک پر Combating International Islamophobia Act پاس ہو گیا ہے۔ یہ خبر درست ہے، لیکن اس کے ساتھ جان اسکاؤسکی کا نام بھی لیا جانا چاہیے، اس لئے کہ ان دونوں نے مشترکہ طور پر یہ بل کانگریس میں پیش کیا ہے۔ ساتھ ہی ساتھ تقریباً ایک درجن سے زیادہ ارکان کانگریس نے بھی بیک زبان اس طرح کے بل کی حمایت میں دلائل دیے ہیں۔ مثال کے طور پر نیویارک کے رکن کانگریس مالونی نے صاف لفظوں میں کہا کہ نیویارک میں جس طرح دوسرے مذاہب سے تعلق رکھنے والوں کو عزت و وقار کے ساتھ جینے کا حق حاصل ہے، اسی طرح مسلمانوں کو بھی وقار و عزت کے سائے میں شب و روز گزارنے کا حق ہونا چاہیے۔ اسی طرح نیومان نے کہا کہ مجھے الہان عمر اور جان اسکاؤسکی کے پیش کردہ بل کی حمایت کر کے فخر محسوس ہو رہا ہے۔ واٹسن کولمان نے صاف لفظوں میں کہا کہ دنیا میں اسلام کے خلاف نفرت میں اضافہ کا منفی اثر ہمارے اپنے یہاں بھی ہوتا ہے، مثال کے طور پر نیوجرسی میں بعض مسلم طالب علموں کو دوڑایا گیا، اور ایک اسکول میں ٹیچر نے مسلم بچی کے سر سے اسکارف کھینچ لیا، وغیرہ وغیرہ۔ اسی طرح شیکاگو، نیوجرسی اور دوسرے صوبوں سے تعلق رکھنے والے ارکان نے نائن الیون کے بعد اسلام اور مسلمانوں کے خلاف نفرت آمیز سلوک میں اضافے کا ذکر کرتے ہوئے متذکرہ بل کو وقت کی اہم ترین ضرورت قرار دیا۔

خیال رہے کہ امریکہ میں مسلمانوں کے حالات پر نگاہ رکھنے والی ایک فعال تنظیم CAIR نے اپنی رپورٹ میں لکھا ہے کہ پوری دنیا میں ۶۵ فیصد مسلمانوں نے اپنے ساتھ ہونے والے نازیبا سلوک کی شکایت کی ہے۔ اسی طرح Othering and Belonging Institute کے مطابق ۶۷ فیصد مسلمانوں نے اعتراف کیا ہے کہ انھیں اپنی زندگی میں کبھی نہ کبھی ہتک آمیز رویے کا سامنا کرنا پڑا ہے۔ یہ استقرائی تعداد صاف بتا رہی ہے کہ گذشتہ دس بیس سالوں میں دنیا کے کونے کونے میں اسلام اور مسلمانوں کے خلاف نفرت بڑھی ہے اور اس میں مسلسل اضافہ ہو رہا ہے۔ متذکرہ بل پر بحث و مباحثہ کے درمیان چین، برما، ہندوستان، سری لنکا اور یورپی یونین میں مسلمانوں کے خلاف ہونے والے سلوک پر گہری تشویش کا اظہار بھی کیا گیا ہے۔

تاہم یہ بات ذہن نشیں رہے کہ متذکرہ بل ابھی اپنی ابتدائی منزل میں ہے۔ امریکی ضابطے کے مطابق مسودہ قانون پانچ مراحل سے گزر کر ہی نفاذ کے قابل ہوتا ہے؛ پیشکش، کانگریس کی منظوری، سینیٹ کی منظوری، صدر کی رضامندی اور پھر صدر کا دستخط۔ اس طرح دیکھیں تو یہ بل ابھی دوسری منزل طے کر کے سینیٹ تک پہنچا ہے، جہاں دو مرتبہ بغور پڑھنے کے بعد اُسے بین الاقوامی معاملات سے متعلق خصوصی کمیٹی کے سپرد کر دیا گیا ہے۔ کہا یہ جا رہا ہے کہ موجودہ کانگریس میں چونکہ ڈیموکریٹک پارٹی کی واضح اکثریت ہے، اس لئے اسے بآسانی یہاں پاس کرالیا گیا ہے، لیکن سینیٹ میں اسے پاس کرانا آسان نہیں ہوگا، اس لئے کہ یہاں ڈیموکریٹک پارٹی حزب اختلاف سے صرف ایک رکن کی اکثریت رکھتی ہے۔ امریکی طرز جمہوریت

ہمارے یہاں سے بہت مختلف ہے۔ ہمارے یہاں اگر حزب اقتدار نے کوئی بل پارلیامنٹ میں پیش کیا ہے، تو حزب اقتدار سے تعلق رکھنے والے لوک سبھا یا راجیہ سبھا کے کسی ممبر کی مجال نہیں کہ وہ اپنی پارٹی کی رائے کے خلاف ووٹ ڈالے، ورنہ تو اُسے لعن طعن بھی سننی پڑے گی اور آنے والے انتخابات میں ٹکٹ سے محروم بھی ہونا پڑے گا لیکن امریکی حکومت میں کانگریس یا سینیٹ کا ہر ممبر اپنی ایک جداگانہ حیثیت کا مالک ہوتا ہے۔ اپنی ہی پارٹی کی طرف سے پیش کیے جانے والے بل یا کسی ممکنہ تجویز کی مخالفت کرنا عام سی بات ہے۔ اب یہی دیکھیے کہ ڈونالڈ ٹرمپ نے پوری طاقت کے ساتھ انتخابات میں دھاندلی کے الزامات عائد کیے اور سینیٹ میں اپنی پارٹی کے ذمہ داروں پر انتخابات رد کرنے کا دباؤ بھی ڈالا، لیکن خود اس کی پارٹی کے دسیوں اراکین اپنے صدر کی مخالفت کرتے رہے۔ بہر کیف، ہم دعا یہی کرتے ہیں کہ اللہ کرے سینیٹ سے بھی اسے منظوری مل جائے، تو قرین قیاس یہی ہے کہ موجودہ صدر جو بائیڈن اس پر دستخط ضرور کر دیں گے۔

متذکرہ بل کے مندرجات میں یہ ہے کہ امریکی وزارت خارجہ ایک نمائندہ مقرر کرے جو، روئے زمین کے کونے کونے میں اسلام اور مسلمانوں کے خلاف ہونے والے ظالمانہ اقدامات اور ہتک آمیز سلوک پر نظر رکھے اور گاہے بگاہے رپورٹ دے تاکہ اس کے سد باب کے لئے مناسب اقدامات کیے جاسکیں۔ متذکرہ بل کے مطابق مخصوص نمائندہ مسلمانوں کے خلاف جسمانی زیادتی یا زبانی تشدد، نیز مساجد، مدارس اور قبرستان کی بے حرمتی پر نگاہ رکھے گا۔ اسی طرح حکومت کی سرپرستی میں مسلمانوں کو نقصان پہنچانے کی منظم سازش، نیز بعض تنظیموں کی مسلمانوں کے ساتھ غیر انسانی حرکات پر گرفت نہ کرنے پر بھی نظر رکھے گا۔

صاحبو! مجھے امید ہی نہیں بلکہ یقین کامل ہے کہ اگر امریکہ میں متذکرہ بل پاس ہو جائے، تو اس کے نہایت ہی مثبت اثرات پوری دنیا میں ضرور مرتب ہوں گے، لیکن یہ توقع نہیں ہے کہ جیسے یہودیوں کے ساتھ غیر انسانی سلوک پر Anti Semitism کا لیبل لگا کر کسی شخص کے خلاف اقدامات کیے جاتے ہیں، اسی طرح کے اقدامات اسلام اور مسلمانوں کو نشانہ بنانے والوں کے ساتھ بھی کیے جائیں گے لیکن کیا کیجیے گا کہ ہم اس وقت پوری دنیا میں پس ماندگی اور زبوں حالی کے دور سے گزر رہے ہیں، اس لئے بہت نہ سہی، جو کچھ بھی میسر آجائے، وہی ہمارے لئے بہت ہے۔

کیا عجب اسلام اور مسلمانوں کے ساتھ ہونے والے ظالمانہ رویے کے سد باب کے لئے یہی چھوٹی سی کوشش اللہ تعالی کی حکمت بالغہ سے کسی بڑے اقدام کا پیش خیمہ بن جائے۔

☆☆☆

ghulamzarquani@yahoo.com

منظر نامہ

اتنی بڑی تعداد پھر بھی ہماری کوئی شناخت نہیں!

افتخار احمد قادری★

امت محمد یہ کو قرآن مجید نے خیر امت کے لقب سے ملقب کیا ہے اور پیغمبر اسلام جناب محمد رسول اللہ ﷺ نے اس امت کی فضیلت و برتری کو دیگر تمام امتوں پر ظاہر کرتے ہوئے فرمایا کہ تم اول بھی ہو اور آخر بھی ہو۔ اول اس طرح کہ سب سے پہلے حساب و کتاب اور جنت میں تمہارا داخلہ ہوگا اور آخر اِس لحاظ سے کہ سب کے بعد روئے زمین پر ظاہر ہوئے۔ آج ہم اپنے گریبان میں ذرا جھانک کر دیکھیں اور اِن فرمودات کی روشنی میں اپنا جائزہ لیں کہ کیا ہم امت واحدہ کے صحیح معیار پر اتر رہے ہیں؟ کیا ہم خیر امت، امر بالمعروف اور نہی عن المنکر کے داعی کہے جانے کے مستحق ہیں؟

نہ تو ہمارے درمیان اجتماعیت ہے اور نہ ہی امر بالمعروف اور نہی عن المنکر کے فرائض کی انجام دہی۔ شاید یہی وجہ ہے کہ خیر امت کی آج خستہ حالت نظر آ رہی ہے۔ اگر آپ سوال کریں کہ اِس دور میں سب سے مفلوک الحال کون ہے؟ عزت کس کی لوٹی جارہی ہے؟ وقار کس کا ختم ہو رہا ہے؟ تخت و تاج کس کا چھینا جارہا ہے؟ عبادت گاہیں کس کی مسمار کی جارہی ہیں؟ دولت وثروت سے کون محروم کیا جارہا ہے؟ بے گناہ کسے قتل کیا جارہا ہے؟ سب کا جواب ایک ہوگا، مسلمان۔

ایسا کیوں ہوا جبکہ قرآن کریم کا مژدہ جانفزا: وَاَنْتُمُ الْاَعْلَوْنَ اِنْ كُنْتُمْ مُّؤْمِنِيْنَ۔ ہمارے کانوں میں فرحت و انبساط کے رس گھول رہا ہے لیکن ہمارا دل مسرور نہیں، زخموں سے چور ہے۔ آخر اتنا بڑا انقلاب کیوں آیا؟ قرآن کریم خود ہی اس کی وجہ بیان کرتا ہے:

ذٰلِكَ بِمَا قَدَّمَتْ يَدٰكَ وَاَنَّ اللّٰهَ لَيْسَ بِظَلَّامٍ لِّلْعَبِيْدِ۔ (یہ تباہیاں) اس کا بدلہ ہیں جو تیرے ہاتھوں نے آگے بھیجے اور بیشک اللہ بندوں پر کچھ ظلم نہیں کرتا۔

آیئے ذرا حقیقت کے آئینے میں قوم مسلم کو ایک نظر دیکھیں کہ زنا، چوری، ٹھگی، بدمعاشی، ظلم و ناانصافی، سود، غصب، حسد، بغض و تکبر غرور، شراب، گانجا، چرس، جھوٹ، فریب، غیبت، دغابازی، عیاری، مکاری، حرام کاری، حرام خوری، ایذا رسانی، والدین کی نافرمانی، ناچنا، گانا، بجانا، حضور ﷺ کی پیاری شکل وصورت (ڈاڑھی لباس) سے دوری، مسجدوں کو ویران کر کے سنیما گھروں کو آباد کرنا وغیرہ افعال بد اور بیشمار اخلاقی وسماجی عیوب سے اس کا دامن کتنا داغدار ہے؟

وضع میں تم ہو نصاریٰ تو تمدن میں ہنود
یہ مسلماں ہیں جنہیں دیکھ کے شرمائیں یہود

یہاں پر میں یہ عرض کر دینا بھی مناسب سمجھتا ہوں کہ جب فرعون اور اس کا لشکر دریائے نیل میں ڈبو دیا گیا تو اُن فرعونیوں میں کا ایک شخص ڈوبنے سے محفوظ رہا، اس لئے کہ وہ فرعونی حضرتِ موسیٰ علیہ السلام کے لباس و پوشاک میں تھا، اس ظاہری نقل کی وجہ سے اللہ تعالیٰ نے اس کو اس دنیا کے عذاب سے نجات دی۔ اگر مسلمان بھی اپنے پیغمبر کی شکل وصورت اختیار کریں تو اللہ تعالیٰ ان کو اس کی برکت اور اپنے فضل سے دارین کی عذاب سے نجات بخشے۔

ہماری بربادیوں کا سبب خود ہمارے کیے ہوئے کالے کرتوت ہیں۔ تاریخ کے اوراق شاہد ہیں کہ مٹھی بھر صحابہ کرام کی جماعت پوری دنیا پر چھائی ہوئی تھی، فتح ونصرت کا علم (پرچم) ان کے ہاتھوں میں تھا جس طرف رخ کرتے فتحیابی ملتی۔ آج ہم کروڑوں کی تعداد میں ہیں پھر بھی ہماری کوئی شناخت نہیں، ہماری کوئی طاقت نہیں، ہمارے اوپر ہنود، یہود ونصاریٰ اس طرح ٹوٹ پڑے ہیں جس طرح بھوکے دستر خوان پر ٹوٹ پڑتے ہیں۔ یہ ہمیں چن چن کر کھا رہے ہیں اور ہم ہیں کہ اپنی بے چارگی اور کمزوری پر آنسو بہا رہے ہیں۔ یہود ونصاریٰ مسلمانوں کو ختم کرنے کی سازش کو عملی جامہ پہنانے کے لئے ہزاروں اختلاف بھلا کر آپس میں متحد ہو سکتے ہیں مگر افسوس اُن مسلم حکمرانوں پر جو اپنی جان ومال کی حفاظت کی خاطر بھی با دل ناخواستہ ایک جگہ جمع نہیں ہو سکتے، حرص وہوس نے انہیں اس طرح اندھا کر دیا کہ بھائیوں کے بہتے خون کو دیکھ کر بھی انہیں ترس نہیں آتا۔

آج ہمیں وہ وقت بھی یاد ہے جس وقت افغانستان کے صحرا میں پتھر کی بے جان مورتی کے توڑے جانے پر ساری دنیا چیخ اٹھی تھی۔ اصحابِ اقتدار سے لے کر عوام وخواص تک سب نے کھلے لفظوں میں اس کی مذمّت کی تھی۔ اسی افغانستان اور عراق کے بے گناہ بوڑھے، بچے، عورت، مرد، بیمار، تندرست، مسلمانوں کو بے دریغ قتل کیے جانے پر کوئی ٹھوس لائحہ عمل اور احتجاج تو دور کی بات، کوئی معمولی سا اقدام کرنے کے لئے بھی دنیا تیار نہ تھی اور مسلم ممالک بھی ہاتھ پر ہاتھ دھرے بیٹھے ہوئے تھے۔ میں یہ پوچھنا چاہتا ہوں کہ کیا اُس وقت مسلمانوں کے خون کی قیمت اُس پتھر سے کم تھی جس کے سینے میں نہ دھڑکتا ہوا دل اور نہ ہی کسی کے لئے ہمدردی کا جذبہ ہو۔

کیا صحابہ کرام کی زندگی میں بھی کوئی ایسی تاریخ ملتی ہے کہ ایک بھائی کو بے گناہ قتل کیا جائے اور دوسرا دیکھتا رہے؟ ہرگز نہیں بلکہ ان میں سے اگر کسی ایک کے پاؤں میں کانٹا چبھتا تو دوسرا اُس کی چبھن کو دل میں محسوس کرتا۔ آپ نے پڑھا ہوگا کہ جنگ یرموگ میں ایک صحابی زخموں سے چور ہوکر زمین پر گر پڑے۔ شدت تشنگی سے مغلوب ہوکر پانی مانگا، ایک شخص پانی لے کر پہنچے ہی تھے کہ دوسری جانب سے العطش کی آواز آئی سنتے ہی فرمایا کہ پہلے انہیں پلاؤ اُن کے قریب گئے ابھی گلاس لبوں تک پہنچا بھی نہ تھا کہ تیسری طرف سے بھی العطش کی آواز آئی اسی طرح سات آوازیں آئیں اور ساتوں کے پاس پانی کا پیالہ لے جایا گیا لیکن سب نے اپنے بھائی کی پیاس بجھانے کی خاطر اپنی پیاس نہ بجھا کر جام شہادت نوش فرمالیا اور پانی کا پیالہ ایسے ہی رہ گیا۔

اِس واقعے سے اندازہ لگایئے کہ ہماری زندگی اور ان کی زندگی میں کتنا فرق ہے۔ ہم ہیں کہ اپنے بھائی کا حق مارنے اور مروانے پر تلے ہوئے ہیں اور وہ ایسے لوگ تھے کہ اپنی جان دے کر بھی دوسرے کی جان کی حفاظت فرمایا کرتے۔ ان کے اندر محبت تھی، جذبہ اخلاص تھا ہمدردی اور اجتماعیت تھی جس کے ذریعے ہر مشکل سے مشکل کام آسانی سے حل فرمایا کرتے اور آج یہ چیزیں ہم میں موجود نہیں۔ اگر آج بھی یہ چیزیں ہمارے اندر موجود ہوجائیں تو پھر ہم کل کی طرح کامیاب ہوسکتے ہیں۔

آپ اپنے ہاتھ کی ان پانچوں انگلیوں کو ہی دیکھیں انہیں اگر آپ جدا جدا کھول کر رکھتے ہیں تو ایک کمزور سے کمزور انسان آپ کے ہاتھوں کی ان پانچوں انگلیوں کو توڑنا چاہے تو الگ الگ توڑ سکتا ہے مگر آپ انہی پانچوں انگلیوں کو ملا کر ایک مٹھی باندھ لیتے ہیں تو پھر ایک طاقتور انسان بھی آپ کی کسی انگلی کو آسانی کے ساتھ کوئی تکلیف نہیں پہنچا سکتا۔ ایک بڑی طاقت کو جس طرح منتشر کر کے شکست دے سکتے ہیں اسی طرح چند کمزوروں کو متحد کر کے ایک عظیم قوت بن کر ابھر سکتے ہیں۔

متحد ہو تو بدل ڈالو نظام قدرت
منتشر ہوتو مرو! شور مچاتے کیوں ہو؟

ایک حدیث مبارکہ کے راوی حضرت ابوموسیٰ اشعری رضی اللہ عنہ ہیں وہ فرماتے ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے اپنی انگلیوں میں انگلیاں پھنسا کر رکھتے ہوئے فرمایا،، ایک مومن دوسرے مومن کے لئے ایسی عمارت ہے جس کا ایک حصہ دوسرے کو مضبوط کرتا ہے جس طرح ایک انگلی دوسری انگلی کی طاقت اور گرفت مضبوط کرنے کا ذریعہ ہے۔ ایک دوسری حدیث پاک میں رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم ارشاد فرماتے ہیں سبھی مسلمان ایک جسم کی طرح ہیں اگر اس کی آنکھ دُکھتی ہے تو سارے جسم کو تکلیف پہنچتی ہے۔ اللہ کے رسول صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے مسلمان کو ایک جسم قرار دیتے ہوئے اپنی امت کو بتلا دیا کہ اگر دنیا کے کسی بھی خطے میں مسلمان کو تکلیف پہنچے تو دوسرا مسلمان محسوس کرے۔ کاش یہ قوم ایک دھاگے میں پیروئے ہوئے تسبیح کے دانے کی مانند ہوتی تو پوری دنیا اُسے تسبیح کی طرح گلے کا ہار بنا کر ہاتھوں ہاتھ لیے ہوتی اور فلک بوس عمارتیں ان کی عظمتوں کے ترانے گاتیں۔

☆☆☆

☆ کریم گنج، پورن پور، ضلع پیلی بھیت، اتر پردیش
8954728623,iftikharahmadquadri@gmail.com

علماء کی جماعت میں 'آلم' ہیں بے شمار

مبین احمد جامعی⭑

کووڈ-لاک ڈاؤن کے دوران علماء مثل سانحہ بہت برے حالات سے دوچار ہوئے۔ اب کچھ رخصت ملی ہے تو جلسے وغیرہ شروع ہو گئے ہیں مگر ہزار تاسف ہے کہ چند ہی دنوں میں باہمی رسہ کشی اور چپقلش کے سبب منبر رسول ﷺ پر لڑنے جھگڑنے کے کئی ویڈیو آ چکے ہیں۔ یہ جھگڑا ازلی تو نہیں مگر ابدی ضرور معلوم ہوتا ہے گویا 'لن یخل' ہے تاہم فرد کا (کسے باشد) عصر حاضر اور ملک کے آئین سے بے اعتنائی برتنا خودکشی کے ساتھ ساتھ 'مرگ انبوہ' بھی ہے۔

آپ جھگڑا، شوق سے کریں مگر اس حد تک کہ آپ قانون کی گرفت سے آزاد رہیں۔ بلاشبہ ہندستان ایک جمہوری ملک ہے، تاہم ہمارے آئین میں آفیشیل سیکریٹ ایکٹ، پی ایس اے، این ایس اے، سیڈیشن (غداری) لاء اور یواے پی اے سمیت کچھ ایسے کالے قانون، آج بھی رائج ہیں جن کے ذریعے حکومت کسی کو بھی بآسانی مہینوں جیل میں ڈال سکتی ہے۔ آج تو حالات ایسے ہیں کہ حکومتیں ذرہ برابر تنقید برداشت نہیں کرتیں۔ اگر کوئی ان کے نظریات سے اختلاف رکھتا ہے تو وہ اُسے بلا دریغ قانونی مخمصے کا ایسا شکار بناتی ہیں کہ انسانیت کی 'عالمی' چیخیں نکل جاتی ہیں۔ ہزارہا، تدبر و تحمل کے باوجود شرجیل امام، عمر خالد سمیت لاتعداد مسلم نوجوان ایسے ہیں کہ جنھیں ہندوستان کی پولیس نے اپنے آقاؤں کے اشارے پر بلاقصور جیلوں میں ڈال رکھا ہے۔ ایسے میں عدلیہ کا مایوس کن رویہ بھی کوئی نئی بات نہیں۔

ایک ویڈیو میں، معلوم نہیں کس بات پر معروف نعت خواں اسد اقبال اور کچھ لوگوں میں باہم کسی بات پر نوک جھوک ہو رہی تھی۔ گستاخ رسول یتی نرسنگھانند کو مباہلے کی دعوت دینے والے مولانا سلمان ازہری کی آمد ہوتی ہے۔ اسی دوران ایک مولوی صاحب مائک لے کر 'لبیک لبیک... یا رسول اللہ ﷺ' کا نعرہ لگاتے ہیں اور خوب لگاتے ہیں پھر یہ شعر بھی پڑھتے ہیں۔

ہم کام کوئی دیش میں جعلی نہیں کرتے
خالی کسی غریب کی تھالی نہیں کرتے
ہم پیٹ پہ بم باندھ کے جاتے ہیں جنگ میں
ہم لوگ حکومت کی دلالی نہیں کرتے

''ہم پیٹ پہ بم باندھ کے جاتے ہیں جنگ میں'' یہ مصرعہ کیا ہے؟ اس سے کیا سمجھا جائے؟ تصوف کا منہج رکھنے والے نہ تو دہشت گرد ہیں اور نہ ہی دہشت گر۔ یہ نعرۂ لبیک جس تنظیم سے مستعار لیا گیا ہے فی الحال وہ قومی اور بین الاقوامی انٹیلی جنس ایجنسیوں کے رڈار پر ہے۔ سو بات کی ایک بات، ہمیں بہرحال اپنی ضرورت اور زمین کا احساس رہنا چاہیے۔

مذکورہ بالا غلطی ایسی ہے کہ اس پر تمام طرح کے قانون کے تحت مقدمے درج ہو سکتے ہیں۔ قابل ذکر ہے کہ جو لوگ ایک گھنٹے سے زیادہ جلسے کے اسٹیج پر نہیں گذار سکتے وہ مسلسل چھ ماہ 'کال کوٹھری' میں کیسے گذاریں گے؟ اور اُن کے پسماندگان کا کیا ہوگا؟ یہ شائبہ بھی نہیں ہونا چاہیے کہ آپ کو ڈرایا جا رہا ہے۔ یہ بس ایک انتباہ ہے۔ یہ دور ویسے بھی 'دستاویزی دور' ہے۔ یہ حقیقت ہرزِ جاں بنالیں کہ آپ کی تقاریر، پروگرام اور جلسے سب ریکارڈ ہو رہے ہیں۔ آپ کوئی غلطی کریں گے تو سنبھلنے کا ذرا بھی موقع نہیں ملے گا۔

یہ ویڈیو ۱۲ دسمبر ۲۰۲۱ء کو Anayetulla Khan Official یوٹیوب چینل پر اپلوڈ کیا گیا۔ اسی ویڈیو کے کمینٹ باکس میں واٹس اپ گروپ کا لنک بھی دیا گیا تھا جس کا ایڈمن '9883303369' ہے۔ راقم نے فوراً فون کر کے اس ویڈیو کو ایڈٹ یا ڈلیٹ کرنے کی درخواست کی مگر یہ ویڈیو آج بھی موجود ہے۔ ''نعت پڑھتے پڑھتے بھرے مجمع میں جھگڑا'' کی سرخی کے ساتھ اِس ویڈیو کے ۱۰ سکینڈ 'پروموُ' کے مانند ہیں' جس سے لوگوں پر واضح ہو جاتا ہے کہ ویڈیو میں بہت لطف آنے والا ہے اور نہ چاہتے ہوئے بھی انسان اس ویڈیو کو ضرور دیکھے گا۔ خدا معلوم' یہ اور اس طرح کے ویڈیو کی آمدنی کہاں تک جائز یا ناجائز ہے؟ تھوڑے سے فائدے کے لئے ہم کس قدر گھاٹے کے سوداگر ہوئے جا رہے ہیں۔

علم اور علماء کی بابت روشن بیانات ہیں: اَلْعِلْمُ نورٌ، علم روشنی

ہے۔ قرآن مجید کے مطابق اللہ سے اس کے بندوں میں سے وہی ڈرتے ہیں جو علم والے ہیں: اِنَّمَا یَخْشَی اللّٰہَ مِنْ عِبَادِہِ الْعُلَمٰٓؤُا (الفاطر) یہی سبب ہے کہ العلماء ورثۃ الأنبیاء (ابن ماجہ۔ صحیح البخاری، ۱/۳۷) فرمایا گیا کیوں کہ اِنَّ اَکْرَمَکُمْ عِنْدَ اللّٰہِ اَتْقٰکُمْ (الحجرات) قرآن مجید کا اصول ہے کہ بیشک اللہ کے یہاں تم میں زیادہ عزت والا وہ ہے جو تم میں زیادہ پرہیزگار (خوف خدا رکھنے والا) ہے۔ بے عمل علم، بے ثمر درخت کے مانند ہے۔ امام غزالی کا قول ہے؛ العالِم ھو العامِل عالم وہی ہے جو اس پر عمل کرنے والا ہو۔

خوف خدا بنیاد ہے عزت وکرامت کی نہ کہ ڈگری یا داڑھی، ٹوپی، کرتہ، پاجامہ وغیرہ۔ اگر خوفِ خدا نہیں تو موجودہ دور کے علماء علمی میدان میں اہل دنیا (بشمول مومن وکفار) کا مقابلہ ہرگز نہیں کر سکتے۔

ہر کوئی مسلک و مذہب وملت کی فلاح و بہبود کے لئے کوشاں ہے۔ سب کا مقصد ایک ہے مگر اتنی جھنجھلاہٹ درمیاں میں کیوں ہے، نہیں معلوم۔ یاالٰہی رحم فرما مصطفی کے واسطے۔

منفعت ایک ہے اِس قوم کا نقصان بھی ایک
ایک ہی سب کا نبی دین بھی ایمان بھی ایک
حرم پاک بھی اللہ بھی قرآن بھی ایک
کچھ بڑی بات تھی ہوتے جو مسلمان بھی ایک — اقبالؔ

دین کا کام کسی کا ذاتی کام نہیں اور ہر کوئی جب دین کا کام کر رہا ہے تو اتنا جھگڑنے کی ضرورت کیا ہے؟ یہ کوئی اپنا پرسنل کام تو ہے نہیں۔ صاحبو! غور کرنے کا مقام ہے کہ سوادِ اعظم کا کام یعنی دین کی خدمت اجتماعی کم، ذاتی زیادہ نظر آتی ہے۔ اللہ رب العزت ہم سب کا حامی و ناصر ہو۔ آمین

علماء کی جماعت کے ’آلم‘ بے شمار ہیں جن کا علم وعمل سے دور دور کا ناطہ نہیں، انہوں نے شخصیت پرستی میں مستحبات کو اصل اسلام بنا ڈالا ہے۔ فروع کو اصول پر فوقیت دی اور جو بحث ان کے بس کی نہیں تھی، اس میں بھی اس قدر جم کر زور آزمائی کہ وہ سوادِ اعظم کے ماتھے کا کلنک بن گئے۔ قیامت کی نشانیاں روشن ہیں اور ظاہر ہے کہ موجودہ صورت حال بھی انہی میں سے ایک ہے۔ ذوی العلم والاحترام اشخاص دنیا سے اٹھتے جا رہے ہیں اور ہم پسماندگان میں ڈھنگ کے ’بدکار، مکار اور ریاکار‘ بھی نہیں۔ یہ تحریر علماء کے لئے ہے۔ اسے پڑھ کر ذہن میں رکھیں اور جب موقع ملے تو بروئے کار لائیں۔ ہوشیار ہو جائیں۔ اسٹیج پر نہ تو جھگڑا کریں اور نہ ہی ہونے دیں۔

☆☆☆

mobeenahmad.abirti@gmail.com
7618049339

فکر امروز

۱۹۲۵ء سے ۲۰۲۵ء تک، چوک کہاں ہو رہی ہے؟

محمد زاہد علی مرکزی★

کہتے ہیں کہ تاریخ خود کو دوہراتی ہے، قریب سو سال کا عرصہ گزر گیا اور انڈین مسلمان اسی راہ پر کھڑے ہیں جہاں سے چلے تھے، آج کے حالات اور سو سال قبل کے حالات میں سرمو فرق نہیں بلکہ زیادتی ہی ہے، گزشتہ حالات کو سمجھنے کے لئے پہلے آپ کے سامنے مرادآباد کانفرنس ۱۹۲۵ء میں حجت الاسلام علیہ الرحمہ کے خطبہ صدارت کی چند سطور پیش کرتے ہیں ملاحظہ فرمائیں۔ آپ فرماتے ہیں:

''موجودہ زمانہ میں ہمسایہ قوم نے مسلم آزاری کی جو پیہم کوششیں جاری کر رکھی ہیں ان میں ''شدھی'' کا فتنہ سب سے اہم ہے۔ شدھی، مسلمانوں کو مرتد کرنے اور معاذ اللہ مشرک بنانے کا نام ہے جس کے لئے ہندو دو برس سے سالہا سال کی منظم کوششوں اور تیاریوں کے بعد پوری قوت کے ساتھ ٹوٹ پڑے ہیں، ہر طبقہ کے ہندو اس میں سرگرم ہیں۔ والیان ریاست اور راجگان ان سبھاؤں میں شرکت کرتے رہے ہیں، مدتوں کی پر اطمینان کوششوں سے وہ ہندوستان بھر میں ایک نظم قائم کر چکے ہیں، گاؤں گاؤں میں سبھائیں قائم ہیں، کثیر التعداد مناظرین ملک بھر میں دورے کرتے پھر رہے ہیں، جابجا مسلمانوں کو چھیڑنا پریشان کرنا، جاہلوں اور دیہاتیوں کو بہکانا، شاہان اسلام اور بزرگان دین کی شان میں گالیاں دینا، گستاخیاں کرنا، اسلام کی توہین کے پوسٹر چھاپنا اور اُن میں حضرت پروردگار عالم تک کو گالیاں دینا اُن کا شیوہ ہے، طمع اور دباؤ سے مسلمانوں کو مرتد کرنے کی کوششیں کر رہے ہیں، یہی ان کے دین کی تبلیغ کا ذریعہ ہے۔''

اوپر کی سطور کو دوبارہ پڑھیے اور دیکھیے کیا آج سو سال بعد بھی کچھ بدلا ہے؟ آج اعلانیہ نبی اکرم رسول محترم ﷺ اور اللہ تعالیٰ کی شان میں گستاخیاں کی جا رہی ہیں، مساجد ڈھائی جا رہی ہیں، قبروں کو توڑا جا رہا ہے، قرآن پر حملے ہو رہے ہیں، کہیں لالچ دے کر غریب لوگوں کو ہندو بنایا جا رہا ہے تو کہیں ڈرا دھمکا کر مسلمانوں کا رہنا دوبھر کیا جا رہا ہے گویا سو سال میں کچھ بھی نہیں بدلا، ہم کربلا کے وہ مسافر ہیں جو چلتے آگے ہیں مگر پہنچتے پیچھے ہیں۔

ہماری تنظیمیں کامیاب کیوں نہیں؟

آج ہمارا یہ حال ہماری جمعیت نہ ہونے کی بنا پر ہے اور جمعیت کیوں نہیں، یہ بھی حجت الاسلام کی زبانی ہی سنیے آپ فرماتے ہیں:

''ہمارے سنی حضرات کے دل میں جب بھی اتفاق کی امنگیں پیدا ہوئیں تو انہیں اپنوں سے پہلے مخالف یاد آئے جو رات دن اسلام کی بیخ کنی کے لئے بے چین ہیں اور سنیوں کی جماعت پر طرح طرح کے حملے کر کے اپنی تعداد بڑھانے کے لئے مضطر اور مجبور ہیں۔ ہمارے برادران کی اس روش نے اتحاد و اتفاق کی تحریک کو بھی کامیاب نہ ہونے دیا، کیوں کہ اگر وہ فرقے اپنے دلوں میں اتنی گنجائش رکھتے کہ سنیوں سے مل سکیں تو علاحدہ ڈیڑھ اینٹ کی مسجد تعمیر کر کے نیا فرقہ ہی کیوں بناتے، اور مسلمانوں کے خلاف ایک جماعت کیوں بناتے؟ وہ تو حقیقتاً مل ہی نہیں سکتے اور صورۃً مل بھی جائیں تو ملنا کسی مطلب سے ہوتا ہے جس کے حصول کے لئے ہر دم تیشہ زنی جاری رہتی ہے اور اس کا انجام جدال و فساد ہی نکلتا ہے۔''

حجت الاسلام علیہ الرحمہ نے ہمیں کتنا بہتر راستہ بتایا مگر ہم سنتے ہی کب ہیں۔ آگے فرماتے ہیں ''ہمارے سنی جو بفضلہ تعالیٰ تعداد میں تمام فرقوں کے مجموعہ سے قریب قریب آٹھ گنا زیادہ ہیں، ان میں نہ نظم ہے نہ ارتباط، نہ کبھی ان کی کوئی آل انڈیا کانفرنس قائم ہوئی نہ اپنی شیرازہ بندی کا خیال آیا۔ انہیں اپنے پاؤں پر کھڑے ہونے کی ہمت ہی نہیں، اگر کبھی اپنی درستی کا خیال آیا تو اس سے پہلے اغیار پر نظر گئی اور یہ سمجھا کہ وہ شامل نہ ہوئے تو ہم کچھ نہ کر سکیں گے، باوجودیکہ اگر صرف یہی باہم متحد ہو جائیں اور چھ کروڑ کی جماعت میں نظم قائم ہو تو انہیں (سنیوں) ان کی (فرقہائے باطلہ) کی کچھ حاجت ہی نہیں بلکہ اس وقت ان کی شوکت دوسرے فرقوں کو ان کی طرف مائل ہونے پر مجبور

کرے گی اور آپسی اختلافات کی مصیبت سے بچ کر اپنے اتحاد وانتظام میں کامیاب ہوسکیں گے۔''

ہمارے زمانے میں سنیوں کی تعداد ابھی پندرہ کروڑ سے کسی بھی حالت میں کم نہ ہوگی۔ اگر ہم اب بھی اپنوں میں اتحاد کی راہیں ہموار کریں، فروعی مسائل میں افراط وتفریط سے بچتے ہوئے فکر رضا کا معتدل رویہ اپنائیں تو ہم اب بھی کامیاب ہوسکتے ہیں، ضرورت ہمیں اپنے پاؤں پر کھڑے ہونے کی ہے۔ جتنا ہم اغیار سے اتحاد پر زور دیتے ہیں اگر اُس سے آدھا سنیوں کے اتحاد پر زور دیں تو شاید ہم کامیاب ہوجائیں۔

کلمہ گو فرقوں سے اتحاد صرف دھوکا ہے۔

آج اس پر سب سے زیادہ زور دیا جاتا ہے کہ مشکل وقت ہے ایک ساتھ مل کر کام کریں، لیکن ہم جب بھی اغیار سے ملے ہمیں کیا ملا؟ یہ تو سرکاری لوگ ہیں۔ اِن کا دین تو سرکار کی ہاں میں ہاں ملانا ہی ہے، انھوں نے کب مسلمانوں کا بھلا چاہا، ایک طرف تحریک ندوہ کے لئے اتحاد کی کوششیں کر رہے تھے تو دوسری طرف حرمین شریفین میں سرکار اعلیٰ حضرت کو مشرک، بدعتی قرار دینے میں ایڑی چوٹی کا زور لگائے ہوئے تھے، آپ سوچ رہے ہونگے کہ یہ آزادی سے قبل کی بات تھی تو آزادی کے بعد بھی ان کی کوششوں میں کمی نہ آئی۔ ۱۹۸۰ء میں سرکار اعلیٰ حضرت کے ترجمہ قرآن ''کنزالایمان'' پر دیابنہ وہابیہ کے فریب کے ذریعے پابندی عائد کرائی گئی، سنی علما کی کتب پر پابندی عائد کرائی گئی، حج پر جانے والے سنی علمائے کرام کے خلاف ہمیشہ محاذ آرائی کی۔ بابری مسجد ہو یا مسلم پرسنل لا ہر ایک چیز میں مداخلت کی، قبضہ کیا، سنی مساجد کی کمیٹیوں میں ہیر پھیر کر کے ان کی تولیت وصدارت پر قابض ہوئے۔

انڈیا میں اتحاد کا نعرہ دینے والے ان فرقوں کو ہم پچھلے ۷۴ سالوں سے دیکھ رہے ہیں، ان سے سنیوں کا کبھی فائدہ نہ ہوا، مسلمانوں کے وقف کی آمدنی سے اپنے مذہب کو فروغ دیا، ہمارے خلاف مشرکین کا ساتھ دیا اور تمام مسلمانوں کی طرف سے دلالی کرتے ہوئے حکومت سے خوب فائدہ اٹھایا، جب صورت حال یہ ہے تو ہم ان کے ساتھ مل کر اپنا دین اور اپنی دنیا کیوں تباہ کریں؟ سنیوں کو وہابی، دیوبندی، قادیانی، رافضی غیر مقلدین وغیرہ سے دور رہ کر ہی کام کرنا چاہیے، گمراہ فرقوں سے اتحاد صرف چھلاوہ ہے۔ نہ کل کچھ حاصل ہوا تھا نہ آج حاصل ہوگا۔

حجت الاسلام فرماتے ہیں:

''شیعہ باہم متفق ہوجاتے ہیں اور ان کی آل انڈیا کانفرنسیں کام کرتی ہیں اور وہ اپنا شیرازہ درست کر لیتے ہیں اور اس وقت سنی یا کسی اور فرقہ کی طرف نظر بھی نہیں کرتے۔ غیر مقلد متحد ہوتے ہیں ان کی آل انڈیا اہل حدیث کانفرنسیں قائم ہوتی ہیں وہ آپس میں نظم وارتباط کے رشتے مضبوط کرتے ہیں اور دوسرے کسی گروہ کی پرواہ بھی نہیں کرتے، دیوبندی، وہابی اپنی جماعتیں بنا کر اپنا کام کرتے ہیں۔ قادیانی باہم متحد ہوکر ایک مرکز پر جمع رہتے ہیں، یہ سب اپنے کام میں چست اور اپنے نظام کو استوار کرنے میں مصروف رہتے ہیں اور اپنے پاؤں پر کھڑے ہوتے ہیں کسی کا سہارا نہیں تکتے۔''

اتحاد کے علم بردار کچھ مثالیں پیش کرتے ہیں:

تاریخ ہند میں کوئی ایک ایسا واقعہ دِکھا دِیں جس سے سنیوں اور فرقہائے باطلہ کے خمیر سے وجود میں آنے والے اتحاد سے سنیوں کو فائدہ ہوا ہو؟ مجھے یقین ہے کہ تاریخ اس معاملے میں ''بانجھ'' ہے۔ کچھ لوگ جواز کے لئے مفتی اعظم ہند کا برہان ملت کو ممبئی بھیجنا بطورِ دلیل پیش کرتے ہیں، وہ یہ بھول جاتے ہیں کہ اگر مفتی اعظم ہند علیہ الرحمہ کو اُس کانفرنس کے بعد اُن پر یقین ہوتا تو ایسی بہت سی مثالیں ہوتیں، لیکن وہ پہلا اور آخری دورہ ثابت ہوا، لہٰذا اُسے بطورِ دلیل پیش کرنا جہالت ہے اور اگر بطورِ دلیل بھی قبول کر لیا جائے تو محض اتنا ہی ثابت ہوتا ہے کہ بسا اوقات کسی امر میں اگر دعوت آئے اور شرکت ضروری محسوس ہو تو کسی کو بھیج دیا جائے لیکن اس سے یہ کہاں ثابت ہوتا ہے کہ ان کی ہر محفل کی زینت بنیں، ان کا ذبیحہ حلال سمجھ کر کھائیں، ان کی دینی مجالس میں جائیں یا اُن کو اپنے یہاں بلائیں؟ زندگی کے ایک واقعے کو دلیل بنانا اور ساری زندگی ان سے دور بھاگنے والے فرمان سے آنکھیں بند کر لینا کہاں کا انصاف ہے؟

نوٹ: حضرت حجت الاسلام علیہ الرحمہ سے کی جانب منسوب ساری عبارتیں مراد آباد کے خطبہ صدارت ۱۹۲۵ء سے لی گئی ہیں۔

☆☆☆

☆ (کالپی شریف) چیئرمین: تحریک علمائے بندیل کھنڈ

مذہبی جلسوں کو خرافات سے پاک کرنے کی ضرورت

انصار احمد مصباحی★

اسلام میں مذہبی جلسوں کی اہمیت و افادیت سے انکار، کڑی دھوپ میں کھڑے ہوکر سورج کے انکار جیسا ہے۔ اسلام کے فروغ و اشاعت میں مذہبی جلسوں کا نمایاں کردار رہا ہے۔ مذہبی کتابیں پڑھنے والوں کی تعداد ایک فیصد ہے، سنیوں میں یہ تعداد اور بھی کم ہے۔ علما ہیں جو کتابیں پڑھتے ہیں۔ عوام تک ان کتابوں کا نچوڑ پیش کرنے کا واحد ذریعہ دینی جلسے ہی ہیں۔ شیخ المشائخ علامہ شاہ امداد اللہ مہاجر مکی، علامہ فضل حق خیر آبادی، حضرت تاج الفحول، امام احمد رضا قادری، حجۃ الاسلام علامہ حامد رضا خان، مفتی اعظم ہند شاہ مصطفیٰ رضا خان بریلوی، صدر الشریعہ مفتی امجد علی اعظمی، ملک العلماء مفتی ظفر الدین بہاری، مولانا حشمت علی پیلی بھیتی علیہم الرحمہ نے بھارت میں، شب و روز ایک کرکے، اخلاص، اصلاح عقائد و اعمال کے جذبے سے مزین، خالص دینی جلسوں کو فروغ دیا۔ قوم و ملت کو اس کے دور رس مثبت اور مفید نتائج ملے۔

بھارت میں جلسوں کی ابتدا نیک نیتی کے ساتھ، دینی جذبات سے سرشار ہوکر ہوئی پھر اس بدعت حسنہ سے ''حسنہ'' کا عنصر غائب ہونے لگا، آخر کار جلسے خرافات کی آماج گاہ بن کر رہ گئے۔ خرافات سے پاک خالص دینی جلسے آج بھی ہوتے ہیں؛ لیکن وہ آٹے میں نمک کے برابر ہیں۔ موجودہ وقت میں دینی جلسوں نے جو رسم و راہ اختیار کر لی ہے، وہ نہایت ہی غیر مناسب بلکہ نقصان دہ ہے۔ اصلاحی جلسوں کو آج خود اصلاح کی شدید ضرورت ہے۔ واضح رہے کہ خرابیاں در آنے کی وجہ سے دینی جلسے بند کروانے کا مطالبہ بھی مناسب نہیں۔

لیکن زمینی سچائی یہی ہے کہ اگر بر وقت اِن مروجہ جلسوں کی اصلاح نہیں کی گئی، تو بہت جلد قوم مسلم ایک ایسے آتش فشاں کے دہانے پر پہنچ جائے گی، جس سے باہر نکلنا مشکل ہوگا۔ ہم چند قابل اصلاح امور کی نشان دہی کرتے ہیں، پھر قابل غور امور پر تبصرہ کریں گے۔

خلوص کا فقدان: حدیث شریف کے مطابق ''ریا عبادتوں کو ایسے تباہ کر دیتی ہے، جیسے آگ لکڑی کو'' آج ''نیکی کر واٹس ایپ اور فیس بک پر ڈال'' کا رجحان تیزی سے بڑھ رہا ہے۔ دینی جلسوں کے منتظمین میں تبلیغ دین اور اصلاح معاشرہ سے زیادہ، نام و نمود کا جذبہ کار فرما ہوتا ہے۔ یہی وجہ ہے کہ ضرورت سے زیادہ تشہیر ہوتی ہے اور اس میں سچ اور جھوٹ کا تمیز نہیں کیا جاتا۔ کبھی کبھی اس کے لئے ناجائز طریقے بھی استعمال کر لیے جاتے ہیں۔

عورتوں کی بھیڑ: بعض پوسٹروں میں جلی حرفوں میں اس طرح کا نوٹ لگا رہتا ہے ''جلسہ گاہ میں عورتوں کے پردے کا معقول انتظام رہے گا''، ہماری ماں بہنیں، اپنے گھروں میں پردے میں تھیں، جب انھیں باہر نکلوادیا تو اب کیسا پردہ؟ جب عورتوں کو نماز جیسے فریضے کی ادائے گی کے لئے بھی باہر نکلنا منع ہے تو پھر مردوں کی جلسہ گاہ میں جانا کیسے درست ہو سکتا ہے؟ اِس رواج کو ختم کرنے کی ضرورت ہے۔ مرد و خواتین کے الگ الگ دینی اجتماعات ہوں۔ اسکول کالج کے بعد اب دینی پروگرام میں بھی اختلاط کا رجحان بڑھتا جا رہا ہے۔ جس جگہ عورتوں اور مردوں کا اختلاط ہو، وہ فتنے کی جگہ بن جاتی ہے، وہ چاہے مذہبی جلسہ گاہ ہی کیوں نہ ہو۔ بہار، بنگال، جھارکھنڈ اور اتر پردیش وغیرہ میں مذہبی جلسے دو دو اور تین تین دنوں تک ہوتے ہیں، جہاں دکانوں کی ایک خاص جگہ متعین کی جاتی ہے۔ تین دنوں تک میلہ جیسا لگا رہتا ہے۔ اس میں عورتوں اور مردوں کے آنے جانے میں کوئی تفریق نہیں کی جاتی۔ اسلام میں اس کی کوئی اجازت نہیں۔

جلسوں میں ایک خرابی یہ آگئی ہے کہ جلسوں کے نقیب حضرات القاب وغیرہ کے انتخاب میں حد درجہ غلو کرتے ہیں۔ بعض اوقات ''اس کی ٹوپی، اس کا سر'' جیسے معاملات بھی سامنے آتے ہیں۔ غیر عالم کو عالم، عالم کو علامہ اور مفتی کہنا عام بات ہو گئی ہے۔ القاب سے چھیڑ چھاڑ نے معاشرے میں باوقار علما کی قدریں گھٹانے اور نا اہلوں کو مقام بلند و بالا عطا کرنے کی راہ ہموار کی ہے۔ پچھلے دس سالوں سے القابات کے ساتھ بہت نا انصافی ہوئی ہے۔ آج کا ہر متعلم مولوی، تھوڑا بہت مذہبی شد بد رکھنے والا عالم فاضل اور ہر خطیب و مقرر مفتی ہے۔ جو حقیقی معنی میں عالم کہلانے کے لائق ہیں، وہ بے چارے ''مولوی'' سے آگے کا سفر ہی نہیں کر سکے۔

جو جلسہ دس گیارہ بجے تک اپنے اختتام کو پہنچ جانا چاہیے تھا، وہ

مذکورہ وقت میں شروع ہوتا ہے۔ زبردستی کھینچ تان کر فجر تک لمبا کر دیا جاتا ہے، نتیجے میں اکثر کی نماز فجر گل ہوجاتی ہے۔ پوسٹر میں خطبا اور شعرا کے ناموں کی کثرت دیکھ کر لگتا ہے یہ پوسٹر نہیں، شیطان کی آنت ہو۔ اصلاح عوام کے لئے ایک یا دو خطیب اور ایک عدد ثنا خواں کافی ہیں، جو کہ ہر شہر میں دست یاب ہیں۔ مقررین اور شاعروں کی لمبی فہرست اور اُن کی آمد کا خطیر خرچہ، یہ فضول خرچی نہیں تو کیا ہے پھر لوگوں کو سیٹھوں سے شکایت رہتی ہے کہ وہ دینی کاموں میں خرچ کرنے میں سستی کرتے ہیں۔ سیٹھوں کو کیا پڑی ہے کہ وہ اِن لایعنی کاموں میں پیسے ضائع کرے۔ دراصل سارا قصور اُسی نذرانے کا ہے۔ اسی نے خطبائے اسلام کو ''پیشہ ور مقرر'' مداحان رسول اور نعت خوان رسول صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کو ''گویا'' اور نقیبوں کو دروغ گو اور چاپلوس بنا دیا۔

صرف ایک تبدیلی کر دیں! نذرانوں کو تقریر کی ''قیمت'' کا لفظ دے دیں، سارا کچا چٹھا نکل کر سامنے آجائے گا۔

قابل غور باتیں: موجودہ وقت کے مذہبی جلسے اصلاح طلب ہیں۔ انھیں خرافات سے پاک صاف، شرعی طریقے پر اُستوار کرنا ہم سب کی ذمے داری ہے۔ باصلاحیت علما کو بلایا جائے، عنوان پہلے سے طے کر دیں۔ کوشش کی جائے کہ دینی اداروں سے جڑی شخصیات ہی آئیں۔ شوقیہ یا فقط تعلّی کے لئے جلسے نہ کرائے جائیں بلکہ جب ضرورت محسوس کریں، تب ہی اس کے لئے کمر کسیں۔

اختلاط سے پاک جلسے ہوں۔ اس میں مزدور طبقے اور کاروباری لوگوں کی رعایت کی جائے۔ خواہ مخواہ دیر رات تک جلسوں کو نہ کھینچا جائے۔ ثنا خوانوں کو تاکید کی جائے کہ وہ بغیر کسی تمہید اور لفاظی کے نعت ومنقبت کے اشعار پڑھیں، کلام کے انتخاب میں مشہور ومعروف شخصیات کے کلام ہی کو ترجیح دیں۔ بازاری الفاظ، پھکڑ بازی اور عامیانہ الفاظ پر مشتمل اشعار پر روک لگا دی جائیں۔

کچھ اور بڑھ گئے جو اندھیرے تو کیا ہوا
مایوس تو نہیں ہیں طلوع سحر سے ہم

☆ پمپری، پونہ-9860664476 ☆

الوداع پروفیسر حسین الحق چشتی سہسرامی

پروفیسر حسین الحق چشتی فکشن نگار کے طور پر جانے جاتے ہیں انہوں نے کہانیاں بھی لکھیں ناول بھی لکھے اور بچوں کے لئے رسالے بھی نکالے۔ ان کا فکشن اردو تک محدود نہیں بلکہ ہندی اور دوسری زبانوں کے رسائل وجرائد میں بھی ان کی تخلیقات شائع ہوتی رہی ہیں۔ ان کی ادبی خدمات کے اعتراف میں کئی ادبی اداروں نے انھیں مختلف اعزازات سے نوازا ہے۔ آخری ایوارڈ ''ساہتیہ اکیڈمی'' کی طرف سے اِس سال ''اماوس کے خواب'' کے لئے ملا۔

پروفیسر حسین الحق کی پیدائش ۱۹۴۹ء میں بہار کے شہر سہسرام میں ایک صوفی گھرانے میں ہوئی۔ ۲۰۱۴ء میں مگدھ یونیورسٹی کے شعبہ اردو کے صدر عہدے سے سبکدوش ہوئے۔ انھوں نے دو سو سے زیادہ کہانیاں اور درجنوں کتابیں لکھیں۔ اردو ادب میں ان کی اعلی خدمات کا اعتراف کرتے ہوئے ساہتیہ اکادمی ایوارڈ سے نوازا گیا۔ اس سے پہلے بنگال اردو اکیڈمی، بہار اردو اکیڈمی کی جانب سے بھی ایوارڈز سے نوازا گیا۔ مشہور ایوارڈ 'غالب ایوارڈ' سے بھی موصوف کو سرفراز کیا جا چکا ہے۔ عہد ساز شخصیت کے مالک تھے، بے نفسی وبے نیازی، اخلاص کے خمیر سے ان کی شخصیت کی نمود ہوئی تھی۔ جب بھی پروفیسر حضرت حسین الحق چشتی صاحب کے دیدار کا شرف مجھے حاصل ہوا۔ میں عجیب کیفیت سے دوچار ہوا۔ آج تک اُن کی شخصیت کے سحر میں خود کو گرفتار پاتا ہوں۔ ۲۳ دسمبر ۲۰۲۱ء کو آپ خدا کو پیارے ہوگئے اور سہسرام کے چندتان پیر پہاڑ کے دامن میں مخدوم ابوصالح قبرستان میں دفن کیے گئے۔ آپ کی نمازِ جنازہ گیا میں آپ کے چھوٹے بھائی آئین تابش چشتی نے اور سہسرام میں آپ کے ولی عہد شعائر علی حق چشتی نے پڑھائی۔

پروفیسر حسین الحق جب بھی کسی ادارہ تنظیم یا حکومت کی دعوت پر گیا سے باہر تشریف لے جاتے تو اس شہر میں مقیم قریبی یا عزیز سے ضرور ملتے۔ عظمت کی اس بلندی پر انسان یونہی نہیں پہنچ جاتا بلکہ اس کے لئے بڑے پختہ عزم اور اعلیٰ کردار کی ضرورت ہوتی ہے اور جب کردار میں بلندی پیدا ہوتی ہے تبھی ماحول پر اُس کے مثبت اثرات مرتب ہوتے ہیں۔ پروفیسر حسین الحق کی خواہش تھی کہ نئی نسل کے اندر صحیح اسلامی اسپرٹ پیدا ہو، وہ اپنی زندگی پوری کی پوری اسلامی تشخص کے ساتھ گزاریں، عصری تعلیم کے ساتھ اسلامی علوم میں اصالت پیدا کریں، دنیا کے کسی بھی گوشے میں جائیں تو داعیانہ صفات کے ساتھ جائیں، اپنے علم اور اپنے کردار کی بنیاد پر پہچانے جائیں۔ یہی وجہ ہے کہ ان کے دونوں صاحب زادگان میں یہ خوبیاں پائی جاتی ہیں، بڑے فرزند انجینئر ہیں اور چھوٹے ڈاکٹر۔ دونوں بچوں کے اندر اسلامی علوم بدرجہ اتم موجود ہیں۔ احمد شاذ قادری نے سچ ہی کہا ہے:

اٹھا ہے کون بزم زندگی سے زمانہ آبدیدہ ہو گیا ہے

ٹی ایم ضیاء الحق-9718043174

فکر فردا

خواتین اپنے مسائل گھریلو ڈیسک پر سلجھائیں

خالد ایوب مصباحی شیرانی★

عورتوں سے متعلق شرح جرائم میں پوری دنیا میں غیر معمولی اضافہ ہو رہا ہے اور اب ایک تشویش ناک بات یہ ہے کہ مسلم خواتین بھی خود کشی، جھوٹی ایف آئی آر، فرار جیسے انہی مسائل سے گھرنے لگی ہیں، جن سے ماڈرن دنیا کی خواتین گھری ہوئی تھیں۔

ہر چند کہ مسلم خواتین بھی دنیا سے الگ نہیں لیکن یہ بات تسلیم کی جانی چاہیے کہ اسلام کی مذہبی تعلیمات نے مسلمان گھرانوں کو عام طور پر اُن بہت سی ذہنی، سماجی اور فکری بیماریوں سے بچا رکھا تھا، جن سے غیر مسلم دنیا ایک مدت سے جوجھ رہی تھی اور اسی وجہ سے اب کے دور کے اِن مسائل نے تشویش بڑھا دی ہے۔

خود کشی کی واردات:

گزشتہ دنوں احمد آباد کی ایک خاتون نے اپنے گھریلو حالات اور بالخصوص نالائق شوہر سے عاجز آ کر اپنے ماں باپ کو اطلاع دیتے ہوئے وہاں کی ایک ندی میں کود کر اپنی جان دے دی۔ اس وقت یہ مسئلہ خوب ہائی لائٹ ہوا لیکن ہر بار کی طرح چند دنوں ہائی لائٹ رہنے کے بعد بات آئی گئی ہو گئی مگر اہل نظر محسوس کر سکتے ہیں کہ اس خود کشی نے خاموشی کے ساتھ ایک سوئی قیامت کو جگا یا ہے۔

اس نوعیت کے حادثات کا یہ کوئی پہلا موقع نہیں، اس سے پہلے بھی ہمارے اپنے ہی ملک میں اس طرح کی بہت سی واردات ہوئیں اور آئندہ بھی اس سلسلے کے انقطاع کی مکمل امید نہیں کی جا سکتی لیکن دراصل سوچنے کی بات یہ ہے کہ ایسے حادثات کیوں ہوتے ہیں؟

جب ہم ان کی گہرائیاں ناپنے کی کوشش کریں گے تو پائیں گے کہ بارہا خواتین خانہ کے دلوں میں اندر ہی اندر لاوا پک رہا ہوتا ہے، جسے گھر کے ذمہ دار سننے یا سمجھنے کے لئے تیار نہیں ہوتے، یا ڈانٹ ڈپٹ کر مسائل کا حل تلاش کرنے کی بجائے مسائل کو ٹھنڈا کرنے کی کوشش کرتے ہیں اور ہندی معاشرے کی یہ تلخ سچائی بھی تسلیم کی جانی چاہیے کہ ہمارے ہاں بارہا یک طرفہ عورتوں پر ہی دباؤ بنایا جاتا ہے، جس کے نتیجے میں عورتوں کے مزاج کے اندر اسپیشل طور پر موجود خفیہ تدبیریں اپنا کام کرنے لگ جاتی ہیں، جن کا نتیجہ اچانک ایک دن کسی انہونی یا بھیانک حادثے کی شکل میں ظاہر ہوتا ہے۔

دراصل یہ نفسیاتی پروبلم ہے جس کا حل اس کے علاوہ کچھ زیادہ مشکل نہیں کہ ایسی نفسیاتی مریض خواتین کا درد دِل توجہ کے ساتھ سن لیا جائے اور ان سے ہمدردی کا اظہار کر لیا جائے۔ محض اتنے سے بہت سے مسائل کا حل نکل آتا ہے اور جو تھوڑے موڑے مسائل رہ جاتے ہیں، ان پر معمولی ردعمل دینے سے بھی باتیں بن جاتی ہیں جبکہ اس کے برخلاف توجہ نہ دینا اور نہ سننا اندرون خانہ پک رہی بغاوتوں کو مضبوطی فراہم کرنے جیسا ہوتا ہے۔ اس موقع پر عورتوں اور بچیوں کو بھی بطور تربیت یہ سکھائے جانے کی ضرورت ہے کہ ان کے ساتھ بیت رہے ہر اچھے برے مسئلے کا حل گھر کی چھوٹی سی ڈیسک ہو سکتی ہے، جس پر بیٹھ کر نکالنے والے نہ صرف گھر بار اور کاروبار بلکہ دو ملکوں کی ڈپلومیسی کا بھی حل نکال لیتے ہیں۔

بے شک اللہ کا فرمان سچا ہے کہ ہر مصیبت کے ساتھ آسانی ہے اور ہر اندھیرے کے بعد اجالا لے کر کوئی سحر طلوع ہوتی ہے اور جب مسائل اتنے مشکل نہیں ہوتے اور پیدا فرمانے والے نے ہر بڑی سے بڑی مشکل کا حل پیدا فرمایا ہے تو پھر اُن مسائل کو لے کر حد سے زیادہ ڈسٹرب رہنا، یا ڈسٹرب کرنا اپنے آپ کو جہنم میں جھونکنے جیسا ہے۔

اسی کے ساتھ ساتھ ماں بہنوں کو یہ بھی سمجھنا چاہیے کہ جس زندگی میں خوشیاں ہیں، اسی میں غم بھی ہیں اور اسی میں موت بھی۔ زندگی کا مطلب صرف عیش و آرام سمجھ لینا، ہمارے معاشرے کی بہت بڑی کج فہمی ہے، جس کا علاج نہ کسی معوذ کے پاس ہے اور نہ کسی بابا کے پاس، یہ اگر ہماری نفسیاتی بیماری ہے تو اس کا علاج بھی ہمارا دماغ ہی کرے گا۔

ہر گھر کا اپنا ماحول ہوتا ہے:

ہر نئی خاتون کو بہت گہرائی کے ساتھ یہ سمجھنا ضروری ہوتا ہے کہ وہ

جس نئے گھر میں دلہن بن کے جارہی ہے، کوئی ضروری نہیں کہ اس گھر کا ماحول اسی انداز کا ہو جس انداز کے میکے میں وہ اب تک کی زندگی گزار کے آئی ہے اور جب یہ سچائی ہے کہ گھر گھر اور ہر گھر کا اپنا اپنا ماحول ہوتا ہے تو پرانے ماحول سے نئے ماحول میں ڈھلنے کے لئے ذہنی طور پر جتنا پختہ ہونا ضروری ہے، ہر عورت کو ذہنی، فکری اور سماجی طور پر اتنا پختہ خیال ضرور ہونا چاہیے۔ افکار ونظریات، آب وہوا، انداز زندگی اور طرز گفتگو کے اس نئے ماحول کے سانچے میں اپنے آپ کو ڈھالنا چاہیے کیوں کہ بہر حال ڈھلنا اُسی کو ہے، پورا گھر اس کے مزاج میں نہیں ڈھل سکتا۔ جن ماں بہنوں کو یہ موٹا سا اصول عملی طور پر سمجھ میں آجاتا ہے، ان کی زندگیوں میں بار ہا دشواریاں نہیں پیدا ہوتیں۔

ہاں اِس موقع پر اُن فرسودہ خیال ساسوں کو بھی نظر انداز نہیں کیا جا سکتا، جن کے مزاج کی تلخیاں اور ذہنوں کی ڈکٹیٹر شپ ہی دراصل بار ہا مسائل پیدا کرتی ہے۔ ہر ساس کو اپنی بہو کے تعلق سے اور بطورِ خاص اس زمانے کی بہوؤں کے متعلق یہ بات گانٹھ باندھ کر رکھ لینی چاہیے کہ اب وہ زمانے لد گئے جب خلیل خان فاختہ اڑاتے تھے۔ آج کے دور کی ہر بہو عملاً نہ سہی، ذہنی طور پر تقریباً اتنی ہی ماڈرن ہے، جتنی کوئی کالج گرل ہو سکتی ہے اور وہ نہ آزمائے تو اس کی شرافت لیکن اسے بھی وہ تمام تدبیریں اور طریقے سمجھ میں آتے ہیں جو ایک ماڈرن سے ماڈرن بچی کو سمجھ میں آتے ہیں۔ اس لئے نہ صرف ان کی بلکہ ان کے پورے گھر بار کی عزت اسی میں ہے کہ وہ اپنی نئے زمانے کے دلہنوں کو پرانے خانچوں میں ڈھالنے کی ناکام کوششیں نہ کریں بلکہ اللہ تعالی دل ودماغ اور فکر میں کشادہ ظرفی دے تو انھیں اپنی سگی بیٹیوں سے بھی زیادہ اہمیت دیں تاکہ ری ایکشن کے طور پر اُن سے بھی وہ خدمتیں اور وفاداریاں ظاہر ہوں، جن کی امیدیں بھی نہ باندھی گئی تھیں۔

مرد اپنا مردانہ فریضہ نبھائیں:

جن گھروں میں بھی ساس بہو، یا دیگر خواتین خانہ کے بیچ لڑائیاں ہوتی ہیں، ان میں گہرائیوں سے جھانکنے پر یہ بات کھل کر آتی ہے کہ ان گھروں کے مردوں میں یا تو منصفانہ فیصلہ کرنے کی صلاحیت نہیں ہوتی، یا وہ اپنے سر بلائیں نہ لیتے ہوئے پلہ جھاڑنا چاہتے ہیں، بہر صورت بات کچھ بھی ہو، یہ ادائیں ناانصافیوں اور بداخلاقیوں کی ادائیں ہیں، جن کا قدرتی نتیجہ یہ مرتب ہوتا ہے کہ ہنستے کھیلتے گھروں سے بھی ان کی برکتیں چلی جاتی ہیں اور وہ دوزخ نشاں بن جاتے ہیں۔

اس صورت حال کا بھی علاج یہ ہے کہ مرد جسے قرآن مجید نے ''قوام'' سے تعبیر کیا ہے، اپنی اخلاقی، ایمانی اور قرآنی ذمہ داریاں نبھاتے ہوئے حق کو حق کہے اور باطل کی حوصلہ شکنی کرے اور اس بابت کسی بھی مصلحت ومصالحت کا شکار نہ ہو۔ بہت ممکن ہے وقتی طور پر یہ باتیں گراں گزریں یا بری لگیں لیکن بہر حال پائیدار زندگی کے لئے اتنی سختیاں مول لے لینی چاہیے، جن تلخیوں کا انجام دیر پا سکون ہو۔

اگر ہم قرآن مجید کی اس تعبیر پر غور کریں گے تو خوب سمجھ میں آئے گا کہ قرآن کریم نے مردوں کو عورتوں کے مقابلے میں اس لئے قوام کہا ہے کہ جس حاکم کو اپنی مملکت کی سرحدیں معلوم ہوں اور وہ اس مملکت میں رہنے والے لوگوں کے بیچ عدل وانصاف سے کام لے، حق کو حق اور باطل کو باطل جانے اور اس سلسلے میں کسی بھی قسم کی رورعایت نہ کرے تو اس کا ملک بھی پرسکون رہتا ہے اور وہ دشمنوں کے نرغے میں آنے سے بھی بچا رہتا ہے کیوں کہ اس کی عدل گستری کے عوض اس کے پاس وفا داروں کی ایک ٹیم کھڑی ہو جاتی ہے۔ گھروں کے داستان کی مثال ابھی ایسی مملکت سے کچھ الگ نہیں۔

کڑھن نہیں، بات حل ہے:

نفسیاتی مسائل میں زیادہ تر پریشانی اس بات کی ہوتی ہے کہ کوئی انسان اندر ہی اندر کڑھن محسوس کرتا رہے، زبان سے کچھ نہ کہے اور خود ہی مدعی بنے، خود ہی اپنے دعوے پر دلیلیں دے اور خود ہی ایک فیصلہ کر کے یہ مان لے کہ وہ مظلوم ہے، اس کا کوئی دستگیر نہیں، اسے کوئی سمجھنے والا نہیں اور اس کا کوئی ساتھ دینے والا نہیں جبکہ اس کے بہت سے مقدمات اور پھر اُن کے نتائج سرتا سر غلط ہوتے ہیں لیکن ظاہر ہے ان کی غلطی کوئی اس وقت ظاہر کر پائے گا، جب یہ اپنا دردِ دروں کسی کے سامنے پیش کرے۔ اس لئے بڑی سے بڑی مصیبت ہو، یا کوئی معمولی سا حادثہ اس کو چھپائے رکھنے کا کلچر اچھا نہیں، کیوں کہ جس طرح سے درد بانٹنے سے کم ہوتا ہے، اسی طرح اس درد کا درماں بھی بانٹنے سے ہی نکلتا ہے۔

یا تو گھر بچا لیجیے یا انا:

ایک کامیاب گھر کے لئے بہت ضروری ہے کہ تمام اہل خانہ ایک دوسرے کو برداشت کرنے، سمجھنے اور باہمی دردمندی کا مظاہرہ کرنے والے ہوں۔ اگر ایسا نہیں ہوتا اور کوئی بھی فرد گھریلو مسائل کو اپنی انا کا

مسئلہ بنالیتا ہے تو اُن گھروں میں ٹوٹ اور بکھراؤ لازمی طور پر ہوتا ہے کیوں کہ ذاتی انا جیسی بداخلاقی اور گھریلو اتحاد جیسی نعمت ایک ساتھ جمع نہیں ہوسکتی۔ میاں بیوی کے جھگڑوں میں اکثر انا بیچ میں آتی ہے بایں طور کہ کچھ مرد اپنے گھروں میں بھی فوجی سسٹم اور فوجی مزاج کے ساتھ رہنا چاہتے ہیں جبکہ ہر زمین کے تقاضے الگ ہوتے ہیں اور ہر انسان کے ساتھ رویہ بھی الگ ہونا چاہیے اور اسی وجہ سے وہ فوجی مزاج جو میدانوں میں اور ملکوں میں چل سکتا ہے، گھروں میں کام یابی کے ساتھ نہیں چل سکتا۔

یہ میرے مزاج کے خلاف ہے۔ میں ایسا کبھی نہیں ہونے دوں گا۔ میرے یہاں یہ نہیں چلتا۔ میں الگ مزاج کا انسان ہوں۔ میں اصولوں کا پابند ہوں۔ میں خود بھی ایسا کرتا ہوں اور دوسروں سے بھی ایسا ہی کرواتا ہوں۔ میں یہ ہوں اور میں وہ ہوں جیسے بلند بانگ جملے بھلے گھر کے علاوہ کی خارجی دنیا کے لئے کامیابی کے اصول ثابت ہوں لیکن انہی کام یاب جملوں/ اصولوں سے منعکس مزاج گھر کے اندر کی خوشگوار فضا کے لئے بار ہا الجھن بن جاتا ہے۔

اس موقع پر حدیث پاک میں ارشاد فرمودہ نفسیاتی اصول ہر گھر کی بنیادی ضرورت ہے کہ عورت کو بائیں پسلی سے پیدا کیا گیا ہے، اگر اس کے مزاج میں کچھ کجی اور ناپسندیدگی بھی ہو تو برداشت کرلو تا کہ گھر نبھ جائے ورنہ نہ گھر رہے گا اور نہ یہ اصول کیوں کہ سچ کہیے تو گھر کا اصول یہی بے اصولی ہے۔

اس موقع پر یہ غلط فہمی نہیں ہونی چاہیے کہ اگر گھروں میں مصالحت پسندی اچھی بات ہے تو پھر کیا حق کا ساتھ دینے میں بھی مصلحت اور مصالحت کا دامن تھامنا چاہیے؟ اس کا جواب یہ ہے کہ ایسا نہیں ہونا چاہیے کیوں کہ اگر گھر کی چہار دیواری کے اندر کسی پر زیادتی ہو رہی ہے تو اس کا ساتھ نہ دینا اور حقانیت کا مظاہرہ نہ کرنا من جانب اللہ گھروں میں نازل ہونے والی الٰہی رحمتوں اور برکتوں سے محرومی کے مترادف ہے جبکہ گھر کے افراد میں سے کسی کے مزاج اور بالخصوص عورت کی تلخ نوائیوں کو برداشت کر لینے میں مصالحت کرنا عقل مندی بھی، گھریلو خوش گواری کا اصول بھی ہے اور حدیث نبوی کی صریح تعلیم بھی۔

☆☆☆

☆چیئر مین تحریک علمائے ہند، جے پور (راجستھان) 9828049081

محترم مدیر! سلام ورحمت

اکتوبر ۲۰۲۱ء کا شمارہ باصرہ نواز ہوا۔ حضرت حافظ الحاج محمد قمر الدین رضوی کے انتقال کے بعد شاید ماہ نامہ کنز الایمان کی اشاعت کا تسلسل منقطع ہو گیا تھا۔ خیر اب امید کرتا ہوں کہ اس کی اشاعت کا سلسلہ قائم رہے گا۔ حضرت حافظ محمد قمر الدین رضوی علیہ الرحمہ کے لئے رسالہ کی اشاعت سے بہتر خراج عقیدت اور کیا ہوسکتا ہے۔ خداوند کریم آپ کے جذبے اور حوصلے کو مستحکم فرمائے۔ (آمین)

'اے دعوتِ اسلامی تیری دھوم مچی ہے'' اور ''بارہویں تاریخ ہمیں تو جان سے پیاری ہے'' بڑی پیاری تحریر ہے۔

کاش دعوتِ اسلامی کے مدنی چینل کی طرح ہندوستان میں بھی مسلک اعلیٰ حضرت کا کوئی چینل ہوتا جس کے توسط سے عقیدت باطلہ کا منھ توڑ جواب دیا جاتا۔ آج کے اِس عہد میں ٹی وی چینل کے سوا کوئی دوسرا ذریعہ باطل کا جواب دینے کے لئے باثر اور بہتر ذریعہ نہیں۔ مدنی چینل کے بانی اور دعوت اسلامی کے سربراہ حضرت مولانا محمد الیاس عطار قادری مدظلہ العالی تنہا مدنی چیل بنا کر ساری دنیا میں مسلک اعلیٰ حضرت کی تبلیغ واشاعت میں نمایاں خدمت انجام دے رہے ہیں۔ رب کریم انہیں سلامت اور روبصحت رکھے۔ آمین

کافی وقت سے میں بھی ماہ نامہ کنز الایمان کی بزم سے غیر حاضر رہا ہوں۔ چلئے چند نعتیہ کلام کے ساتھ پھر سے حاضر ہو رہا ہوں۔

رسالہ مسلسل آتا رہا تو اِن شاءاللہ میری بھی حاضری کا سلسلہ مسلسل قائم رہے گا۔

خداوند قدوس آپ کو دین و دنیا کی دولت سے سرفراز رکھے اور آپ کے عزم وحوصلہ کو استحکام بخشے۔ سلامتی کے ساتھ عمر دراز فرمائے۔ آمین

خیر اندیش: وصی مکرانی واجدی، ملنگوا، سرلاہی، نیپال۔ ۲ ر دسمبر ۲۰۲۱ء

ہمارا بھارت

اتر پردیش کی سیاست اور مدرسہ فیکٹر

چالیس سال ووٹ اور صرف ۱۰؍ہزار نوکریاں دے کر مسلمانوں پر ۱۰؍لاکھ احسانات لادنے والی سیکولر پارٹیوں کا تنقیدی تجزیہ

محمد زاھد علی مرکزی★

اتر پردیش، دیش کی سیاسی راجدھانی ہے اور یہاں مسلمانوں کا سیاست پر خاصہ اثر پایا جاتا ہے لیکن یہ اثر صرف سیکولر پارٹیوں کے لئے ہی ہوتا ہے، نہ مسلمان کچھ اپنے لئے سوچتے ہیں اور نہ ہی انھیں کچھ ملتا ہے اور نہ ہی آج تک اپنی قیادت کا شعور بیدار ہوا ہے یا یوں کہہ لیں کہ ہونے نہیں دیا گیا۔ آخر مسلمان اس درجہ غیر مسلم سیکولر پارٹیوں پر بھروسہ کیوں کرتے ہیں؟ اور اپنی قیادت کو کیوں نہیں ووٹ کرتے؟ آج اپنی اِس تحریر میں سمجھنے کی کوشش کرتے ہیں۔

یوپی میں امداد یافتہ دینی مدارس کی کل تعداد ۵۶۰ ہے۔ ان مدارس کے کل ملازمین کی تعداد ۹۵۱۴ ہے، امداد یافتہ دینی مدارس کے علاوہ یوپی مدرسہ بورڈ سے تسلیم شدہ دینی مدارس کی کل تعداد ۱۹۲۱۳ ہے۔ یہ مدارس صوبے کے دور دراز علاقوں تک پھیلے ہوئے ہیں، بندیل کھنڈ جیسے پچھڑے علاقے میں بھی مدارس کی کثرت نے مجھے حیرت زدہ کر دیا۔ مدرسہ پورٹل پر صرف جالون کے پچاس مدرسے رجسٹرڈ ہیں جنھیں حکومت سے مدرسہ ”ادھنیکرن“ اسکیم کے تحت تین مدرسین کی تنخواہ ملتی ہے، کتنے چل رہے ہیں کتنے کاغذوں پر ہیں یہ ایک علاحدہ موضوع ہے، اس پر کبھی اور گفتگو ہوگی، ابھی ہم مدرسہ فیکٹر پر نظر ڈالتے ہیں۔

کیا ھے مدرسہ فیکٹر اور کتنا ھے اثر:

۲۰۱۵-۲۰۱۶ کی بات ہے جب میں بی ایس پی کے ایک قد آور مسلم لیڈر سے ملا تھا، ضلع ہمیر پور سے کم از کم پینتیس علما ائمہ کرام کا ڈیلی گیشن تھا، لیڈر صاحب نے پورے ضلع کے ائمہ، با اثر علما، مساجد کے صدور کی تفصیلات طلب کی تھیں، جو بھائی ہم سب کو لے کر گئے تھے وہ قصبہ سمیر پور (بھروا، ہمیر پور) کے تھے، جب ہم وہاں پہنچے تو نیتا جی کچھ دیر بعد تشریف لائے اور بڑی گرم جوشی سے ملے، بات شروع ہوئی سارا ڈیٹا پیش کیا گیا، بعدہ نیتا جی ہم سے مخاطب ہوئے اور بولے:

”حضرات! آپ لوگوں سے ملاقات کی وجہ سے میں نے آج دوسرے لوگوں کی میٹنگیں کینسل کر دی ہیں، وجہ صاف ہے کہ اگر میں اور لوگوں سے ملتا تو وہ کتنے ہوتے؟ سو دو سو بس، لیکن آپ میں کا ہر ایک شخص ایک ہزار یا پانچ سو کے برابر ہے، لہٰذا میں نے آپ کو اہمیت دی، اِس وقت میں محض ۳۰ یا ۳۵ لوگوں سے نہیں بلکہ تیس پینتیس ہزار لوگوں سے مل رہا ہوں، آپ کی پہنچ ہر گھر تک ہے، ہمارے پاس پورے اتر پردیش کی مساجد کے ائمہ کرام اور مساجد، مدارس کے منتظمین کے نمبر موجود ہیں، ہم سب سے ملاقات کر رہے ہیں اور آپ لوگوں کی طاقت سے ہی اس بار ہم سرکار بنانے جا رہے ہیں۔ ہم نے ہمیشہ آپ لوگوں کا خیال رکھا ہے، جب ہمارے زمانے میں منشی مولوی کے امتحانات ہوتے تھے آپ کو بہت سکون تھا ہم سب کچھ ہونے دیتے تھے تا کہ آپ آگے بڑھ سکیں۔“

اِس تقریر کے بعد انھوں نے کہا کہ اب بتایئے آپ لوگ کیا کہنا چاہ رہے ہیں؟ میں نے کہا کہ آپ مدرسہ بورڈ میں کالا بازاری بند کرانے کی کوشش کریں، اس طرح تو نا اہل لوگ امتحان دے کر نوکری کر رہے ہیں اور مولوی بے چارے بیٹھے ہیں، دوسری بات یہ ہے کہ ہمیں آسانی نہیں چاہیے اگر اس طرح پاس بھی ہو گئے تو کل قابلیت نہ ہونے کی وجہ سے ہم کسی لائق نہیں رہیں گے اور مقابلہ جاتی امتحانات میں ہم یا ہمارے بچے کہیں کے نہیں رہیں گے، ہمارے ہاتھ میں ڈگری کے نام پر صرف ایک کاغذ ہی ہوگا۔ بقیہ کچھ علما نے بھی تائید کر دی، نیتا جی اس غیر متوقع حملے کے لئے تیار نہیں تھے، لہٰذا بات ہضم کرتے ہوئے موضوع ہی بدل دیا، اتنا ضرور کہا کہ آپ سے بات کریں گے۔

یہ واقعہ ذکر کرنے کا مقصد یہ ہے کہ بظاہر تعداد میں کم دِکھنے والے ۵۶۰ مدارس کے قریب دس ہزار مدرسین اور بے وقعت سمجھے جانے والے ہزاروں ائمہ کرام کو اتر پردیش کی سیاست میں کیسے استعمال کیا جاتا ہے، یہ آپ نے بخوبی سمجھ لیا۔

۴۰ سال ووٹ اور ۱۰ ھزار نوکریاں:

آپ دیکھتے ہوں گے کہ جیسے ہی الیکشن قریب آتا ہے اتر پردیش کی دونوں پارٹیاں پوراز ورعلما پرلگادیتی ہیں، دونوں پارٹیاں کچھ علما کو یہ کام سپرد کرتی ہیں کہ تمھیں علما، ائمہ کو لالی پاپ دینا ہے اوران کی سننا ہے، جووہ کہیں اس پر ہاں کرتے رہو چناؤ کے بعد نہ تم کواُن سے ملنا ہے اورنہ ہم کو۔ نیتا جی من ہی من میں یہ بھی کہتے ہیں کہ ملنا تو ہمیں تم سے بھی نہیں، بس چناؤ تک تمھیں برداشت کرنا ہے، پھر پانچ سال تم ہم سے ملنے کے لئے اجازت ہی لیتے رہو گے۔

چونکہ ائمہ، علما مالی طور پر کمزور ہوتے ہیں تو یہ سیاسی لوگ بڑی آسانی سے انھیں جیسا چاہتے ہیں ویسا ہی موڑتے رہتے ہیں، سیاسی شعور بھی نہیں ہوتا جس کی وجہ سے اورآسانی ہوجاتی ہے، زندگی بھر اساتذہ کے سامنے سر نہ اٹھانے والی یہ قوم کسی بھی جبہ قبہ والے بہروپیے کو دیکھ کر خود ہی ادب کا پتلا بن جاتی ہے، اس کی ہر بات پر جی جی ہی نکلتا ہے اور ہوشیار لوگ ان سادہ دل بندوں کو بطور کٹھ پتلی نچاتے رہتے ہیں، کتنی احمقانہ بات ہے کہ ہم صرف ۱۰۰ پچاس مدرسوں کے ایڈ کے چکر میں پورے پانچ سال کے لئے اپنے بچوں، اپنی قوم کا مستقبل داؤں پر لگا دیتے ہیں پھر اُن مدارس میں جیسے نوکری ملتی ہے اللہ کی پناہ! علما خوب جانتے ہیں۔

پچھلے ۴۰ رسالوں سے مسلمان اتر پردیش میں دونوں پارٹیوں کو ووٹ کرر ہا ہے اوراس کا نتیجہ صرف دس ہزار ملازمتیں ہیں کیا یہ انصاف ہے؟ دونوں پارٹیوں میں سے کسی کی حکومت بنے انھی کے سارے ٹھیکے ہوتے ہیں، انھی کے پولیس افسران تھانہ انچارج ہوتے ہیں، ہر آفس میں وہی دِکھتے ہیں، ہمارے علما صرف اپنی نوکری اوراپنے مدرسے کے لئے چند روپیوں کی خیرات لے کر قوم کا مستقبل بیچ دیتے ہیں۔

ابھی تک کوئی آپشن نہیں تھا لیکن آج آپشن ہے علما کو یہ سوچنا چاہیے کہ ہمارا فائدہ اہم ہے یا قوم کا؟ چار سال بعد اگر آپ کو کوئی درجہ دے بھی دیا تو اس لئے کہ اگلے چار سال آپ کے کندھوں پر ہی سوار ہونا ہے، ایک قوم کے لوگ ہر آفس میں ملیں گے لیکن ہم صرف مدرسوں میں ہی خوش ہوجاتے ہیں۔

اب حصے داری کا وقت ہے:

جب کوئی بھی سیاسی لیڈر مسلمانوں کا نام تک نہیں لے رہا، اسٹیج پر جگہ نہیں مل رہی ایسے میں پھر انھیں کے ساتھ بنے رہنا سمجھ سے پرے ہے، علما کو چاہیے کہ کھل کر مجلس اتحاد المسلمین کا سپورٹ کریں اورکم از کم ۴۰ چالیس نشستوں پر مجلس کو کامیاب کریں، پھر دیکھیے ۱۸ فیصد ریز رویشن بھی ملے گا اورعزت بھی ملے گی۔

اگر ہم حصے داری کی لڑائی لڑیں اور حکومت میں حصے دار بن جائیں تو پھر ۱۰۰ مدرسے نہیں ایک ہی بار آپ کے پانچ سو مدرسے ایڈ بھی ہونگے اور ہر شعبے میں ترقی بھی کریں گے۔

علما خود سیاست کو سمجھیں اورلوگوں کو بھی سمجھائیں۔ کامیابی اپنوں کو اٹھانے میں ہے نہ کہ دوسروں کی دری بچھانے میں۔

☆☆☆

☆(کالپی شریف) چیئرمین: تحریک علمائے بندیل کھنڈ

بزم عام

ہندوستانی مدارس میں تعلیمی وتدریسی مناہج کی صورت حال

محمد حبیب اللہ بیگ ازہری★

صرف اکیسویں صدی میں دینی مدارس کے نصاب ونظام تعلیم کے حوالے سے سیکڑوں سیمینار، سمپوزیم اور کانفرنس ہو چکی ہیں، بے شمار مشورے اور تجاویز پیش کیے جا چکے ہیں لیکن اُن پر عمل درآمد کرانے کی نوبت اب تک نہیں بجی۔ اب امید ہے کہ حنفی سیمینار میں شریک بھارت کے ازہری علمائے دین خود اپنی پیش کردہ تجاویز پر عمل کر کے پیش رَو علمائے دین کو اقدام وعمل کا مزاج ومنہاج پیش کریں گے اور اپنی اپنی درس گاہوں کو دوسرے تعلیمی اداروں کی انتظامیہ کے لئے نمونہ عمل بنائیں گے۔ البتہ ایک بات ہم بھی عرض کرنا چاہتے ہیں کہ مستقبل قریب میں ہم دیکھنے والے ہیں کہ تعلیم وتدریس کی دنیا، زمین پر آنے والی ہے اور کرسی ٹیبل کی بجائے فرش پر مسند نشین استاذ کے سامنے فرش نشین طلبہ کا دور پھر سے شروع ہونے والا ہے جن کی تقلید میں ہم نے اپنی درس گاہوں کو کرسی نشین بنانے کی جلدی مچا رکھی ہے، اس لئے تجدید کاری بدعت اور معیوب نہیں لیکن پہلے کو برا سمجھنا جب کہ جدید کو لازمی سمجھنا بھی مناسب نہیں۔ ہاں ایک بات یہ بھی ہمیں پیش نظر رکھنا چاہیے کہ ہمارے والدین اپنے آس پاس کسی نئی زمینی اور تعمیراتی تبدیلی اور ہمارے اساتذۂ کرام کسی نصابی اور تدریسی تبدیلی کے خلاف نہیں ہوتے، البتہ وہ خوش گوار تبدیلی کا استقبال کرتے ہیں اور حوصلہ افزائی کرتے ہوئے ہمیں دعاؤں سے نوازتے ہیں، اس لئے ہم لوگ محض تبدیلی کی بات کرنا بند کریں اور خوش گوار عملی تبدیلی کی مثال پیش کرنا شروع کریں۔ اِس سوچ کے تحت ہم حنفی سیمینار کے سبھی مندوبین کو مبارکباد پیش کرتے ہیں۔ (برکاتی)

بروز ہفتہ، اتوار ۱۳، ۱۴ نومبر ۲۰۲۱ء کو جامعہ حنفیہ رضویہ، مانک پور، پرتاپ گڑھ میں منعقد دو روزہ ''حنفی سیمینار'' میں ایک اہم موضوع تھا ''مدارس ہند میں مناہج تعلیم کے ضعف وانحطاط کے اسباب'' اس موضوع کے تحت درج ذیل علمائے کرام نے اپنی مقالات وتاثرات پیش کیے:

(۱) مدرسوں کا نظام کیسا بہتر بنایا جائے؟

مدارس میں تعلیمی ترقی کے لئے نظام تعلیم کو بہتر بنانا ہوگا، اِس سلسلے میں مولانا شیر محمد مصباحی نے بڑی عمدہ گفتگو فرمائی کہ جامع نصاب اور اعلیٰ تعلیم وتدریس کے صحیح نتائج اُسی وقت برآمد ہو سکتے ہیں جب کہ ابتدائی اور بنیادی تعلیم پختہ ہو، اس کے لئے مدارس سے پہلے مکاتب اور چھوٹے مدرسوں میں تعلیم پر خصوصی توجہ دی جائے، کیوں کہ جن مکاتب اور چھوٹے مدارس میں بنیادی تعلیم کمزور ہوتی ہے وہاں کے طلبہ جب بڑی درسگاہوں کا رخ کرتے ہیں تو وہ اپنے اور دوسروں کے لئے پریشانی کا باعث بن جاتے ہیں اور اُنہی کی وجہ سے تعلیمی نظام بھی متاثر ہوتا ہے، لہٰذا مدارس سے پہلے مکاتب اور اعلیٰ تعلیم سے پہلے بنیادی تعلیم پر خصوصی توجہ دی جائے۔ تعلیمی نظام میں بہتری کے لئے باذوق اور محنتی طلبہ کے داخلے لیے جائیں، اکثر مدارس میں محض سفارش کی بنیاد پر نا اہل طلبہ کا داخلہ لے لیا جاتا ہے، جس سے تعلیمی نظام بہت حد تک متاثر ہو جاتا ہے۔

نظام تعلیم میں بہتری لانے کے حوالے سے مولانا تنویر ازہری کی رائے یہ ہے کہ ذمہ داران مدارس بطورِ خاص ناظم حضرات کو تعلیم یافتہ ہونا چاہئے، عالم نہیں تو کم از کم علم دوست ضرور ہونا چاہیے، اس لئے کہ تعلیم یافتہ ناظم صاحبان کی اولین ترجیح تعلیم ہوتی ہے، جب کہ غیر تعلیم یافتہ انتظامیہ کی ساری توجہ اِسی پر مرکوز ہوتی ہے کہ اساتذہ اور طلبہ چندہ اکٹھا کریں اور غیر تعلیمی سرگرمیوں میں ان کے ساتھ مصروف عمل رہیں، ظاہر سی بات ہے کہ ایسے ماحول میں تعلیمی ترقی ممکن نہیں۔

(۲) نصاب تعلیم میں ترمیم کی ضرورت ہے:

تقریباً سبھی مندوبین نے نصاب تعلیم میں تبدیلی کی رائے پیش کی اور کہا کہ موجودہ نصاب تعلیم سو سال پرانے تقاضوں کو مدنظر رکھتے ہوئے تیار کیا گیا ہے، اسی لئے اس میں منطق، قدیم فلسفہ، معدوم مذاہب کے دلائل اور اُن کے رد وابطال پر کتابیں شامل کی گئی ہیں اور

آج جب کہ تقاضے بدل چکے ہیں اور لوگ نظری اور معقولی دنیا سے نکل کر عملی اور مشاہداتی دور میں داخل ہو چکے ہیں تو قدیم نصاب تعلیم کے التزام کی کوئی وجہ نہیں۔ آج ضرورت اس بات کی ہے کہ مدارس کے نصاب میں جدید علم کلام، سائنس، ریاضی، جغرافیہ، اصول دعوت (وغیرہ) اہم موضوعات پر کتابیں داخل نصاب کی جائیں تا کہ ہمارے فارغین ہر میدان میں نمایاں خدمات انجام دے سکیں۔ مولانا شمشاد عالم ازہری نیپال نے عربی زبان وادب کی اہمیت پر روشنی ڈالی اور کہا کہ قرآن فہمی اور حدیث دانی کے لئے عربی زبان سے واقفیت از حد ضروری ہے اور جو حضرات عربی زبان پر قدرت نہیں رکھتے وہ دیگر علوم وفنون پر دسترس حاصل نہیں کر سکتے، اسی لئے عربی نصاب پر نظر ثانی کی ضرورت ہے۔ تاریخ ادب اور مختلف ادوار کے اعتبار سے عربی نصوص شامل نصاب کیے جائیں اور ادب وانشا کے لئے دو الگ الگ مستقل گھنٹیاں رکھی جائیں تا کہ طلبہ عربی زبان پر کامل عبور حاصل کر سکیں۔

(۳) طریقہ تعلیم میں بہتری کیسے لائی جائے:

تعلیمی نظام میں بہتری کے لئے طریقہ تدریس پر غور وخوض کی ضرورت ہے، اس سلسلے میں مولانا عبد المبین ازہری نے کہا کہ کسی بھی فن کو پڑھانے سے پہلے اس فن کی مکمل تاریخ، اس کے فوائد، اس کے مصادر ومبادیات تفصیلی طور پر بیان کر دیے جائیں، تا کہ طلبہ اس فن سے خوب مانوس ہو جائیں اور دل جمعی کے ساتھ اس فن کو سیکھنے کی کوشش کریں۔ مولانا شمس تبریز ازہری نے کہا کہ مدارس میں طلبہ کے لئے ٹیبل اور بینچ کا اہتمام کیا جائے، افہام وتفہیم کے لئے وائٹ بورڈ کا استعمال کیا جائے، تا کہ ہر بات بآسانی طلبہ کے ذہنوں میں محفوظ کی جا سکے۔

(۴) اساتذہ کی تقرری اور ان کی ذمہ داریاں:

تعلیمی ترقی میں سب سے اہم کردار اساتذہ کا ہوتا ہے اسی لئے اساتذہ کی تقرری میں کافی احتیاط کی ضرورت ہے۔ مولانا ازہار احمد امجدی کہتے ہیں کہ تقرری میں باصلاحیت اساتذہ کو فوقیت دی جائے اور جہاں تک ہو سکے متخصصین کی تقرری کی جائے کیوں کہ کسی فن کا ماہر جس خوش اسلوبی کے ساتھ اپنے فن کو پڑھا سکتا ہے دوسرا نہیں پڑھا سکتا۔ ظاہر سی بات ہے کہ ہمارے ملک میں اس کثرت کے ساتھ ماہرین ومتخصصین نہیں مل سکتے، اسی لئے اس پریشانی کا حل پیش کرتے ہوئے مولانا شمس تبریز ازہری کہتے ہیں کہ تقرری کے وقت ہی اساتذہ سے پوچھ لیا جائے کہ وہ کس فن سے دلچسپی رکھتے ہیں، تا کہ اسی کے مطابق انھیں گھنٹیاں دی جائیں۔ مولانا طیب علیمی نے کہا کہ آج کل تدریس کو ایک ڈیوٹی تصور کر لیا گیا ہے، جو کسی طرح مناسب نہیں۔ اساتذہ کرام کو چاہیے کہ تدریس کو ڈیوٹی نہیں بلکہ ایک اہم ذمہ داری سمجھیں، محنت ودل جمعی اور خلوص وللّٰہیت کے ساتھ اس فریضے کو انجام دینے کی کوشش کریں۔

(۵) بڑی درسگاہوں میں شعبہ تقابل ادیان کا قیام

مولانا محمود غازی ازہری دہلی نے کہا کہ ہمارے ملک میں مختلف ادیان ومذاہب کے ماننے والے کثیر تعداد میں پائے جاتے ہیں، ہمارے ملک میں ہمہ وقت مسلمانوں کو غیر مسلموں سے سابقہ پڑتا رہتا ہے، ایسے ماحول میں ہر ذی علم کے لئے ضروری ہے کہ وہ اپنے اور دوسرے افراد کے مذاہب اور ان کی بنیادی تعلیمات سے واقف ہو، تا کہ اپنے مذہب کی صحیح ترجمانی کر سکے، لیکن افسوس کی بات یہ ہے کہ ہمارے یہاں کسی بھی مدرسے میں شعبہ تقابل ادیان نہیں، اس لئے کہ وقت کی نزاکت کو سمجھتے ہوئے بڑے مدارس میں شعبہ تقابل ادیان قائم کیا جائے۔ مولانا شمشاد عالم ازہری (کناڈا) نے شعبہ تقابل ادیان کی اہمیت وضرورت کو بیان کرنے کے بعد کہا کہ اس شعبے کے لئے باذوق، ذی استعداد، خوش اخلاق طلبہ کا انتخاب کیا جائے، اس شعبے کے طلبہ کو کم از کم کسی ایک عالمی زبان پر قدرت ہونا چاہیے اور اِس شعبے سے وابستہ افراد پر لازم ہے کہ وہ دین اسلام کا بھرپور مطالعہ کریں، تا کہ اسلام کے خلاف غیروں کی جانب سے ہونے والے اعتراضات کا مختلف زبانوں میں منھ توڑ جواب دے سکیں اور دنیا کے سامنے اسلام کی صحیح تصویر پیش کر سکیں۔

یہ تھا جامعہ حنفیہ رضویہ، مانک پور، پرتاپ گڑھ کے دو روزہ حنفی سیمینار کے ایک موضوع کا خلاصہ۔ اللہ رب العزت ہم سب کو حسن عمل کی توفیق عطا فرمائے۔ آمین یارب العالمین۔

☆☆☆

☆استاذ شعبہ درس نظامی، عربی ادب جامعہ اشرفیہ مبارک پور

بزم سخن

نعت نبی

جب فرطِ شادمانی میں مسکرا دِیے ہیں
صحرائے آرزو کو گلشن بنا دِیے ہیں

آقا پہ جبر کرنا کفار و مشرکیں کا
ہم یاد کر کے اپنے سب غم بھلا دِیے ہیں

ہر سمت نور بکھرے حجرے میں عائشہ کے
سوئی ملی جو شب میں مسکرا دِیے ہیں

بو جہل محو حیرت اصحاب غرقِ عشرت
آقا نے چاند کے جب ٹکڑے بنا دِیے ہیں

ملتی نہیں مثالیں تیری کرم گری کی
انسان دشمنوں کو انساں بنا دِیے ہیں

کردارِ مصطفےٰ کی یہ شان رہبری ہے
بے راہ رو کو دیکھو رہبر بنا دِیے ہیں

دل مضطرب تھا لیکن جب ذکر اُن کا چھیڑا
ان کی مہک نے دل کے غنچے کھلا دِیے ہیں

یہ بے بہا کرم ہے آقا ترا وصیؔ پر
اپنی ثنا کے نغمے مجھ سے لکھا دِیے ہیں

نتیجۂ فکر: وصیؔ مکرانی واجدی، بانی و صدر کائنات سخن، ملنکوا، سرلاہی، نیپال

خیالات کی تطہیر

دل سے آقا کی ہو توقیر تو ہو جاتی ہے نعت
ہو خیالات میں تطہیر تو ہو جاتی ہے نعت

درس گہ نعت کی لاریب ہے قرآنِ عظیم
پائیں قرآن سے تنویر تو ہو جاتی ہے نعت

نظم

قدرت کی نظر اِس جہان میں کہاں نہیں؟
ایسی ہے وہ کمال کہ کوئی گماں نہیں

اللہ کی جو ذات ہے وہ ذات ہے یارو!
وہ ہر طرف ہے صرف یہاں اور وہاں نہیں

غیروں سے ہم نے بات کئی ہے چھپا رکھی
تم سے ہماری بات کوئی بھی نہاں نہیں

میں منفرد ہوں اور اکیلا ہوں جہاں میں
جیسے کہ ایک چاند ہے اور آسماں نہیں

برباد کر دیا ہے سیاست نے اب اسے
ہندوستان پہلے کا ہندوستاں نہیں

ماں باپ کی دعا ہے میرے ساتھ میں دانشؔ
مجھ کو جہاں کی فکر نہیں، فکرِ جاں نہیں

رہ کر تمہارے ساتھ جو لذت ملی ہمیں
لفظوں سے میرے ان کا کوئی بھی بیاں نہیں

کاوش فکر: غضنفر دانشؔ، جامعہ دارالہدیٰ اسلامیہ ہانگل سینٹر، ہاویری، کرناٹک

لبیک یارسول اللہ...

تحفظ ناموس رسالت اور حمایت حق کے لئے لہو کو گرمانے اور دلوں کو جوش وجذبات سے بھر دینے والی نظم

جب غلامانِ محمد کو جلال آتا ہے
وقت کے ظالم و جابر کو زوال آتا ہے

یہ جو حاکم ہیں، یہ نمرود سے جا کر پوچھیں
آگ میں پڑ کے خلیلی کو کمال آتا ہے

یہ سبق وقت کے فرعون کو معلوم نہیں
جتنا ہم دبتے ہیں اُتنا ہی اُچھال آتا ہے

نامِ آقا پہ لٹاتے ہیں خوشی سے سب کچھ
رنج آتا ہے ہمیں اور نہ ملال آتا ہے

خون سے ہوتی ہے زرخیز محبت کی زمیں
اُن پہ مٹ کر چمن جاں پہ جمال آتا ہے

سامنے موت کھڑی ہوتی ہے جب آنکھوں کے
عشق میں اور ہی پھر ذوقِ وصال آتا ہے

عظمت حق پہ فدا ہونا ہمارا مشرب
اک نیا جوش ہمیں وقت قتال آتا ہے

سر اٹھاتے ہیں کہیں پر جو نبی کے گستاخ
لے کے فاروق کا خنجر کوئی لال آتا ہے

آزما لے ہمیں، میدان میں آ کر ظالم
ہر ستم میں ہمیں کردارِ بلال آتا ہے

قید ہوں گے نہ شریعت کے اجالے ہرگز
جب اندھیرا ہو مکمل تو ہلال آتا ہے

سر کے نذرانے بھی کرتے ہیں فریدی ہم پیش
جب بھی ملت کی حفاظت کا سوال آتا ہے

نتیجۂ فکر: سلمان رضا فریدیؔ صدیقی مصباحی مسقط عمان

یوم وصال سیدنا ابوبکر صدیق رضی اللہ تعالیٰ عنہ

جہان صداقت میں یکتا ہیں صدیق
کہا رب نے قرآں میں اتقی ہیں صدیق

قریں آج بھی ایسے ہیں مصطفیٰ سے
کہ پہلو میں آرام فرما ہیں صدیق

صرف الفاظ و معانی سے نہیں کچھ حاصل
جب عمل کی بھی ہو تاثیر تو ہو جاتی ہے نعت

مصحف روے پیمبر کی ہر ایک آیت کی
کوئی کرتا ہے جو تفسیر تو ہو جاتی ہے نعت

رنج و آلام کے طوفانوں سے بچنے کے لئے
دل سے ہو نالۂ شب گیر تو ہو جاتی ہے نعت

بگڑے حالات پہ آقا کے تصور کے طفیل
جگمگا اٹھتی ہے تقدیر تو ہو جاتی ہے نعت

ان کی مدحت کے ارادے میں مشاہدؔ رضوی
حرف کرتے رہیں تحریر تو ہو جاتی ہے نعت

منزل کی روشنی حاصل

کیا ہے جس نے بھی سیرت سے رہبری حاصل
یقیناً اُس کو ہوا رازِ زندگی حاصل

جو اُن کے نقش کفِ پا پہ مٹ گیا لوگو!
اُسے ہوئی ہے زمانے میں برتری حاصل

سمجھ لو اَوج پہ پہنچا ستارۂ اقبال
جو اُن کی یاد میں آنکھوں نے کی نمی حاصل

ولادتِ شہِ بطحا کی عید فرحت پر
تمام دہر کو بے شک ہوئی خوشی حاصل

جب ہم نے اُسوۂ خیر الانام چھوڑ دیا
بہر سُو ہونے لگی ہے تنزُّلی حاصل

جو درس لیتے ہیں سنت سے اور شریعت سے
اُنھیں کو ہوتی ہے منزل کی روشنی حاصل

یہ فیض نعت حبیب خداے برتر ہے
ہوئی قلم کو مشاہدؔ جو نغمگی حاصل

عرض نمودہ: محمد حسین مشاہد رضوی
۹ دسمبر ۲۰۲۱ء شب جمعہ

سفر میں حضر میں بدر میں احد میں — ہر اک گام آقا کے ہمرہ ہیں صدیق
عمر ہوں کہ عثماں علی ہوں کہ حسنین — سبھی مقتداؤں کے آقا ہیں صدیق
عیاں **فَلْيُصَلِّ** حکم سرکار سے ہے — یقیناً امام الصحابہ ہیں صدیق
نجوم ہدایت ہیں سارے صحابہ — مگر ماہ تاباں تو تنہا ہیں صدیق
فدا جان ایماں پہ وہ جان و دل سے — نصاب وفا کا صحیفہ ہیں صدیق
ابو بکر سے کوئی کیسے ہو بر تر — کہ بعد رسل سب سے اعلیٰ ہیں صدیق
وہ واللہ ہیں واللہ سگان جہنم — کہ جو آپ سے رکھتے کینہ ہیں صدیق
وہ ٹکڑا زمیں کا ہے جنت کی جنت — جہاں آپ کا پیارا روضہ ہیں صدیق
فرشتوں نے اپنائی ان کی ادائیں — خرد کی رسائی سے بالا ہیں صدیق
جو اقلیم صدق و صفا کے ہیں سلطاں — وہی نائب شاہ بطحا ہیں صدیق
امامت کے قابل خلافت کے لائق — شہ بحر و بر کے خلیفہ ہیں صدیق
کوئی لائے تمثیل ممکن نہیں ہے — کہاں آپ کا کوئی ہمتا ہیں صدیق
اٹھے لاکھ طوفاں مجھے غم نہیں ہے — میرے ناخدا میرے مولا ہیں صدیق
فنا در ولائے حسین و حسن ہیں — تو مولا علی کے بھی شیدا ہیں صدیق
کمالات سرکار کا عکس ہے کون ؟ — کہا یک زباں سب نے واللہ ہیں صدیق
قلم جس نے سر کاذبوں کے کیے وہ — نگہبان ناموس آقا ہیں صدیق
وہ ہستی جو ممدوح یزداں ہے یارو — بشر کوئی کیا جانے کیا کیا ہیں صدیق
کہاں سایہ تاریخ میں ان کا ملتا — ارے اس بے سایہ کا سایہ ہیں صدیق
متاعِ تمامی کی دیں پر نچھاور — سخا میں وفا میں نمونہ ہیں صدیق
نہیں کوئی ثانی ہے اسحاقؔ ان کا — بجز انبیاء ذات یکتا ہیں صدیق

نتیجہ فکر: محمد اسحاق اکبری نقشبندی اودے پور (راجستھان)

دور حاضر کے کانفرنسوں کی حالت زار

ہوتا ہے افسوس مجھ کو یہ تماشا دیکھ کر — داد بھی دیتے ہیں اب کچھ لوگ چہرہ دیکھ کر
بال لمبے ، پان منہ میں اور بھڑکیلا لباس — کیا سبق حاصل کرے گی تجھ کو دنیا دیکھ کر
جبہ و دستار ایسی زیب تن کرتے ہیں یہ — اچھے خاصے لوگ بھی کھا جائیں چکمہ دیکھ کر
رقص کرنا ، سر ہلانا ، سُر لگانا نعت میں — ہے گویّا بھی پشیماں تیرا لہجہ دیکھ کر
سوزش عشق رسالت سے انہیں مطلب نہیں — نعت بھی پڑھتے ہیں یہ نوٹوں کا لہرا دیکھ کر
کیا نبی خوش ہوتے ہوں گے؟ آپ کا اے شاعر! — نعت خوانی کا یہ بے ہودہ طریقہ دیکھ کر
دوسروں پر طنز کرنا یہ مرا شیوا نہیں — جو بھی راشدؔ نے لکھا ہے وہ ہے لکھا دیکھ کر

سخن آموز: محمد راشد رضا، شاہجہاں پوری

ایک شادی ایسی بھی!

غلام مصطفیٰ نعیمی★

عمر کا ۱۷ واں سال تھا جب میں نے پہلی مرتبہ نکاح پڑھایا تھا۔ تب سے لے کر اب تک کے ۱۴/۱۵ سال کے طویل عرصے میں ایک نظارہ اکثر دیکھنے میں آتا ہے کہ شریکہ حیات سے ملنے کی خوشی میں چہکتے پھدکتے دولہے بھی اُس وقت اچھے خاصے Nervous ہوجاتے ہیں جب قاضی صاحب کلمہ خوانی کو کہتے ہیں۔کئی دُھلے دُھلائے، سجے جائے دولہے بھی اس وقت پسینہ پسینہ ہوجاتے ہیں جب مسلسل کوششوں کے بعد بھی کلمے کے الفاظ دہرا نہیں پاتے۔یہ وہ نازک وقت ہوتا ہے کہ دولہے کے جگری یار ہوں یا فاتحانہ شان سے اسٹیج پر براجمان اس کے بابا اور چاچا، سب کے سب خاموشی میں ہی عافیت جانتے ہیں۔انہیں لگتا ہے کہ اگر دولہے کی عملی مدد کی کوشش کی گئی تو بیٹھے بٹھائے اپنی ہی عزت داؤں پر لگ سکتی ہے، اس لئے اٹکتے، ہکلاتے دولہے کی پریشانی دیکھ کر بھی سبھی لوگ چپ کا روزہ اور صبر کا دامن مضبوطی سے پکڑے رہتے ہیں یا یہ سوچ کر دل کو تسلی دینے کی ناکام کوشش کرتے ہیں:

ہکلا گیا جو شادی میں دولہا تو کیا ہوا زیادہ خوشی میں سانس اٹکتی ضرور ہے

اس طرح اپنی عزت بھی محفوظ رہتی ہے اور دولہے کی گلوخلاصی کا راستہ بھی بن جاتا ہے۔ایسا نہیں کہ اس سفر میں سارے ہی دولہے ایسے گزرے، اس دورانیہ میں ٹھیک ٹھاک سے نوشاہ بھی ملے مگر اُن کا تناسب ذرا کم ہی رہا۔پچھلے دنوں دلّی سے تقریباً دو ہزار کلومیٹر دور شہر چترادرگا (کرناٹک) میں ایک ایسی شادی میں شرکت ہوئی جہاں محفل نکاح کی ترتیب اور دولہا میاں کے آداب تجوید کو دیکھ کر سفر کی ساری کلفت راحت میں بدل گئی۔یہ شادی ہمارے دیرینہ محب، ایڈووکیٹ محمد صادق اللہ رضوی صاحب کے نور چشم عزیزم فیضان احمد قادری سلمہ کی تھی جو خاص ۱۰۳ ویں عرس رضوی کے پر بہار موقع پر ۲۵ صفر ۱۴۴۳ھ مطابق ۴، اکتوبر ۲۰۲۱ء کو منعقد ہوئی تھی۔

صادق اللہ رضوی صاحب ایک ماہر وکیل کے طور پر صوبے میں اچھی پہچان رکھتے ہیں۔شہر ہی نہیں بلکہ پورے صوبے میں ایک معزز فرد کے طور پر جانے جاتے ہیں۔موصوف پیشے سے بھلے ہی وکیل ہیں مگر اُن کا دینی ذوق قابل دید اور لائق تحسین ہے۔کسی شخص کو اُن کی پیشہ ورانہ زندگی کے بارے میں نہ بتایا جائے تو لوگ ان کی دینی اور ملی خدمات دیکھ کر انہیں خالص مذہبی شخصیت ہی مانیں گے۔آل کرناٹکا رضا اکیڈمی کے چیئرمین اور رویت ہلال کمیٹی کے اہم رکن ہیں۔مختلف ملی تنظیموں کے قانونی مشیر بھی ہیں۔اہم مواقع پر کنڑا، اردو اور انگریزی زبان میں کتابوں کی اشاعت ان کا محبوب مشغلہ ہے۔یوں بھی کہہ سکتے ہیں کہ وہ کورٹ میں ہی وکیل نظر آتے ہیں بقیہ اوقات میں وہ ایک ملی ومذہبی درد رکھنے والے اور ملت کی صلاح وفلاح کے کاموں میں مصروف نظر آتے ہیں۔

ان کے فرزند کی شادی کئی لحاظ سے منفرد اور مثالی شادی رہی۔میرج ہال کی ترتیب کسی مذہبی جلسے کی طرح رکھی گئی تھی۔اسٹیج پر علمائے کرام کے لئے نہایت سلیقے کے ساتھ کرسیاں سجی ہوئی تھیں۔علما کے جھرمٹ میں مشرقی لباس میں ملبوس دولہا خوب سج رہا تھا۔سر پر سجا ہوا عمامہ دولہے کی دل کشی میں چار چاند لگا رہا تھا۔شہ نشین کے سامنے بنی ہوئی قطاروں میں باراتی اور گھراتی سامعین بنے ہوئے تھے۔اسٹیج پر کرناٹک کے مشہور ومعروف علمائے کرام، مختلف تنظیموں کے ذمہ داران اور مذہب وملت کی خدمت کرنے والے نمائندگان بھی موجود تھے۔

خطبہ نکاح جامعہ حضرت بلال بنگلور کے استاذ حضرت مولانا قاری ذوالفقار احمد رضوی نے پڑھا۔موصوف خوش الحان قاری ہیں بایں وجہ محفل پوری طرح ان کی طرف متوجہ تھی۔ایجاب وقبول مفتی شریف الرحمن رضوی (جنرل سکریٹری آل کرناٹکا سنی علما بورڈ) نے کرایا۔یہی وہ لمحہ ہوتا ہے جب مارے خوشی کے دولہے کی شیروانی کے بٹن ٹوٹ جانے کے قریب ہوتے ہیں مگر قاضی کا چہرہ دیکھتے ہی سارے ارمان اپنے معمول پر لوٹ جانے میں ہی عافیت جانتے ہیں کیوں کہ ایجاب وقبول سے پہلے کلمہ خوانی کا دور بھی آتا ہے، بس وہی وقت شادی کا سب سے کٹھن وقت ہوتا ہے۔خیر یہاں ایسا کچھ دیکھنے میں نہیں آیا۔تقریب کا سب سے خوش گوار لمحہ ہی وہی تھا جب مفتی صاحب نے نوشاہ کو کلمہ خوانی کا حکم دیا۔دولہا میاں نے انتہائی ادب کے ساتھ سر جھکائے

آداب تجوید کے مطابق سارے کلمے سنا کر دل خوش کر دیا۔ یہ بلا شبہ ان کے والد کی عمدہ تربیت اور اساتذہ کی محنتوں کا نتیجہ تھا کہ کثیر علما کی موجودگی میں بھی نوشاہ میاں بغیر کسی جھجک اور اٹک کے سلاست وروانی کے ساتھ کلمہ خوانی کر رہے تھے۔ محافل نکاح کا عمومی طریقہ یہ ہے کہ دعا کسی بزرگ سے کرائی جاتی ہے مگر خدا جانے بزرگ علما کی موجودگی میں یہ بارِ گراں مجھ جیسے ناتجربہ کار جوان پر کیوں ڈال دیا کہ یہاں خود اپنی شادی کو بمشکل سات سال گزرے ہیں، خیر صاحب خانہ کی خوشی اور علمائے کرام کی مخلصانہ خواہش پر رب کے حضور ہاتھ دراز کیے، اس یقین کے ساتھ کہ اس کا فرمان ہے:

اِذَا سَاَلَكَ عِبَادِيْ عَنِّيْ فَاِنِّيْ قَرِيْبٌ اُجِيْبُ دَعْوَةَ الدَّاعِ اِذَا دَعَانِ فَلْيَسْتَجِيْبُوْا لِيْ۔ (سورہ بقرہ:۱۸۶)

اے محبوب جب تم سے میرے بندے مجھے پوچھیں، تو میں نزدیک ہوں، دعا قبول کرتا ہوں پکارنے والے کی جب مجھے پکارے۔

وہ لمحہ بہت خاص ہوتا ہے جب بندہ اللہ کے حضور ہاتھ پھیلا کر اُس کے رحم وکرم کا طالب ہوتا ہے۔ بندوں کی عاجزی، ان کی انکساری اور پکار ضائع نہیں جاتی، بلکہ قبول ہوتی ہے:

إِنَّ اللهَ يُحِبُّ الْمُلْحِيْنَ فِى الدُّعَاءِ۔ (رواہ الطبرانی ۲/۷۹۵) اللہ تعالیٰ دعا میں عاجزی کرنے والوں کو پسند فرماتا ہے۔

دعا کے بعد بصد ادب واحترام بارگاہ رسالت میں درود وسلام کا نذرانہ محبت پیش کیا گیا۔ مصطفے جان رحمت کی پرسوز صداؤں سے میرج ہال گونج اٹھا۔ اس طرح انتہائی پرنور ماحول میں آقائے کریم علیہ السلام کی سنت نکاح بحسن وخوبی مکمل ہوئی۔ اسے صادق اللہ صاحب کا خلوص کہیں یا علما سے والہانہ محبت، محفل نکاح میں بڑے جید علمائے کرام تشریف فرما تھے، خصوصاً ہمارے مشفق ومہربان برادر گرامی وقار، الماس ملت مفتی محمد مقصود عالم فرحت ضیائی، صدر مفتی فخر از ہر دارالافتاء ہاسپیٹ، مولانا فیضان احمد خطیب مسجد اعظم چترادرگا، مولانا انظار احمد رضوی خطیب عثمانیہ مسجد چترادرگا، مولانا شافعی سعدی چیئرمین وقف بورڈ کرناٹک اسٹیٹ اور درجنوں مقامی و بیرونی علما شریک تھے، علاوہ ازیں مختلف وکلا اور سیاسی وسماجی ذمہ داران بھی موجود تھے۔

☆ مدیر اعلیٰ سوادِ اعظم دہلی ☆

مولانا شہادت حسین فیضی کا انتقال

دیوگھر مدھوپور جامتاڑا جھارکھنڈ علاقے کے ایک قدیم عالم دین جن کے دم قدم سے آج علمی بہاریں نظر آرہی ہیں، عطائے علامہ ارشد القادری حضرت مولانا محمد شہادت حسین فیضی قدس سرہ ونور اللہ مرقدہ اب دنیا میں نہیں رہے۔ انا للہ وانا الیہ راجعون۔ حضرت کرماٹانڑ بلاک کے رنگو چنکو گاؤں کے رہنے والے تھے، ایک زمانے تک دار العلوم سراج الاسلام چاند ماری مدھوپور میں صدر المدرسین وناظم اعلیٰ کے منصب پر فائز رہے، بے شمار طالبان علوم نبویہ نے آپ سے اکتساب فیض کیا آج الحمدللہ علاقے بھر میں ان کے تلامذہ اور فیض یافتگان کثیر تعداد میں موجود ہیں۔ آج بروز ہفتہ ۱۸ دسمبر ۲۰۲۱ء شام ۳ بجے ان کے آبائی قبرستان میں نماز جنازہ ادا کی جائے گی، لہٰذا محبین ومتوسلین اور بالخصوص ان کی بارگاہ سے فیض یافتہ حضرات سے عرض ہے کہ جنازے کی نماز میں شرکت فرمائیں اور ان کی مغفرت اور درجات کی بلندی کی دعا فرمائیں۔ ابر رحمت ان کی مرقد پر گہرباری کرے حشر تک شانِ کریمی نازبرداری کرے

شریک غم: محمد صفی اللہ مصباحی باندڈیہ پالوجوری دیوگھر جھارکھنڈ

حضرت مولانا شہادت حسین فیضی علیہ الرحمہ قائد اہلسنت علامہ ارشد القادری نور اللہ مرقدہ کے اولین شاگردوں میں سے تھے۔ آپ کی فراغت ۱۹۷۱ء عیسوی میں ہوئی۔ اس کے بعد قائد اہلسنت نے اپنے ادارہ فیض العلوم میں بحیثیت اُستاد بحال کرلیا۔ تدریس کے ساتھ دفتری ذمہ داریاں بھی سنبھالتے رہے۔ کافی عرصے کے بعد علامہ نے جب ضرورت محسوس کی تو مدرسہ مخدومیہ گوہاٹی آسام بھیج دیا جہاں اُنہوں اہتمام ونظامت وتدریس کی خدمت انجام دی۔ مدرسہ مخدومیہ کی ترقی میں شب وروز ایک کر دیا، اسے عروج تک لے گئے پھر کچھ مہینوں کے لئے جامعہ نظام الدین اولیا دہلی میں دفتری امور کو بہتر کرنے کے لئے بلائے گئے۔ بعد میں بڑھتی عمر کا خیال کرتے ہوئے انہوں نے مدھوپور دیوگھر جھارکھنڈ میں مدرسہ سراج الاسلام کا انتخاب فرمایا جس کے لئے کافی جدوجہد کیا، اس کی ترقی میں اہم کردار نبھایا۔ اچھے ناظم باوقار عالم، قابل استاد مخلص خادم دین ہونے کے ساتھ ساتھ بہترین خطیب بھی تھے۔ قائد اہلسنت کو اُن پر بڑا ناز تھا۔ اراکین مدرسہ فیض العلوم جمشید پور نے ابھی حال ہی میں ان کی خدمات کا اعتراف کرتے ہوئے ''رئیس القلم ایوارڈ'' بھی انہیں نوازا تھا۔

شریک غم: غلام ربانی، ہم سبق ساتھی مرحوم ومغفور (صاحب زادۂ قائد اہل سنت)

بوسیدہ قرآن کریم تدفین کرنے سے متعلق ذکر خیر

۲۳ ربیع الاول ۱۴۰۳ھ بروز اتوار مطابق ۹ جنوری ۱۹۸۳ء۔ مذکورہ بالا تاریخ سے مدرسہ غوث الثقلین مہمند ہدف شاہجہاں پور میں بوسیدہ قرآن کریم اور اردو کا مسودہ مدفون کرنے کا کارِ خیر آج بھی الحمدللہ جاری وساری ہے۔ قبلہ وکعبہ الشاہ الحاج مولوی سید یوسف علی صاحب رحمۃ اللہ علیہ نے تفسیر قرآن پاک میں فرمایا کہ بوسیدہ قرآن کریم مدفون کرنے کا شرعی حکم یہ ہے کہ کسی قبرستان میں کسی ایک جانب اگر کوئی دیوار ہو تو اُس کے ملحق قبر کھدوائی جائے تاکہ اس قبر کے تعویذ برابر ہونے کے بعد کسی کا پیر نہ پڑے۔ قبر میں بوسیدہ قرآن کریم رکھے جائیں، پٹلے لگائیں جائیں پھر اُس کے اوپر مومیا، یا چٹائی بچھائی جائے اور پھر مٹی ڈال دی جائے۔ طریقۂ کار سب میت کی تدفین والا ہے، صرف نمازِ جنازہ نہیں ہوتی ہے۔

سال رواں میں اس کی تدفین پر جو خرچ آتا ہے وہ سب حسب ذیل ہے:

(۱) پٹلے :1500 روپے (۲) قبر کھدوائی :1500 روپے (۳) مدرسہ سے قبرستان تک لے جانے والے ٹھیلے کی مزدوری :700 روپے

(۴) چٹائی یا مومیا کی قیمت :25 روپے۔ ان سب کا کل خرچ :37250 روپے

عوام الناس سے مؤدبانہ گزارش ہے کہ جب بھی بوسیدہ قرآن کریم یا اردو کا مسودہ کے پرزے لائیں تو برائے مہربای اس کی تدفین کا لحاظ رکھتے ہوئے ساتھ میں تعاون بھی عنایت کریں کیوں کہ یہ خرچ سب کی امداد سے ہی مکمل ہوگا، اس لئے اِس کارِ خیر میں اپنا تعاون بھی عنایت کریں اور ثواب دارین حاصل کریں۔ (شکریہ جزاک اللہ)

منجانب: الحاج محمد نبیہ قصاب ثقلینی، ابن نصر اللہ شرافتی بانی مدرسہ غوث الثقلین مہمند ہدف، شاہ جہاں پور (مغربی اتر پردیش)

تاریخ اشاعت یکم جمادی الاولیٰ ۱۴۴۳ھ/ ۶ دسمبر ۲۰۲۱ء بروز پیر

دادرس فریادرس روشن ضمیر **شاہ مولانا شرافت دستگیر**

باجازت قبلہ وکعبہ الشاہ الحاج میاں حضور دامت برکاتہم العالیہ خانقاہ شرافتیہ، بریلی شریف

منظور شدہ الحاق درجہ فوقانیہ (۸) تک ۲۰۱۳ء سے (اردو میڈیم) ۱۷ جمادی الآخر ۱۴۴۲ھ بروز جمعہ مطابق ۳۱ دسمبر ۲۰۲۱ء تک

(گوشوارہ آمد و خرچ) مدرسہ غوث الثقلین مہمند ہدف شاہجہاں پور

درجہ حفظ وٹیچرس کی تنخواہ	77420 روپے
پانی کا ٹیکس، مدرسہ کا ٹیکس، بجلی کا بل	27195 روپے
مدرسہ کی اسٹیشنری کا خرچ	11510 روپے
مدرسہ کا عمارتی کام خرچ	51050 روپے
ملازمین کا خرچ	23552 روپے
۲۰۲۱ء کی آمدنی	213504 روپے
۲۰۲۱ء کا خرچ	190727 روپے
۲۰۲۱ء کی بچی رقم	22727 روپے

نوٹ: آمد و خرچ کی تفصیل رجسٹر میں درج ہے جو حضرات ذوق دید ہوں ہم اُنہیں وہ رجسٹر دِکھا سکتے ہیں پر خلوص شرط ہے۔

بینک اکاؤنٹ: مدرسہ غوث الثقلین، شاہجہاں پور (یوپی) بینک کا نام: بڑودہ وایڈوانٹیج ایس۔ وی۔ جین۔ اکاؤنٹ نمبر: 77490100002805

آئی ایف ایس سی کوڈ: BARBOVJSHPU، **بینک کا پتہ:** لال املی چوراہا، شاہجہاں پور (یوپی)

منجانب: کابینہ حضرات مدرسہ غوث الثقلین، مہمند ہدف، شاہجہاں پور (یوپی) رابطہ کاری: ریاضی والا، خادم مدرسہ غوث الثقلین۔ 9616809591

نوری مسجد امریکا میں عرس حافظ ملت، تقریب ختم بخاری اور جشن رِدائے عالمیت

۲۴ر دسمبر ۲۰۲۱ء بعد نماز عشا، نوری مسجد پلینو، ٹیکس، امریکا میں دارالعلوم عزیزیہ ٹیکس کے زیر اہتمام ہر سال کی طرح امسال بھی عرس حافظ ملت منعقد ہوا، عرس کے لئے اِس تاریخ کے انتخاب کا مشورہ اسلامک اکیڈمی کے ڈائرکٹر مولانا عمیر جبار عزیزی نے پیش کیا۔ مولانا حافظ عبدالرب اعظمی مصباحی (ڈائرکٹر اسلامک اکیڈمی) نے اِن الفاظ میں تائید کی: بالیقین استاذ العلماء، جلالۃ العلم حافظ ملت محدث مبارک پوری علیہ الرحمہ بانی الجامعۃ الاشرفیہ مبارک پور (انڈیا) کے عرس کا، ہر سال کی طرح اِس سال بھی، ہم سب کو خصوصی اہتمام کرنا چاہیے، جن کی بے پناہ علمی وملی اور دینی وتبلیغی خدمات ہیں۔ الحمدللہ! الجامعۃ الاشرفیہ کے فضلاء اس وقت اکناف عالم میں کثیر تعداد میں ملی، مذہبی اور تبلیغی فریضہ انجام دے رہے ہیں۔ فللہ الحمد۔

نماز عشا کے بعد اجتماعی درود خوانی اور قرآن خوانی کا اہتمام ہوا، پھر محمد ابراہیم رضا قادری بن مولانا کلیم رضا قادری کی تلاوت سے پروگرام کا آغاز ہوا، فیصل قادری نے حمد باری تعالیٰ پیش کی، سید فاروق شاہ اور عبدالعزیز قادری نے نبی اکرم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی مدح میں نعت مقدس پڑھی پھر حافظ ملت علیہ الرحمہ کی شان میں منقبت، مولانا قاری مہتاب عالم، امام وخطیب مسجد عثمان ہیوسٹن نے پیش کی۔ یہ تازہ ترین عمدہ منقبت، مولانا ارشاد احمد شیدا مصباحی کی عالمانہ فکر کا نتیجہ تھی۔ منقبت کے بعد مولانا حامد رضا امجدی استاذ جامعۃ المدینہ، ہیوسٹن نے حافظ ملت اور جشن ختم بخاری کے حوالے سے بصیرت افروز، علمی خطاب کیا۔ ان کے بعد قاری مہتاب عالم نے علامہ بدرالقادری مصباحی علیہ الرحمہ کا ایک نعتیہ کلام پیش فرمایا، پھر مولانا حفیظ الرحمٰن قادری بستوی نے حافظ ملت علیہ الرحمہ کی حیات وسوانح پر ایک تفصیلی بیان سے سامعین کو مستفیض فرمایا۔

خطاب کے بعد راقم الحروف احمد القادری کو بخاری شریف ختم کرانے کی دعوت دی گئی۔ راقم السطور نے صحیح بخاری شریف کی آخری حدیث کا درس دیا، امام بخاری کے مقررہ باب کی مناسبت سے واضح کیا کہ میدان قیامت میں، میزان پر لوگوں کے کام، کردار اور ان کی باتیں اگرچہ کیفیات ہوں، تولی جائیں گی، جیسے اِس دور میں کیفیات، گرمی، سردی، بخار، اقوال، امراض کے نمبرس، ناپے تولے اور نکالے جاتے ہیں، دلائل وبراہین سے میزان عمل کی حقانیت ثابت کرتے ہوئے، مُنکرین کا رد کیا، امام بخاری اور بخاری شریف کے فضائل ومناقب اور مقبولیت پر بھی روشنی ڈالی۔

طالبات اور خواتین کے لئے شرعی پردے کا معقول انتظام تھا، تقریب ختم بخاری کے بعد عالمات کے ہاتھوں، ان کو عالمہ کی ڈگری اور رِدائے عالمیت عطا کی گئی، پھر اردو اور اسلامیات کورس مکمل کرنے والی پانچ طالبات کو، عالمات کے ہاتھوں سرٹیفکیٹ عطا کی گئی۔ ثناء اللطیف بن مولانا غلام سبحانی مصباحی کو علمائے کرام کے ہاتھوں اردو اور اسلامیات کورس کی سرٹیفکیٹ دی گئی۔ اس کے بعد اجتماعی حلقۂ ذکر منعقد ہوا، صبیح لئیق سلمہ اور دیگر علمائے کرام نے قل شریف پڑھا، مولانا حافظ غلام سبحانی رشیدی مصباحی نے دعا فرمائی، سید فاروق شاہ نے بارگاہ رسالت مآب صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم میں صلاۃ وسلام کا نذرانہ پیش کیا، اشرف دادا نے نظامت کے فرائض انجام دِیے۔ عزیزی لنگر پر، یہ عظیم الشان عرس عزیزی، تقریب ختم بخاری اور جشن ردائے عالمیت اختتام کو پہنچا۔

اس مبارک تقریب میں چھ علمائے کرام، پانچ سند یافتہ عالمہ اور کثیر عوام وخواص نے شرکت کی اور عزیزی لنگر نوش کیا۔ عزیزی لنگر کا انتظام واہتمام سید فاروق شاہ، لئیق احمد، سید ناصر، محمد اشرف وغیرہ صاحبان کی طرف سے اور اسناد حاصل کرنے والی طالبات کے اہل خانہ کی جانب سے کیا گیا تھا۔

اسلامک اکیڈمی آف امریکا، کا قیام ۱۹۹۸ء میں فرزندان اشرفیہ کے ہاتھوں عمل میں آیا، اسلامک اکیڈمی کے زیر انتظام، امریکا میں اہل سنت کا پہلا دارالعلوم قائم ہوا، اس کا نام حافظ ملت علیہ الرحمہ کے اسم گرامی کی طرف نسبت کرتے ہوئے دارالعلوم عزیزیہ رکھا گیا، اولاً کرایہ کی بلڈنگ میں شروع ہوا، اُن دنوں ہماری دعوت پر، عزیز ملت دامت برکاتہم امریکا تشریف لائے تھے، ان کی دعاؤں سے ۲۰۰۳ میں دارالعلوم عزیزیہ کا افتتاح عمل میں آیا۔ اِس وقت دارالعلوم اپنی خود کی، دومنزلہ عظیم الشان بلڈنگ میں قائم ہے اس دومنزلہ عمارت اور عزیزی بلڈنگ کے علاوہ ۲۰۱۶ء میں دارالعلوم عزیزیہ کے نام سے ایک ہاؤس بھی خرید لیا گیا ہے۔ اسلامک اکیڈمی (نوری گارڈین) کے نام سے ۲۵ر ایکڑ سے زائد رقبہ پر پھیلی ہوئی ۲۰۱۷ء میں ایک وسیع وعریض زمین خرید لی گئی ہے، اور اس پر کام جاری ہے۔ یہ سب درحقیقت حافظ ملت علیہ الرحمہ کا عظیم فیضان ہے۔ اللہ تعالیٰ اس ادارہ کو خوب مستحکم اور اہل سنت کا مضبوط قلعہ بنائے، امریکا میں اسلام وسنت اور حافظ ملت کی تعلیمات کی نشر واشاعت کا ذریعہ بنائے، حاسدین کے حسد، دشمنوں کے شر سے محفوظ و مامون فرمائے اور مسلمانوں کے قلوب ادارہ کی طرف مائل فرمائے۔ آمین واللہ الموفق والمعین

(مولانا) احمد القادری مصباحی، خادم دارالعلوم عزیزیہ/ اسلامک اکیڈمی آف امریکا۔ ۲۳ جمادی الاولیٰ ۱۴۴۳ھ/ ۲۸ دسمبر ۲۰۲۱ء

ভূমিকা

এটি মূলত 'আহলে সুন্নাত ওয়াল- জামায়াত' এর মতবাদ অনুসারে ইসলাম ধর্মের মৌলিক নীতিমালার উপরে লিখিত একটি বুনিয়াদী বই। এই বইটি প্রধানত 'সাদরুল আফাজিল, মাউলানা মুহাম্মাদ নাইমুদ্দিন মুরাদাবাদী রহমাতুল্লাহে আলাইহে' কর্তৃক উর্দু ভাষাতে রচিত হয়েছিল।

যারা উর্দু ভাষা বোঝে না, উর্দুর ভাষার সাথে যাদের দূর-দূরান্তে কোনো সম্পর্ক নেই, এমন বাংলা ভাষাভাষী মানুষদের জন্য এই বইটি সহজ বাংলা ভাষাতে অনুবাদ করা হল।

অন্যান্য সমস্ত বইয়ের মতোই এই বইতেও এমন অনেক ভুল-ত্রুটি আছে, যেগুলি অনুবাদ ও সম্পাদনার সময়ে নজরে আসেনি। সুতরাং পাঠকবর্গকে অনুরোধ করা হচ্ছে, তাঁরা যদি বইটি পাঠের সময় কোনো ভুল-ভ্রান্তি চিহ্নিত করেন, তাহলে অবশ্যই ওই সমস্ত ভুল-ভ্রান্তি সম্পর্কে আমাদের অবগত করবেন। যাতে পরবর্তী সংস্করণে আমরা সেই ভুলগুলি সংশোধন করে নিতে পারি। অনুগ্রহ করে মনে রাখবেন, লেখক ও অনুবাদক সর্বদাই আপনাদের সদয় প্রার্থী।
সর্বশক্তিমান মহান আল্লাহ তায়ালা এই কাজের দ্বারা সকল উম্মতকে উপকার দান করুন। আমিন।।

—ডঃ মোহাম্মদ সাদরুল ইসলাম
অধ্যাপক: মৌলানা আজাদ কলেজ, কলকাতা

3

باسمہٖ تعالیٰ وتقدس

دارالترجمہ والنشر کولکاتا

بڑی مسرت وشادمانی کے ساتھ یہ اطلاع دی جارہی ہے کہ شہر نشاط کولکاتا میں حضرت مفتی فیضان المصطفیٰ قادری صاحب کی سرپرستی میں جماعت اہل سنت کا ایک منفرد ادارہ **دارالترجمہ والنشر** قائم کیا گیا ہے۔

কিতাবুল আক্কাইদ

ইসলামী আকাইদ ও বিশ্বাস বিষয়ক একটি সহজ সরল বই

كتاب العقائد

সাদরুল আফাদ্বিল হজরত মাওলানা নাঈ'মুদ্দীন মুরাদআবাদী (রহঃ)

مفتی محمد نعیم الدین مرادآبادی

অনুবাদক
ডঃ মোহাম্মদ সাদরুল ইসলাম
অধ্যাপক: মৌলানা আজাদ কলেজ, কলকাতা

1

جہاں اہل سنت کی چنندہ کتب ورسائل کو بنگلہ اور انگریزی زبانوں میں ترجمہ کر کے شائع کیا جارہا ہے تا کہ غیر اردو داں طبقہ اُس سے استفادہ کر سکے اور اپنے ایمان وعقیدے کو باطل وفاسد نظریات سے محفوظ رکھ سکے۔ اس کے پاس دینی وعصری علوم کے ماہرین کی ایک مضبوط ٹیم ہے جس کی نگرانی میں سارا کام انجام دیا جارہا ہے۔

ادارے کی کارکردگی

1۔ حضرت صدرالافاضل کی **کتاب العقائد** کو بنگلہ زبان میں منتقل کر کے دیدہ زیب انداز میں شائع کردیا گیا ہے۔

2۔ انوار شریعت، خواتین اسلام، اسلامی معاشرت اور بندوں کے حقوق اور میاں بیوی کے حقوق کا بنگلہ زبان میں ترجمہ ہو چکا ہے۔ اب طباعت کے مرحلے سے گزرنے والی ہیں۔

3۔ کتاب العقائد، اسلامی معاشرت اور بندوں کے حقوق، خواتین اسلام اور میاں بیوی کے حقوق کو انگریزی زبان میں بھی منتقل کیا جارہا ہے۔ ان شاءاللہ فروری تک تمام کتابیں چھپ کر منظر عام پر آجائیں گی۔

4۔ اسی کے تحت قراءت اکیڈمی کا شعبہ قائم ہے جس میں اسکول کے طلبہ تجوید کے ساتھ قرآن مجید پڑھ رہے ہیں۔ اب تک شہر میں اس کی تین شاخیں قائم ہو چکی ہیں، مزید بتدریج ہوں گی۔ بطورِ خاص اسلام کے بنیادی عقائد واحکام کی تعلیم بھی دی جاتی ہے۔

5۔ **دارالترجمہ والنشر** کے لئے کولکاتا سے ۳۵ کیلومیٹر کے فاصلے پر ۵، ایکڑ کی آراضی خریدی جا چکی ہے جہاں اشاعتی کاموں کے لئے اسباب وآلات مہیا ہوں گے۔

مولانا روشن ضمیر نوری (ڈائریکٹر) ——— مولانا قمرالدین مصباحی (نگراں)

Darul Tarjama Wa Nashr

Translation & Publishing House

49/D, Gulshan Colony, Martingpara, Pahnchannogram, Kolkata-100
Email.rosanjamir@gmail.Com-mqmisbahi108gmail. Com
9831309786, 9903216108